والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
محمد صادق قصوری

والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

محمد صادق قصوری

مجاہدِ ملت فاؤنڈیشن، پاکستان

بیادِ عزیز

ضیغمِ اسلام، بطلِ حریّت، مجاہدِ ملّت، مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمتہ اللہ علیہ

سلسلۂ اشاعت نمبر ۲۶

ضابطہ

کتاب	:	والدینِ مصطفیٰ ﷺ
پیشکش	:	محمد صادق قصوری
صفحات	:	235
تعداد	:	ایک ہزار
سالِ طباعت	:	اکتوبر 2020ء
ہدیہ	:	دُعائے خیر بحق معاونینِ فاؤنڈیشن

(بیرونی حضرات 100 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کریں۔
بغیر ڈاک ٹکٹ کتاب ارسال نہ ہو گی معذرت خواہ ہیں۔)

—ناشر—

مجاہدِ ملّت فاؤنڈیشن

بُرج کلاں ضلع قصور (پاکستان)

پوسٹ کوڈ نمبر: ۵۵۰۵۱

۰۳۰۶-۴۴۶۹۴۹۶

اِنتساب

حضرت سیّدہ، طیبہ، عابدہ، زاہدہ، صابرہ، شاکرہ، طاہرہ

فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا

کے نام

بصد اَدب واحترام

نورِ چشمِ رحمتہ للعالمینؐ　　آں امامِ اوّلین و آخریں

بانوئے آں تاجدارِ ھَل اتی　　مرتضیٰؓ، مشکل کشاؓ، شیرِ خداؓ

مادرِ آں مرکزِ پرکارِ عشق　　مادرِ آں کاروانِ سالارِ عشق

(اقبالؒ)

ادنیٰ خاکِ پا

محمد صادق قصوری
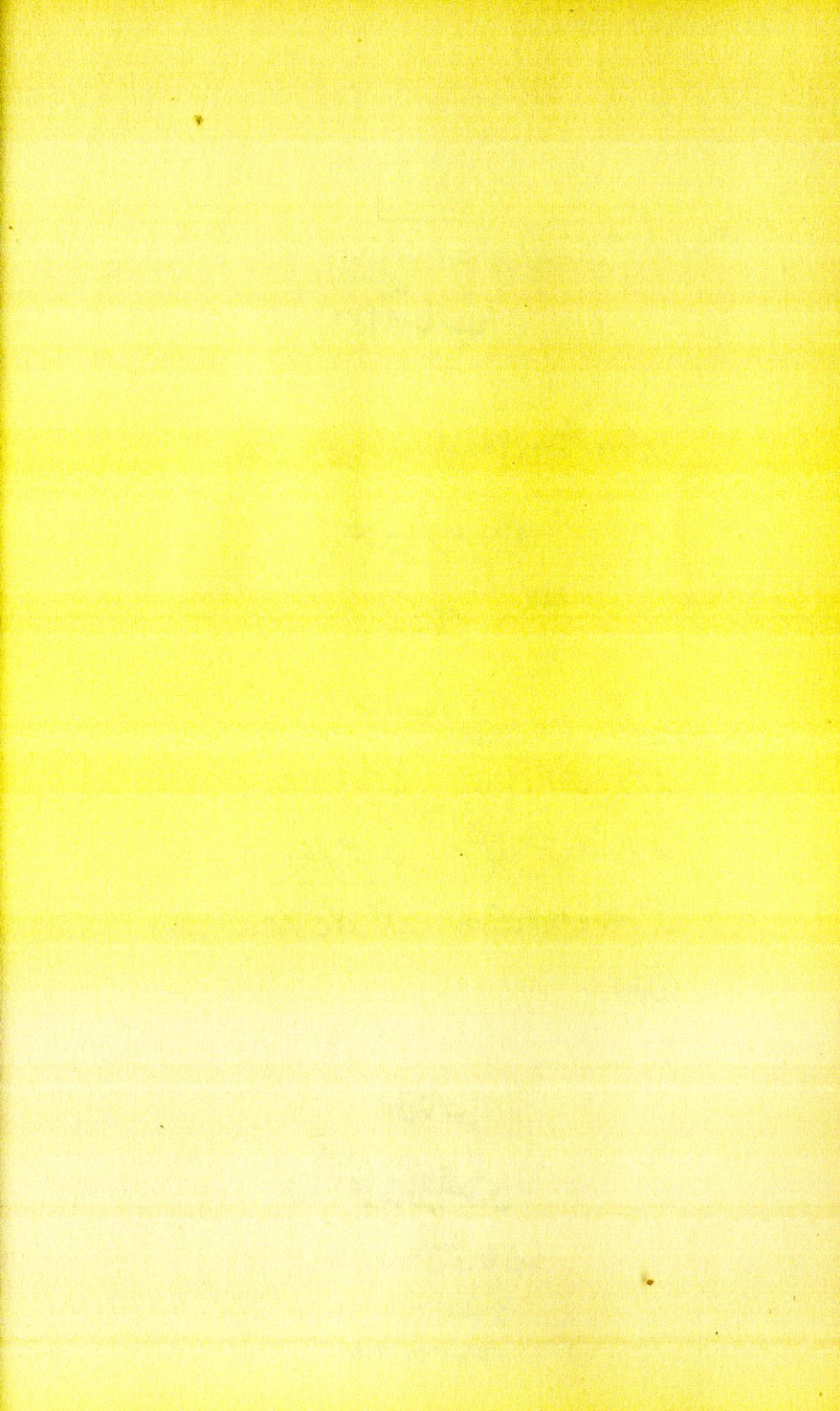
دریچہ

پیش لفظ	پروفیسر غازی علم الدین	11
مقدمہ	ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی، کراچی	14
حرفِ صادق	محمد صادق قصوری	19
حمدِ باری تعالیٰ جل جلالہٗ	حضرتِ قمر یزدانی رحمۃ اللہ علیہ	21
نعتِ شاہِ کونین ﷺ	حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ	22
نعتِ سعید	حضرتِ سعید بدر، لاہور	25
تضمین بر "شب جائیکہ من بودم"	نواب صدر یار جنگ رحمۃ اللہ علیہ	27
حضور ﷺ کا نسب نامہ	مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ، لاہور	29
رسول اللہ ﷺ کے آباؤ اجداد	شاہ مصباح الدین شکیل، کراچی	30
منقبت حضرت سیّدنا ہاشم رضی اللہ عنہ	ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم، سرگودھا	38
حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ	سیّد سجاد حیدر شاہ، حافظ آباد	39
قطعۂ تاریخِ رحلت حضرتِ ہاشم رضی اللہ عنہ	حضرت صاحبزادہ فیض الامین فاروقی رحمۃ اللہ علیہ، گجرات	41

قطعہ، تاریخِ وصال حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ	محمد صادق قصوری	42
منقبت در شان حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ	ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم، سرگودھا	43
منقبت سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ	پروفیسر رضاء اللہ حیدر، اوکاڑا	44
منقبت حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ	پروفیسر محمد امین انجم، اوکاڑا	46
سردارِ بنی ہاشم رضی اللہ عنہ	شاہ مصباح الدین شکیل، کراچی	47
حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ	محمد صادق قصوری	48
قطعہ، تاریخِ وفاتِ سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ	حضرت صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی رح	66
عظمتِ والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	ثاقب صاحب	67
والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا محمد منشا تابش قصوری	68
منقبت والدینِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم	پروفیسر فیض رسول فیضان، گوجرانوالہ	69
منقبت بحضور والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا سید محمد فاضل اشرفی، بھارت	71
منقبت والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	صاحبزادہ پیر محمد فیض الامین فاروقی رح	72
منقبت والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	بلال رشید، اسلام آباد	73
منقبت والدین کریمین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم	محمد اعجاز احمد القادری اویسی	74
ایمان والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتب	مولانا محمد ظفر علی سیالوی، چنیوٹ	76
منقبت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ	پروفیسر اِفضال احمد انور، فیصل آباد	82
منقبت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ	سید نصیر الدین نصیر گولڑوی رح	84

منقبت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ	بلال رشید، اسلام آباد	85
منقبت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ	بلال رشید، اسلام آباد	86
منقبت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ	ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم، سرگودھا	87
حضرت سیّدنا عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم	مفتی محمد شفیق رضا نقشبندی	88
زبان و دل سے کریں ہم ثنائے عبداللہ رضی اللہ عنہ	ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ	95
احوال و مناقب سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ	افتخار احمد حافظ قادری، راولپنڈی	98
مقامِ مزار حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ	ڈاکٹر شاکر کنڈان، سرگودھا	111
قطعۂ تاریخ رحلت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ	صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی، گجرات	113
سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے حضور	علامہ محمد شہزاد مجددی، لاہور	114
منقبت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا	سیّد نصیر الدین نصیر گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ	115
منقبت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا	سردار عبدالقیوم خاں طارق سلطانپوری رحمۃ اللہ علیہ	116
منقبت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا	پروفیسر فیض رسول فیضان گوجرانوالہ	117
منقبت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا	ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم، سرگودھا	118
قصیدہ بارگاہِ سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا	مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، گجرات	119
حضور کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کا نسب	مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ، لاہور	121
حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا	ڈاکٹر معظم حسین ضیغم / محمد صادق قصوری	122
اُم النبی علیہ السلام کے امتیازات اور قرآن	ڈاکٹر محمد صداقت علی فریدی	156

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا	افتخار احمد حافظ قادری، راولپنڈی	169
حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا	مولانا محمد فیض احمد اویسیؒ، بہاولپور	176
حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا سفرِ مدینہ	ڈاکٹر سیّد حامد حسن بلگرامیؒ	185
واہ رُتبہ تیرا سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا	مولانا محمد سرور قادری رضوی گوندلوی	187
بے ادبی کا سوچا اور خوف طاری ہو گیا	قاری غلام رسول قصوری، لاہور	191
خیال جو ذہن سے کبھی غائب نہیں ہوتا	ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن (مصر)	195
شعراُ کا نذرانۂ عقیدت بحضور سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، لاہور	201
قطعۂ تاریخِ وصال سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا	صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقیؒ، گجرات	218
فضائیں جھوم اُٹھیں	احسان بی اے، لاہور	219
قطعۂ سالِ اشاعت	صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی سیالویؒ	235

پیش لفظ

تاریخ بھی کتنی بے حس، بے رحم اور ظالم ہے جو حقائق سے صرفِ نظر کر جاتی ہے مگر غیر حقیقی واقعات کو دوام بخش دیتی ہے۔ تاریخ کی یہ ناانصافیاں صدیوں پر محیط ہیں۔ معروف مصری مصنّف ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے تاریخ کو ایک ایسے ارسٹوکریٹ دانش ور سے تشبیہ دی ہے جو ہمیشہ بڑوں کو ہی قابلِ اعتناء سمجھتا ہے اور چھوٹوں کو حقیر جان کر نظر انداز کر دیتا ہے۔ یہ بات کسی بڑے المیے سے کم نہیں ہے کہ غیر تو غیر، ہمارے مسلم مؤرخین نے بھی تاریخ اور سیرت کے کئی اہم ترین گوشوں سے چشم پوشی سے کام لیا ہے۔ اِسلامی تاریخ کے کئی اہم ترین واقعات، شخصیات اور مقامات کا ذِکر محض سرسری طور پر کر کے مؤرّخ آگے بڑھ جاتا ہے، کئی غیر اہم واقعات و شخصیات پر دفتروں کے دفتر سیاہ کر دیتا ہے۔ اس سنگدلانہ چشم پوشی کی وجہ سے سیرتِ طیبہ کے بعض نہایت اہم گوشے تشنۂ تحقیق رہ گئے ہیں اور جدید محققین کی نظروں سے بھی اوجھل چلے آتے ہیں مثلاً مکی عہدِ سیرت میں دارِ ارقم اور مدنی عہدِ نبوی ﷺ میں صفہ، تعمیرِ معاشرہ اور تشکیلِ اُمت میں مرکزی اور تاریخ ساز کردار رکھتے ہیں مگر ہمارے مؤرّخین ان کی تفصیل اور جزئیات بتانے سے قاصر ہیں۔ اِسی تسلسل میں شعبِ ابی طالب، بیعتِ عقبہ اُولیٰ و ثانیہ اور ہجرتِ حبشہ کی طرح ایک سرِ عنوان ''والدین مصطفیٰ ﷺ'' ہے۔ والدین کریمین مصطفیٰ ﷺ تو سیرتِ طیبہ کا نقطۂ آغاز اور بابِ اوّل ہیں مگر بدقسمتی سے اُن کی شخصیت اور زندگی کو تصنیف و تالیف کی دُنیا میں وہ مقام اور اہمیت

نہیں دی گئی جس کے وہ مستحق ہیں اور جو اُن کے شایانِ شان ہے۔

اربابِ سیر نے سیرتِ طیبہ اور اُسوۂ حسنہ کے بہت سے پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے، مگر سیرت کے اس اہم موضوع کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں کی گئی۔ ان کا تذکرہ بہت معمولی اور سرسری ہے حالانکہ اس موضوع کی عظمت کا تقاضا تھا کہ اس پر سیر حاصل لکھا جاتا۔ بے جا اور بلاسبب یہ بحثیں چھیڑی گئیں کہ وہ مومن تھے یا نہیں و العیاذ باللہ! اسلامی تاریخ کے اس ناروا پہلو کو اسلام دُشمن قوتوں نے اُچھالا اور اسے اسلام کے خلاف استعمال کیا۔ اِن نام نہاد دانش وروں نے سیّدنا مصطفیٰ ﷺ کی رُوحِ اطہر و اشرف کو اذیت پہنچا کر اپنی عاقبت برباد کی ہے۔ یہ بات باعثِ شرمندگی ہے کہ مسلم اہلِ قلم خصوصاً سیرت نگاروں نے والدینِ مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ اِنصاف نہیں کیا بلکہ اُن کی حق تلفی کی ہے۔

راقم السطور کا یقین نہیں بلکہ عقیدہ ہے کہ والدینِ مصطفیٰ ﷺ کی عظمت و فضیلت کو تسلیم کیے بغیر ثنائے مصطفیٰ ﷺ بیان کرنا مشکل ہے۔ ان کی پاکیزگی کی گواہی دیئے بغیر آپ ﷺ کی سیرت، محاسن، محامد اور اُسوۂ حسنہ کا ذِکر کرنا ممکن ہی نہیں کیونکہ والدینِ مصطفیٰ ﷺ کی پاکیزہ سیرت اصل میں سیرت النبی ﷺ کا اوّلین اور تابناک باب ہے بلکہ وہ بنیاد ہے جس پر سیرت و اخلاقِ نبوی ﷺ کی عظیم الشان عمارت اِیستادہ ہے۔

موضوع کی نزاکت کے اعتبار سے اور مؤلفِ محترم محمد صادق قصوری سے اِنتہائی قریبی تعلق کے لحاظ سے، اس کتاب کا پیش لفظ لکھنا مجھے بہت مشکل محسوس ہو رہا تھا۔ مؤلف محترم کا ذِکر محض تحدیثِ نعمت کے طور پر کر رہا ہوں کیونکہ پیش لفظ اپنی تنگ دامانی کے باعث تفصیلی ذِکر کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ میری نظریاتی جہت، مزاج اور اُفتادِ طبع کے استوار ہونے میں برادرِ محترم کا بڑا اثر ہے۔ میں سکول کا طالبِ علم تھا جب سے انھیں دن بھر اور رات گئے تک لکھتے اور مطالعہ کرتے دیکھ رہا ہوں۔ میٹرک پاس کر کے میں کالج میں داخل ہوا تھا تو وہ تصنیف و تالیف کی جنگاہ میں اُتر چکے تھے۔ اُن کی سختی، نرمی اور مزاج کے سبھی گوشوں اور پہلوؤں کو بھگت چکا ہوں تب جا کر زندگی کرنے اور قلم کو تھامنے کا کچھ سلیقہ آیا ہے۔ اُن کی

صحت اور سلامتی کے لیے دُعا گو ہوں اور قارئین سے بھی ملتمس ہوں کہ وہ انھیں اپنی خصوصی دُعاؤں میں یاد رکھیں۔

زیرِ نظر کتابِ مستطاب میں دلائل و براہین اور مستند حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کریمین اپنی زندگی میں پاک طینت، پاکباز اور بلند کردار تھے۔ اُن سے کوئی برائی اور شرک ثابت نہیں ہے۔ تحقیق کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جب تک کسی سے کوئی بُرائی ثابت نہ ہو اُس کے بارے میں کوئی سوئے ظن اور بدگمانی قائم کرنا ازخود گناہِ کبیرہ ہے۔ والدینِ مصطفیٰ ﷺ کا تعلق زمانۂ فترت سے ہے، اُن کا حق سے انکار کسی طور پر بھی ثابت نہیں ہے۔ اپنے والدین سے آپ ﷺ کا قلبی لگاؤ اور پیار ایک عملی ثبوت ہے کہ والدینِ مصطفیٰ ﷺ دینِ ابراہیمیؑ پر قائم تھے۔ اپنی جوانی کے اوائل ہی میں واصلِ حق ہو جانا اس بات کا اِشارہ ہے کہ وہ پاکیزہ، مطہّر اور معصوم تھے نیز دینِ توحید پر کاربند تھے۔

فاضل مؤلف نے جس تحقیق، محنت اور عقیدت سے اس کتاب کو تالیف کیا ہے وہ اُنھی کا خاصہ ہے۔ یہ کتاب اُن کے لیے ان شاء اللہ توشۂ آخرت ثابت ہوگی۔ اُمید واثق ہے کہ محبان و عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے یہ کتاب قلب و رُوح کی تسکین کا باعث بنے گی۔

(پروفیسر) غازی علم الدین
سابق پرنسپل
گورنمنٹ کالج افضل پور، میر پور، آزاد کشمیر

مقدمہ

بحمد اللہ آج محترم جناب میاں محمد صادق قصوری صاحب سے ٹیلی فون پر گفتگو ہوئی تو آپ نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ یہ احقر، آپ کی کتاب ''والدینِ مصطفیٰ ﷺ'' کے لیے ''مقدمہ'' تحریر کرے، لہٰذا یہ سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

ایں سعادت بزورِ باز و نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

رسولِ اکرم نورِ مجسّم فخرِ کُل عالم ﷺ کی نسبت سے کسی بھی ہستی کے بارے میں تقریر یا تحریر کے ذریعے اپنی عقیدت و محبّت اور قلبی واردات و جذبات کا اظہار بہت کٹھن اور نازک کام ہے۔ بقول نظیر شاہجہان پوری علیہ الرحمہ:

نظیر نعت تو کہتے ہو یہ خیال رہے
بڑے ادب کی ضرورت ہے اس ہنر کے لیے

☆

علماء و مشائخ اسلام کے فرمودات و ملفوظات اور اُن کی تحریرات و مقالات کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ کرنے اور اُن کا تجزیہ کرنے کے بعد ''والدینِ مصطفیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام'' کے حوالے سے مندرجہ ذیل تین نظریات سامنے آتے ہیں۔

۱۔ وہ زمانۂ فترت میں تھے لہٰذا اُن کے ایمان اور فضائل کے بارے میں خاموشی اختیار

کی جائے اور کوئی منفی تبصرہ یا توہین نہ کی جائے۔

۲۔ اُنہیں رسول اکرم ﷺ کی دُعا سے معجزاتی طور پر زندہ رکھا گیا اور وہ آپ علیہ الصّلوٰۃ پر ایمان لاکر دوبارہ قبور میں چلے گئے۔

۳۔ اُن پر ایمان لانا واجب نہ تھا، اس لیے وہ ایمان نہ لائے اور اُن کا معاملہ اللہ کریم جلّ جلالہٗ کے سپرد ہے۔

ان مذکورہ بالا تینوں نظریات کے علاوہ بھی نظریات ہیں مگر وہ زیادہ تر گمراہ کُن اور توہین آمیز ہیں۔لہٰذا ان کا تذکرہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ آئمہ اربعہ، امام بیہقی، امام عبدالرحمٰن جامؔی، امام جلال الدین سیوطی، امام احمد رضا خاں بریلوی، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی و دیگر سیرت نگاروں نے ''والدینِ مصطفیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام'' کے خاندان، اُن کی سرداری، اُن کی شرافت ونجابت، اُن کی جود وسخاوت، عظمت ورفعتِ شان اور اُن کی معاشی ومعاشرتی، سیاسی وتعلیمی مقام ومرتبہ کا بھرپور تذکرہ کیا ہے۔

عصرِ حاضر میں ماضی قریب کی ایک شخصیت ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن (بنت شاطی) مصری کی کتاب ''اُمّ النبی ﷺ'' بزبان عربی کی خاصی پذیرائی حاصل ہوئی اور اس کا اُردو ترجمہ محمد اصغر، کراچی نے کیا ہے، اور جناب میاں نیاز احمد نورانی نے اسے فیصل آباد سے، ادارہ شعور وآگہی کے حاجی شیخ محمد سعید صاحب کی زیرِ نگرانی طبع کرایا۔

تذکرہ نگاروں نے رسولِ کریم ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ آپ نہایت حسین وجمیل اور باکردار شخصیت کے حامل تھے اور آپ کی ولادت کے بعد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اپنی منّت پُوری کرنے کے لیے یک صد (۱۰۰) اونٹوں کی قربانی دی تھی۔ اسی لیے حدیثِ مبارکہ ہے:

> ''انا ابن الذبیحین'' (میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں) یعنی پہلی قربانی حضرت اسماعیل علیہ اسلام کی اور دوسری آپ کے والدِ محترم حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔''

☆

تذکرہ نگاروں نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ کی مروہ پہاڑی کی طرف چند دُکانیں تھیں جو آپ نے درزیوں کو اس شرط پر کرائے پر دی ہوئی تھیں کہ وہ کسی عورت کا کپڑا سینے کے لیے اُس کے بدن کا ماپ نہیں لے گا بلکہ اُس کے ناپ کے لیے اُس کے کپڑے منگوا کہ اُن سے ناپ لے گا۔ اس مثال سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاکیزہ سیرت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

تیری صورت سے نہیں ملتی کسی کی صورت
ہم جہاں میں تیری تصویر لیے پھرتے ہیں

رسول کریم ﷺ کے آباؤ اجداد میں کوئی بھی شرک اور زنا وغیرہ کبیرہ گناہوں میں ملوث نہ ہوا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَتَقَلُّبَکَ فِیْ السَّاجِدِیْن''

(اور آپ کو سجدہ کرنے والوں میں منتقل کیا گیا۔)

اسی طرح احادیثِ مبارکہ میں ارشاد ہے:

''اَنَا مِنَ النکاح ولا من السفاح''

(میں نکاح سے ہوں اور زنا سے نہیں ہوں۔)

اسی طرح ایک اور روایت میں آتا ہے کہ:

''میری کوئی نانی یا دادی بغیر نکاح کے نہیں رہی۔''

☆

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے بارے میں تمام سیرت نگاروں نے تواتر کے ساتھ یہ تحریر کیا ہے کہ آپؓ سے عرب کے بڑے بااثر قبائل کی دولت منداور حسین عورتیں نکاح کی خواہش مند تھیں اور بعض نے آپؓ کو دعوتِ گناہ بھی دی مگر (بفضل خدا) آپؓ پاک دامن رہے۔ جب آپ سے وہ نورِ محمدی ﷺ، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا میں منتقل ہو گیا تو اُن

عورتوں نے آپؐ سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے توجیہ پیش کی کہ ہم تو اُس نُور کو حاصل کرنے کی خواہشمند تھیں جو آپؐ کی پیشانی میں چمکتا تھا لیکن وہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے نصیب میں تھا۔

اِک عمر گزاری ہے آغوشِ حوادث میں
چاہیں بھی تو اب ہم سے کنارہ نہیں ہوتا

☆

رسول کریم ﷺ کی والدہ ماجدہؓ نے دورانِ حمل کے خواب اور معجزات بیان کئے ہیں، جن میں سے چند معجزات درج ذیل ہیں:

۱۔ بوقتِ پیدائش اتنا نُور پھیل جانا کہ جس کی روشنی میں رُوم اور شام کے محلات نظر آنے لگے۔
۲۔ پیدا ہوتے ہی ساتھ، اللہ عزّوجلّ کی بارگاہ میں سجدہ کر کے اُس کی تسبیح کرنا۔
۳۔ انبیاء ورُسل علیہم السّلام کی ازواج واُمہات کا تشریف لانا۔
۴۔ آلائش سے پاک اور مختون ہونا۔
۵۔ غیب سے محمد ﷺ کے نامِ پاک کی بشارت سننا وغیرہ۔

☆

رسول کریم ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی ولادت سے چند ماہ قبل مدینہ منورہ میں اپنے ننھیال قبیلہ بنو نجار میں وفات پائی اور وہیں سپردِ خاک کیے گئے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اُس دور کے رواج کے مطابق آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا، جن کے پاس آپ نے پانچ سال گزارے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا، آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو آپ کی والدہ سے ملانے لاتی رہیں اور جب معجزہ ''شقِ صدر'' ہوا تو اُس کے بعد آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے پاس پہنچا دیا۔

☆

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چھ برس کی ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہؓ آپ کو لے کر اپنے ننھیال مدینہ منورہ پہنچیں۔ وہاں سے واپسی پر آپ علیہ السّلام کے والد ماجدؓ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کے لیے رُکیں۔ یہاں آپؓ کو سخت بخار ہو گیا اور آپؓ اسی میں دارِ فانی سے دار البقا کو کوچ فرما گئیں۔ وفات سے پہلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے صاحبزادے حضرت محمد ﷺ کی تعریف کی اور آپ ﷺ کو چند نصیحتیں بھی کیں۔ ''مقامِ ابواء'' میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر مبارک بنائی گئی۔ یہ دلدوز سانحہ ۵۷۷ء میں پیش آیا۔

☆

رسول کریم ﷺ نے والدین کے حقوق کی ادائیگی پر بہت زور دیا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

''اگر میری والدہ مجھے آواز دیتیں اور میں نماز پڑھ رہا ہوتا تو نماز چھوڑ کر اُن کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔''

☆

محترم جناب میاں محمد صادق قصوری صاحب نے اس کتاب میں رسول کریم ﷺ کی محبّت میں آپ کے والدینِ کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبّت کرنے کا بھی درس دیا ہے۔ اللہ کریم جلّ جلالہٗ سے دُعا ہے کہ وہ مؤلف موصوف کو صحت و سلامتی کے ساتھ درازیٔ عمر نصیب کرے اور آپ کی خدماتِ جلیلہ اور مساعیٔ جمیلہ کو توشۂ آخرت بنائے اور قارئین کرام کو سعادتِ دارین عطا فرمائے! آمین۔

بجاہِ طٰہٰ و یٰسین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام۔

احقر (ڈاکٹر) ناصر الدین صدیقی غفرلہٗ
جامعہ کراچی، کراچی،
سیل نمبر 0346-4005315

حرفِ صادق

سوادِ اعظم اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ "والدینِ مصطفیٰ ﷺ" کی محبت فرضِ عین ہے۔ وہ دینِ ابراہیمیؑ پر قائم تھے اور بتوں سے بالکل نفور تھے اور اپنے باپ حضرتِ ابراہیم علیہ السّلام کی دُعا کے نتیجے میں توحید پرست تھے، جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

"اور یاد کرو، اے محبوب (ﷺ) اُس زمانے کو جب ابراہیم علیہ السّلام نے اللہ (جلّ جلالہٗ) کی بارگاہ میں دُعا کی، کہ اے ہمارے ربّ! اس شہر کو امن والا بنا، اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پلیدی سے محفوظ فرما، ہم صرف تیری ہی عبادت کریں۔" (سورہ بقرہ: ۱۲۶)

☆

ایک دفعہ پھر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے بارگاہِ خداوندیؑ میں عرض کیا:

"اے میرے رب (جلّ جلالہٗ)! مجھے اور میری اولاد کو اپنی بارگاہِ صمدیّت میں جھکنے والا بنا، نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اے ہمارے ربّ! ہماری تمام دُعاؤں کو قبول فرما، اے ہمارے ربّ! میری مغفرت فرما اور ہمارے والدین کی مغفرت فرما اور قیامت تک تمام اہلِ ایمان کی مغفرت فرما۔" (سورہ ابراہیم: ۴۰)

☆

اس سلسلہ میں "وجاہتِ والدینِ مصطفیٰ ﷺ اور قرآن" کے فاضل مصنّف ڈاکٹر محمد صداقت علی فریدی تحریر فرماتے ہیں کہ:

"واہ سُبحان اللہ! کیا شان ہے، نسبِ مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کی، اس پُورے

نسبِ اقدس کے اندر توحید باری تعالیٰ (جلّ شانہٗ) کے نور کے جلوے کی رعنایاں بھی رہیں، قیامِ نماز کی نیاز مندیاں بھی ہیں، لوگوں کے لیے یہ قبلۂ محبت و عقیدت بھی رہے، پھلوں کے رزق سے مالا مال بھی ہوتے رہے، خداؑ کے شکر گزار بندے بھی رہے، کائنات میں صاحبِ عظمت بھی رہے، صاحبِ رفعت و مقام بھی رہے، حتیٰ کہ جدّ الانبیاءؑ کے والدین کی مغفرت کا بھی قرآن حکیم نے اعلان کر دیا اور یہ دُعائے خلیلؑ اتنی مقبول ہوئی کہ اسے قیامت تک ہر نمازی کی نماز کا حصہ بنایا گیا۔"

☆

اس کتاب میں احقر نے "والدین و خاندانِ مصطفےٰ ﷺ" کی شان، عظمت اور رفعت کا ذکر کرنے کی سعی کی ہے۔ اگر حضور سیّد کائنات فخرِ موجودات ﷺ کی بارگاہِ بیکس پناہ میں شرفِ قبولیّت پا سکے تو میری بڑی خوش قسمتی ہوگی۔ اس کتاب کی ضرورت و اہمیّت کے بارے میں جناب محترم ڈاکٹر ناصر الدین صاحب کراچی یونیورسٹی کراچی اور میرے برادرِ عزیز پروفیسر غازی علم الدین صاحب (وطن عزیز کے ممتاز ادیب، مصنّف اور دانشور) نے اپنے "مقدمہ" اور "دیباچہ" میں وہ سب کچھ تحریر کر دیا ہے، جو میں چاہتا تھا۔ اُن کی اس محبّت و شفقت اور صادق نوازی کے لیے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں۔ اللہ کریم جلّ شانہٗ ہر دو حضرات کو جزائے خیر سے نوازے اور اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

☆

علاوہ ازیں جن احباب اور دوستوں نے اس نہایت ہی مبارک کتاب کی تیاری اور طباعت و اشاعت کے سلسلہ میں جو بھی تعاون کیا، اُن کا بھی شکر گزار ہوں اور دعا گو بھی۔ اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ ان سب کو دِین و دُنیا اور آخرت میں خوش و خرم رکھے اور ان کو اِس اَمر کی توفیق، ہمت اور استطاعت بخشے کہ وہ اس کارِ خیر میں بدستور تعاون فرماتے رہیں۔
آمین ثم آمین بجاہ سیّد المرسلین ﷺ۔

خاکِ راہِ مدینہ

محمد صادق قصوری

حمدِ باری تعالیٰ جلّ جلالہٗ

یا رب! تو دو جہاں کا پروردگار ہے
تیرے کرم سے گلشنِ کُن پر نکھار ہے

رعنائیِ چمن ، یہ بہاروں کا بانکپن
تیرے جمال و حسن کا آئینہ دار ہے

ہر ذرّہ تیری قدرتِ کامل کا شاہکار
قائم تجھی سے گردشِ لیل و نہار ہے

شہ کو گدا کرے، تو گدا کو بادشاہ
تو بزمِ کائنات میں ذِی اختیار ہے

روشن ہیں تیرے نُور سے قلب و نظر مرے
اور تیرا ذکر وجہِ سکون و قرار ہے

عاصی ہے ، پُر خطا ہے ، گنہگار ہے قمرؔ
بخشش کا تجھ سے حشر میں اُمیدوار ہے

— حضرتِ قمرؔ یزدانیؒ —

پنوانہ ضلع سیالکوٹ

نعتِ شاہِ کونین ﷺ

(یہ نعت حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ نے حضورِ پُرنور ﷺ کے سامنے پڑھی اور اجازت لے کر پڑھی۔ اس پر حضورِ اکرم نورِ مجسّم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے کلماتِ تحسین فرمائے۔ (قصوریؔ)

مِنۡ قَبۡلِھَا طِبۡتَ فِیۡ الظِّلَالِ وَفِی
مُسۡتَوۡدَعٍ حَیۡثُ یُخۡصَفُ الۡوَرَق،

(اِس دُنیا میں آنے سے پہلے آپ ﷺ سایۂ خاص میں تھے اور اُس منزلِ محفوظ میں، جہاں پتوں سے بدن ڈھانپے جاتے تھے۔ (یعنی جنّت میں)

ثُمَّ ھَبَطۡتَ البلادَ وَلا بَشَرٌ
اَنۡتَ وَلا مُضۡغَۃٌ وَلا عَلَق،

(پھر آپ ﷺ اُس جنت سے اُترے اور بستیوں میں پہنچے، حالانکہ ابھی آپ ﷺ نہ تو "بشر" ہی تھے نہ، "مضغہ گوشت" نہ "لہو کی بوند")

بَلْ نُطْفَةٍ تَرْكَبُ السَّفِيْنَ وَقَدْ
اَلْجَمَ نَسْراً وَاَهْلَهُ الْغَرَق،

(بلکہ وہ ماءِ مقطر جو کشتیوں پر سوار تھا، اُس وقت جب پانی کی موجیں پہاڑ کی چوٹی کو چھورہی تھیں اور باشندگانِ سرزمین ڈوب چکے تھے۔)

تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ اِلٰی رِحَمٍ
اِذَا مَضٰی عَالَمٌ بَدَا طَبَق،

(یہ ماءِ مقطر صلب سے رحم کی طرف منتقل ہوتا رہا اور جب ایک عالم اِسی طرح گزر چکا، تب سطحِ زمین اُبھری اور وہ احوال پیدا ہوئے، جن میں جماعتیں نمودار ہوئیں۔)"

وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِيْلِ مُكْتَتِمًا
فِیْ صُلْبِهٖ اَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِق،

(آپ ﷺ آتشِ خلیلؑ میں بھی اُترے، چھپے ہوئے، اُنؑ کے صلب میں آپ ﷺ ہی تو تھے۔ پھر آگ سے وہ بھلا کس طرح جلتے!)

حَتّٰی احْتَوٰی بَيْتُكَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ
خِنْدِفٍ عَلْيَآءَ تَحْتَهَا النُّطُق،

(یہاں تک کہ آپؐ کی حفاظت آپؐ کے اُس محافظ گھرانے نے کی جو خندف جیسی بلند مرتبہ خاتون کا ہے۔ وہ بلند مرتبہ خاتون جس کا دامن

قدموں میں لوٹتا تھا، اُس خاتون کی شان وشوکت یہ تھی، وہ قبیلۂ خندف تمام قبائل میں سب سے اعلیٰ واشرف وافضل تھا۔")

(خندف اُم ملاکہ بن الیاس کا لقب ہے جو بہت اُوپر کی پشت میں حضورِ اکرم ﷺ کی دادی تھیں۔)

فَنَحْنُ فِی ذَلِکَ الضِّیَآءِ وَفِی النُّورِ
وسُبُلَ الرَّشَادِ نَخْتَرِق،

(تو اب ہم لوگ سب اُسی روشنی اور اُسی نُور میں ہیں اور رشد و ہدایت واستقامت کی راہیں نکال رہے ہیں۔)

(یہ نعت، مولانا سیّد حسن مثنیٰ ندوی رحمتہ اللہ علیہ کے مضمون "جشنِ میلادالنبی ﷺ" مطبوعہ ماہنامہ "سیارہ ڈائجسٹ" لاہور بابت نومبر ۱۹۷۳ء کے صفحہ ۴۵۴ سے نقل کی گئی ہے۔)

اس نعت کے بارے میں مضمون نگار لکھتے ہیں:

"حضورِ اکرم ﷺ کی طرف سے یہ نعت سن کر کلماتِ تحسین فرمائے گئے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ جو کچھ اِن اشعار میں کہا گیا ہے، اُن کی بھی تصدیق ہوگئی۔ ورنہ کسی پہلو سے بھی اِن اشعار میں کوئی نقص ہوتا تو حضور ﷺ وہیں اس کی تصحیح فرمادیتے۔" (قصوریؔ)

نعتِ سعید

رواں ہوں جانبِ طیبہ بہ دلِ ترسیدہ ترسیدہ
خمیدہ سَر ، بچشمِ نم ، قدم لرزیدہ ، لرزیدہ

بہ لطفِ خالقِ ہستی ، مدینہ نُور کی بستی
مکاں اُس کے، مکیں اُس کے، ہیں سب تابیدہ تابیدہ

سعادت کی وہ رات آئی ، نویدِ جاں فزا لائی
ہوا داخل مدینہ پاک مَیں گُل چیدہ گُل چیدہ

کھڑا ہے بے نوا کوئی ، درِ رحم و شفاعت پر
کہاں تابِ نظر اُس کو ، مگر دُزدیدہ دُزدیدہ

شفاعت آپؐ کی ہو گی تو میری مغفرت ہو گی
میں نادم ہوں کہ گزری زندگی لغزیدہ لغزیدہ

نسیمِ جاں فزا جا کر یہ کرنا عرض حضرتؐ سے
ہے خادم آپؐ کا نالہ بلب ، رنجیدہ رنجیدہ

فراق و ہجر کی شدّت میں ازبس بے قراری ہے
رہے کب تک طپیدہ ، یہ دل کاہیدہ کاہیدہ

تمنّا ہے مری آقاؐ! کہ بڑھ کر چوم لوں جالی
مَیں جا پہنچوں مگر طلبیدہ طلبیدہ

سرِ فاراں جوؐ چمکا ، کبھی مہرؐ ہدیٰ بن کر
اُسیؐ کی روشنی سے ہے جہاں رَخشیدہ رَخشیدہ

مدینے کے در و دیوار جب سے دیکھ آیا
عجب صورت میری ہے رُوح رقصیدہ رقصیدہ

ہے وَاماندہ و دَرماندہ شکستِ قلب افسردہ
کرم ہو رحمتِؐ عالم! برایں ، نالیدہ نالیدہ

عطا ہو مجھ کو بوصیریؒ کی صورت چادرِ رحمت
ریاض الجنّہ میں حاضر رہوں ، رَقصیدہ ، رَقصیدہ

بلاوا آ گیا تو اَوجِ قسمت کیا کہنا
خوشی کی اِنتہا ہو گی نمدیدہ ، نمدیدہ

طلوعِ بدر پر گائے تھے نغمے خوش نواؤں نے
اُنھیں کی لے سے رُوحِ بدؔر ہے رقصیدہ رقصیدہ

(صاحبزادہ محمد سعید احمد بدؔر القادری المعروف سعید بدر، لاہور)

(بشکریہ سہ ماہی مجلّہ ''نویدِ سحر'' کاہنہ نو، لاہور بابت اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۹ء، ص ۱۷)

محمدﷺ شمعِ محفل بود شب جائیکہ من بودم

قیامت کا سماں تھا اور محشر خیز تھا عالم
متاعِ ہوش پر گرتی تھیں ہر سُو بجلیاں پیہم
صفیں تھیں جلوۂ قاتل سے ساری درہم و برہم
نمی دانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم

بہر جا رقصِ بسمل بود شب جائیکہ من بودم

پری رُوئے سمن بوئے سراپا ناز دلدارے
بہ گیسو غیرتِ سنبل بعارض رشکِ گلزارے
بلائے ہوش عیارّے ستمگارے جفا کارے
پری پیکر نگارے سروبالا لالہ رُخسارے

سراپا آفتِ دل بود شب جائیکہ من بودم

غضب کی کشمکش تھی حوصلہ فرسا تھے سب ساماں
اِدھر تو تھے بھرے دل میں ہزاروں حسرت وارماں
اُدھر دل خوفِ افشا سے بسان بید تھا لرزاں
رقیباں گوش بر آواز اُودر نازِ من ترساں

سخن گفتن چہ مشکل بود شب جائیکہ من بودم

جگر بریاں نفس سوزاں نظر ششدر عجب منظر
بھیانک تھی شبِ تاریک وحشت خیز بام و دَر
پریشاں ہوش سرتا سر سمجھ مختل خرد مضطر
فغاں برلب الم درِ دل قلق درجاں اجل برسر

بلا ہائے تو نازل بود شب جائیکہ من بودم

بیابانِ طلب میں موجزن ہے آگ کی اِک رو
شراروں سے پکار اُٹھتے ہیں جس کے الحذر رہرو
یہ دامن جھاڑ کر بولا پڑا جس پر ذرا پرتو
مرا از آتشِ عشقِ تو دامن سوخت اے خسرؔو

محبّت شمعِ محفل بود شب جائیکہ من بودم

تعالیٰ اللہ زہے طالع میں جا پہنچا کہاں خسرؔو
جہاں چرخِ نہم کا بھی نہ تھا نام و نشاں خسرؔو
صفت اُس بزمِ اعلیٰ کی کروں کیونکر بیاں خسرؔو
خدا خود میرِ مجلس بود اندر لامکاں خسرؔو

محمدؐ شمعِ محفل بود شب جائیکہ من بودم

(۱۹۔ ربیع الاوّل شریف ۱۳۵۳ھ)
(نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں حسرؔت شروانیؒ)

(بشکریہ سہ ماہی ''العلم'' کراچی بابت جولائی تا ستمبر ۱۹۹۸ء، صفحہ ۶۹)

حضور ﷺ کا نسب مبارک

حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ بن حضرت سیّدنا عبداللہ بن حضرت سیّدنا عبدالمطلب (اصل نام شیبہ ہے) بن سیّدنا ہاشم (اصل نام عمرو ہے) بن عبد مناف (اصل نام مغیرہ ہے) بن قصیٰ (زید) بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہے۔

عدنان سے آگے کے بارے میں اِختلاف ہے۔ بعض نے چالیس، بعض نے تیس سے زائد اور بعض نے اس سے اقل بیان کیے ہیں اور وہ یہ ہیں:

''بنو قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن تارخ بن ناحور بن اسرع بن ازعوا بن فالغ بن عابر بن شالح بن ارفغشذ بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلح بن احنوخ (ادریس علیہ السّلام) بن یارذ بن مھلایل بن قینان بن انوش بن شیث ھبۃُ اللہ بن آدم علیہ السّلام''

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ق:۱،۳،۴)

(بشکریہ ''ایمانِ والدینِ مصطفیٰ ﷺ''، مفتی محمد خان قادری، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۶۶)

رسول اللہ ﷺ کے آباؤ اجداد

ترجمہ: (اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔)

(سورہ الحجرات:۱۳)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جل جلالہ، نے اولادِ ابراہیمؑ سے اسمٰعیلؑ کو چنا اولادِ اسمٰعیلؑ سے کنانہ کو چنا اور بنی کنانہ سے قریش کو چنا۔ قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم سے مجھے منتخب فرمایا۔'' (صحیح مسلم، کتاب الفضائل)

سرورِ کائنات ﷺ کا شجرہ مبارک یوں ہے۔ ابوالقاسم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے نسب کا ذکر فرمارہے تھے، جب یہ سلسلہ عدنان تک پہنچا تو ارشاد ہوا، یہاں سے اُوپر تک اہلِ نسب نے غلط بیانی کی ہے۔ اہلِ تاریخ کا خیال ہے کہ عدنان، حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام

کے قیدار نامی صاحبزادے کی ۳۷ ویں پشت میں پیدا ہوئے۔ قریشی نسب فہر پر ختم ہوتا ہے۔ ان ہی کا لقب ''قریش'' تھا۔ اس سے پہلے والے ''کنانی'' کہلاتے ہیں۔

فہر ہی کے زمانے میں حمیری خاندان کے بادشاہ حسان بن کلال نے بیت اللہ کے پتھر یمن لے جا کر کعبہ بنانے کی کوشش کی تا کہ حج کا عظیم اجتماع وہاں ہو۔ فہر نے تمام قبائل کی مدد سے اُسے شکست دی۔ شاہِ یمن گرفتار ہوا اور تین سال بعد زرِ فدیہ ادا کر کے رہائی پائی۔ دلیری کے اس واقعہ نے فہر کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔

اسی فہر کی چھٹی پشت میں ایک عظیم شخص قصیٰ پیدا ہوا۔ اُس نے قریش کے منتشر قبائل کو مکہ میں آباد کیا۔ تجارتی کاروانوں کو منظّم کیا۔ فرزندانِ حضرت اسمٰعیلؑ کے بعد وہ بہت با اختیار ہوا۔ ۴۴۰ء میں کعبہ کی تولیّت حاصل کی۔ مکہ کا اِنتظام قریش کے خاندانوں میں تقسیم کیا۔ دارالندوہ (ایوانِ حکومت یا پارلیمنٹ) بنایا اور اُس کا دروازہ بیت اللہ (حرم) کی جانب رکھا۔

مکہ کی شہری مملکت کے چودہ عہدے تھے جو قریش کے دس قبائل میں تقسیم کر دیئے گئے۔ فہر نے اِن پر ''بیت اللہ'' کی اہمیت واضح کرتے ہوئے کہا:

''حجاج صدہا کوس کی مسافت طے کر کے حرم کی زیارت کے لیے آتے ہیں، اُن کی میزبانی ہمارا فرض ہے۔''

اس پر سب نے سالانہ رقم مختص کی۔ چرمی حوض بنا کر پانی کا معقول اِنتظام کیا۔ منیٰ میں کھانے کی فراہمی کی ذمہ داری لی۔ قصیٰ کے بعد سیاسی فرائض کسی فرد میں دوبارہ جمع نہ ہو سکے۔ مکہ کی شہری مملکت میں قریش کے حسب ذیل دس قبائل کی سیادت قائم ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت اِن خاندانوں کے سربراہوں کا شجرہ قبائل سے متعلّق کام کا مختصر تعارف درج ہے۔

ا۔ بنی ہاشم (رسول اللہ ﷺ کا خاندان)

ان کے عہدے ''سقایہ'' اور ''عمارہ'' کہلاتے تھے یعنی زائرینِ بیت اللہ کے

خورد ونوش کی ذمہ داری خصوصاً پانی کی فراہمی۔ ہاشم کے بعد عبدالمطلبؓ سردار ہوئے۔ اُن کے بیٹوں میں زبیر، ابوطالب اور حضرت عباسؓ اس عہدہ کے ذمہ دار رہے۔ (عبدالمطلبؓ بن ہاشم بن عبدمناف بن قصیٰ)

۲۔ بنی اُمیہ

اُمورِ افواج کی ذمہ داری، قومی جھنڈے عقاب کو اُٹھانے اور جنگ کی صورت میں سپہ سالاری کے فرائض انجام دینا۔ (حرب بن اُمیہ بن عبدالشمّس بن عبدمناف بن قصی) بعثت کے وقت ابوسفیان بن حرب سردار تھے۔

۳۔ بنی نوفل

اُمورِ رفادہ یعنی غرباء کی نگرانی اور مدد کی ذمہ داری اس خاندان کے سپرد تھی۔

۴۔ بنی عبدالدّار

اُمورِ حجابت یعنی بیت اللہ کو زائرین کے لیے کھولنا اور بند کرنا۔ کلیدِ کعبہ کی حفاظت کرنا۔ بعثت کے وقت عثمان بن طلحہ کلید بردار تھے۔

۵۔ بنی اسد

شعبہ مشاورت اور دارالندوہ کے اِنتظامات اس خاندان سے متعلّق تھے۔ اہم امور میں دارالندوہ میں باہمی صلاح ومشورے سے مسائل طے ہوتے۔ یزید بن زمعہ بعثت کے وقت ذمہ دار تھا۔

۶۔ بنی تیم

اُمورِ قصاص ودیت، خون بہا کا تعین، تاوانِ جنگ اس خاندان کے سپرد تھے۔ عدل وانصاف کے اس محکمہ کے سردار حضرت ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔

۷۔ بنی عدی

اُمورِ سفارت یعنی دیگر قبائل وممالک میں بنی قریش کی نمائندگی کے فرائض انجام

دینا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ذمہ دار تھے۔

۸۔ بنی مخزوم

امورِ جنگ میں سے قبہ یعنی فوجی کیمپ کا انتظام۔ بعثت کے وقت یہ عہدہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے والد ولید بن مغیرہ کے پاس تھا۔ امورِ جنگ کا دوسرا شعبہ اعنّہ یعنی سواروں کے دستوں کی سپہ سالاری بعثت کے وقت عمرو بن ہشام یعنی ابوجہل کے سپرد تھی۔ یہ دونوں اہم عہدے بنی مخزوم کے پاس تھے۔

۹۔ بنی جمح

اُمورِ السیار یعنی استخارہ کی خدمت۔ ظہورِ اسلام کے وقت فال نکالنے کا یہ کام اُمیہ بن خلف پھر اُس کے بیٹے صفوان کی نگرانی میں رہا۔

۱۰۔ بنی سہم

اُمورِ اُموالِ محجرہ؟ یعنی خانہ کعبہ کے چڑھاوے اور نذرانہ کی حفاظت۔ دوسرے الفاظ میں محکمہ مال و خزانہ۔ بعثت کے وقت حارث بن قیس یہ کام انجام دے رہا تھا۔

ہاشم بڑے حوصلہ مند، سخی اور دُور اندیش سردار تھے۔ مکہ کی خوشحالی کے لیے قریش کے تجارتی کاروانوں کی طرح ڈالی۔ اُنہیں محفوظ بنانے کی خاطر شاہراہِ تجارت پر بسنے والے قبائل سے دوستی کے معاہدات کیے۔ شام کے عیسائی حکمرانوں، حبشہ کے بادشاہ نجاشی اور رُوم کے شہنشاہ قیصر سے تعلّقات قائم کر کے محصول معاف کروالیا۔ اب ایک ایک ہزار اُونٹوں کے تجارتی کاروان موسم سرما میں یمن اور حبشہ اور موسم گرما میں شام و فلسطین بلکہ ایشائے کوچک تک جانے لگے۔ اس تجارت میں قریش کا ہر خاندان سرمایہ لگاتا اور ایک درہم پر ایک درہم منافع کماتا۔ یہی اُن کا ذریعہ معاش تھا۔ سورہ قریش میں اس کا ذکر ہے۔

☆

ایک بار مکہ میں سخت قحط پڑا تو ہاشم شام و فلسطین سے گیہوں اور آٹا لائے۔ اپنے

اونٹوں کو ذبح کر کے شوربہ پکوایا۔ روٹی کے ٹکڑے شوربے میں بھگو کر قحط کے دنوں میں اہلِ مکہ کو کھلاتے رہے۔ اِسی لیے اُن کا نام ہاشم (ٹکڑے کھلانے والا) پڑ گیا۔ ورنہ اُن کا اصلی نام ''عمرو'' تھا۔ سخاوت کے کاموں کی وجہ سے مکہ والے اُنہیں ''ابوالبطحا'' اور ''سیّد البطحا'' کے لقب سے پکارتے تھے۔ ہاشم کی اقبال مندی اُن کے بھتیجے اُمیہ بن عبدالشمسؓ کو کھٹکتی تھی۔ دستور کے موافق مجلسِ مفاخرت میں معاملہ پیش ہوا۔ ثالت نے ہاشم کی برتری کا فیصلہ دیا، اُمیہ کو جلاوطنی کی سزا دی۔ اسی واقعہ نے بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کے درمیان عداوت کا بیج بو دیا۔ ۵۱۰ء میں ہاشم ایک تجارتی کاروان لے کر غزہ گئے اور بیمار پڑ کر وہاں وفات پائی۔ یہی ہاشم، رسول اللہ ﷺ کے پردادا تھے۔

☆

اب مکہ کی سیادت عبدالمطلبؓ کے حصہ میں آئی۔ اُن کی والدہ یثرب (مدینہ) کے قبیلہ بنی نجار کی سلمہ بنت زید تھیں۔ عبدالمطلبؓ وہیں پیدا ہوئے اور پرورش پائی۔ اُن کا نام عامر اور لقب شیبہ (بوڑھا) تھا۔ اُن کے کچھ بال پیدائشی طور پر سفید تھے۔ اُن کے چچا مطلب انہیں مکہ لائے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ مذاق سے اُنہوں نے اپنا غلام کہہ دیا۔ جب ہی سے اُن کا نام عبدالمطلبؓ پڑ گیا۔ بڑے ہو کر عبدالمطلبؓ نہایت سمجھ دار، فیاض اور ذی وجاہت انسان ثابت ہوئے۔ ہر مصیبت میں قریش کے پشت پناہ ہوئے۔ ان خوبیوں کی وجہ سے لوگ اُنہیں ''شیبۃ الحمد'' پکارنے لگے۔ قریش کا عام خیال یہ تھا کہ وہ دوسرے حضرت ابراہیم علیہ السّلام ہیں۔ اُن ہی کے زمانے میں حبشہ کے بادشاہ نجاشی کا صوبہ یمن کا گورنر ہاتھیوں کی فوج کے ساتھ مکہ پر حملہ آور ہوا۔ یہ واقعہ ۵۷۱ء میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت (باسعادت) سے ۵۰ تا ۵۵ دن پہلے کا ہے۔

☆

ابرہہ کی فوج میں کل ۱۳ ہاتھی تھے۔ حبشہ کے نجاشی کا خصوصی دیو پیکر ہاتھی ''محمود'' آگے آگے تھا۔ اللہ تعالیٰ (جل جلالہٗ) نے ''اصحابِ فیل'' کے ساتھ جو معاملہ کیا، اُس کی پہلی

اطلاع عبدالمطلبؓ کے چہیتے بیٹے عبداللہؓ لائے۔ باپ نے اعلان کیا۔۔۔ "لوگو! عبداللہؓ تمہارے پاس بشیر ونذیر کی حیثیت میں آئے ہیں۔" کیفیت سن کر مکہ والوں نے کہا۔۔۔ "تم پہلے ہی سے بابرکت ہو، جب سے پیدا ہوئے لیکن یُمن وسعادت کے ساتھ رہے۔"

☆

عبدالمطلبؓ دینِ ابراہیمیؑ کے پیروکار تھے۔ وہ قریش کے پہلے شخص تھے جو ماہِ رمضان میں غارِ حرا میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے۔ اُن کا سب سے بڑا کارنامہ "بئرِ زمزم" کو ڈھونڈ نکالنا تھا جو بنی جُرہم نے مکہ سے بے دخل کیے جانے پر پاٹ دیا تھا۔ اس پر صدیاں گزر گئیں۔ عبدالمطلبؓ کو زم زم کی بڑی تلاش تھی۔ اُنہیں خواب میں یہ جگہ دکھائی گئی، یہاں قریش اپنے اونٹ ذبح کیا کرتے تھے۔ سردارِ مکہ نے کنویں کو کھودنا چاہا تو مکہ والوں نے قربان گاہ کے کھودنے میں بتوں کی ناراضی کا اندیشہ کیا۔ کوئی اس کام کے لیے تیار نہ ہوا۔ آخر اپنے اکلوتے بیٹے حارث کی مدد سے خود ہی کھدائی کرنے لگے۔ قریش کے سلوک کو دیکھ کر ربِ کعبہ کے حضور منت مانگی کہ "اگر میرے دس بیٹے ہوئے اور جوان ہو کر قوتِ بازو بنے تو اُن میں سے ایک تیری بارگاہ میں قربان کر دوں گا۔" کھدائی سے چاہِ زمزم زمزم نکل آیا۔

☆

اُنہوں نے چھ شادیاں کیں، جن سے دس لڑکے اور چھ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ سب سے چھوٹے بیٹے عبداللہؓ بڑے حسین، فیاض اور پاکباز تھے۔ اُن کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو تھا جو بنی نجار کی خاتون تھیں۔ جب عبدالمطلبؓ کے دس بیٹے جوان ہوئے، اُنہیں اپنی منت پوری کرنے کا خیال آیا۔ خانہ کعبہ میں فال نکالا تو عبداللہؓ کا نام نکلا۔ قربانی کے لیے تیار ہو گئے تو خاندان والوں نے مزاحمت کی اور عبداللہؓ کی بہنوں نے رو رو کر برا حال کر لیا۔ قریش کے بزرگوں نے کہا کہ اگر آپ نے یہ قربانی کر ڈالی تو پھر انسانی قربانی کا رواج پڑ جائے گا۔ اس بدترین رسم کے آپ "بانی قرار" دیئے جائیں گے۔ پوچھا! پھر میں کس طرح اپنی قسم کو پورا کروں۔ معاملہ حجر کی کاہنہ "قطبہ" پر چھوڑ دیا گیا۔ حجاز کی اس کاہنہ کا نام "سجاح"

بھی آیا ہے۔ اُس نے فیصلہ سے پہلے پوچھا۔ تمہارے ہاں آدمی کا خون بہا کیا ہے؟ بتایا گیا دس اُونٹ۔ اُس نے مشورہ دیا کہ کعبہ کے فال کے تیر، اونٹوں اور عبداللہؓ کے نام نکالو۔ اگر آدمی کا نام نکلے تو دس دس اُونٹ بڑھاتے جاؤ۔ یہاں تک کہ ربِ کعبہ راضی ہو جائے اور قرعہ اونٹوں کے نام پر نکل آئے، تب عبداللہؓ کے بدلے اونٹوں کو قربان کر دو۔ اس مشورہ پر عمل کیا گیا۔ قرعہ میں ہر بار حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔ جب اونٹوں کی تعداد بڑھتے بڑھتے سو (۱۰۰) تک پہنچی تو پانسہ اونٹوں کے نام نکلا جو فدیہ میں ذبح کر دیئے گئے۔ ابنِ اسحاق کی روایت یہ ہے کہ عبدالمطلبؓ اس فیصلہ پر راضی نہیں ہوئے اور قسم کھائی کہ جب تک تین بار قرعہ اندازی میں اونٹوں کا نام نہیں نکلتا، میں مطمئن نہیں ہوں گا۔ غرض اُس دن سے انسانی جان کا خون بہا سو اونٹ ٹھہرا، جسے شارع اسلام نے بھی برقرار رکھا۔ اسی واقعہ کی بنا پر حضرت عبداللہؓ کا نام ذبیح پڑ گیا۔

☆

رسول اللہ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں۔'' پہلے ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السّلام اور دوسرے حضرت عبداللہؓ۔ پہلی قربانی کا فدیہ ایک جنتی مینڈھا تھا اور دوسری کا سو (۱۰۰) اونٹ۔ حضرت عبداللہؓ کا اصل نام عبدالدار تھا، لیکن اونٹوں کے فدیہ کے بعد وہ ''عبداللہ'' کے نام سے مشہور ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد عبدالمطلبؓ بنی زہرہ کے سردار وہب بن عبدمناف کے گھر گئے اور اُن کی صاحبزادی حضرت آمنہؓ سے نکاح کر دیا۔ حضرت آمنہؓ کی والدہ کا نام برہ بنت عبدالعزیٰ بن عثمان تھا۔ شادی کے وقت حضرت عبداللہؓ کی عمر پچیس (۲۵) سال اور حضرت آمنہؓ بیس (۲۰) برس کی تھیں۔ خیال ہے کہ یہ شادی جمادی الثانی ۵۴ قبل ہجرت میں ہوئی۔ باپ وہب کی طرف سے اُوپر کی چھ پشتوں اور ماں برہ کی طرف سے پانچ پشتوں پر یہ دونوں خاندان کلاب پر جا کر مل جاتے ہیں۔

☆

عرب کے رواج کے مطابق شادی کے بعد تین دن حضرت عبداللہؓ سسرال میں

رہے۔ اِن ہی دنوں صلب عبداللہ کا نور حضرت آمنہؓ کو امینِ نُورِ نبوّت بنا گیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت عبداللہؓ مالِ تجارت لے کر شام روانہ ہو گئے۔ واپسی پر یثرب کے قریب سخت بیمار ہوئے اور اپنے ننھیال بنی عدی بن نجار میں علاج کے لیے ٹھہر گئے۔ یہیں پیامِ اجل آیا اور وفات پائی۔ دارالنابغہ میں سپردِ خاک ہوئے۔ اُس وقت شکمِ مادر میں نورِ نبوت کے قیام کو دو ماہ گزر چکے تھے۔

☆

مسجد نبوی (ﷺ) کی توسیع کے سلسلے میں کھدائی کے دورانِ حضورؐ کے والدِ محترم حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا جسدِ مبارک جسے دفن ہوئے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے، بالکل صحیح وسالم حالت میں برآمد ہوا۔ نیز صحابیٔ رسول (ﷺ) حضرت مالک بن سونائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ دیگر چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جسدِ مبارک بھی اصل حالت میں پائے گئے، جنہیں نہایت عزت و احترام کے ساتھ جنت البقیع میں دفنا دیا گیا۔ جن لوگوں نے اُنہیں دیکھا، اُن کا کہنا ہے کہ مذکورہ صحابہ کرامؓ کے جسم تروتازہ اور اصل حالت میں تھے۔

☆

(نشاناتِ اَرضِ نبوی ﷺ، شاہ مصباح الدین شکیل، کراچی، اپریل ۲۰۰۹ء، ص ۶۳ تا ۷۰)

منقبت حضرت سیّدنا ہاشم رضی اللہ عنہ

صداقت کے حسین جلوے نہاں تھے اُن کی سیرت میں
مناظر لطف و رحمت کے عیاں تھے اُن کی سیرت میں

اُنہی کے پاس سرداری تھی لوگو! سارے بطحا کی
سخاوت کے ہزاروں گلستاں تھے اُن کی سیرت میں

وہ تھے عالی لقب، اُن کی تھی عالی شان فطرت بھی
کئی جود و کرم کے آسماں تھے اُن کی سیرت میں

سجا رکھا تھا رب نے اُن کو اوصافِ حمیدہ سے
حکیمانہ تخیّل کے سماں تھے اُن کی سیرت میں

جھلکتی تھیں دَرخشاں فکر کی گہرائیاں اُن میں
بلاغت کے کئی روشن نشاں تھے اُن کی سیرت میں

دلوں پر آج بھی ہے حضرتِ ہاشم کی سرداری
محبّت، پیار کے لاکھوں جہاں تھے اُن کی سیرت میں

وہ اپنے دَور کے سب سے حسیں انسان تھے انجم
نقوشِ حسن کے دریا رَواں تھے اُن کی سیرت میں

—ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم—

سرگودھا

حضرت ہاشم رضی اللہ عنہٗ

حضرت ہاشم، حضور پرنور سیّدِ عالم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے پردادہ حضرت عبدالمطلبؓ کے والد گرامی ہیں۔ آپ کا اصل نام عمرو ہے۔ ''ہاشم'' آپ کا لقب ہے۔ آپ کی نسبت ہی سے خاندانِ قریش ''ہاشمی'' کہلائے ہیں اور اسی اسمی نسبت کی وجہ سے حضور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو رسولِ ہاشمی کے مبارک لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

اللہ اللہ! عظمت وشانِ رسولؐ ہاشمی

خالقِ کل ہے ثناء خوانِ رسولِ ہاشمی (قمر یزدانی)

ہاشم کے لغوی معنی ہیں ''کسی شے کو توڑنا'' جس طرح کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے اپنی قوم کے لیے روٹی کو توڑ کر شوربے سے تر کر کے ''ثرید'' بنایا۔ آپ کثیر الصفات شخصیت کے مالک تھے، جن میں سخاوت، غریب پروری، مہمان نوازی اور یتیم پروری نمایاں تھی۔ انہی خوبیوں کے ایک واقعہ نے آپ کو ''عمرو'' سے ''ہاشم'' بنا دیا۔ وہ یوں کہ ایک دفعہ قحط سالی کے باعث شدید فاقہ تک نوبت پہنچ گئی۔ لوگوں کو کئی کئی روز تک کھانے پینے کو کچھ بھی نہ میسر آیا۔ حضرت ہاشم مکہ سے شام یا بروایتِ دیگر فلسطین تشریف لے گئے اور وہاں سے آٹا اور گندم خرید کر مکہ واپس تشریف لائے۔ قطار در قطار اُونٹ ذبح کر کے گوشت پکایا۔ شوربے میں روٹیاں توڑ توڑ کر ڈالی گئیں اور ثرید بنایا گیا۔ تمام اہلِ مکہ کو دعوت دی گئی۔ سب نے قریش کے اس دسترخوان سے خوب سیر ہو کر کھایا۔ چونکہ ''ہاشم'' کا معنی ''ثرید'' بنانے والا ہے۔ لہٰذا ''ثرید'' بنانے کی وجہ سے آپ ''ہاشم'' کے لقب سے معروف ہو گئے۔

سیرتِ کتب میں حضرتِ ہاشم کے خصائص و فضائل کے بڑے خوبصورت باب موجود ہیں۔ آپ اپنی صفاتِ جمیلہ اور عاداتِ جلیلہ کی وجہ سے اہلِ مکہ کے ''سردار'' اور ''رئیس'' شمار ہوتے تھے۔ آپ طبعاً شریف، نیک اور منکسر المزاج تھے۔ آپ کی طبیعت مبارک میں خدمت مزاجی، غریب پروری اور جود و سخا کا عنصر بدرجہ اَتم موجود تھا۔ آپ لوگوں کی خدمت کرنے میں خوشی محسوس فرماتے اور حاجیوں کے لیے خود پانی کا بندوبست کرتے۔ غرباء میں درہم و دینار تقسیم کرتے اور اُن کے سر پر دستِ شفقت رکھتے۔ حق و انصاف کی بھرپور حمایت کرتے۔ یہی وہ حسنِ سلوک اور اندازِ زندگی تھا، جو آپ کو بلندیوں تک لے گیا۔ آپ نے اہلِ مکہ کی اجتماعی قومی اصلاح اس نرالے اور حکیمانہ طور طریقوں سے کی کہ متنفّر دلوں کو جوڑ کر اُن کے درمیان اخوت و محبّت کا رشتہ قائم کیا، اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کریم جلّ جلالہٗ نے اپنے محبوب ﷺ کے آباؤ اجداد کو ظاہری و باطنی عظمتوں سے نوازا اور ہر دور میں دوسروں سے سرفراز اور ممتاز فرمایا:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشند

حضرت ہاشم مکہ کے ایک عظیم تاجر تھے۔ ایک دفعہ آپ بغرضِ تجارت ملک شام تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں یثرب (مدینہ منورہ) سے گزرے اور بنی نجار کے سردار عمرو بن زید بن لبید کے ہاں چند روز ٹھہرے۔ عمرو کے اخلاق سے متاثر ہو کر آپ نے اُس سے اُس کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا تا کہ ایک اچھے خاندان سے اُن کا رشتہ داری کا تعلّق جڑ جائے۔ عمرو نے بڑی خوشی سے اپنی بیٹی کا اُن سے نکاح کر دیا۔ حضرت ہاشم شادی کے بعد اپنی کاروباری مصروفیات کے سلسلے میں شام چلے گئے۔ واپسی پر اپنے سسرال آئے تو عمرو نے اپنی بیٹی کو آپ کے ساتھ رخصت کر دیا۔

☆

آپ کی عمر پچیس (۲۵) سال تھی کہ ایک تجارتی قافلہ کے ہمراہ شام تشریف لے گئے وہاں علیل ہو کر غزہ شہر میں ۵۱۰ء میں رحلت فرمائی۔ وہیں آخری آرام گاہ بنی۔

ماخذ: (حضرت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلبؓ، سید سجاد حیدر شاہ، لاہور ۲۰۱۹ء، ص ۳۲ تا ۳۵)

قطعۂ تاریخِ رحلت حضرت ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

''حبیبِ یزداں ہاشم مکّی''

—۵۱۰ء—

وہ جدِ رسولؐ خدا مردِ آمِن

ہے نام اُن کا عزّ و نجابت کا ضامِن

سنِ وصل اُن کا یوں فیضؔ الامین نے

کہا ہے ''زہے ہاشم نیک باطن''

—۵۱۰ء—

ازقلم

حضرت صاحبزادہ فیض الامین فاروقی سیالویؒ

مونیاں ٹھیکریاں

ضلع گجرات

قطعۂ تاریخِ وصال حضرت ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

''معزز، زاہد پاک ہاشم''

۵۱۰ء

گئے دُنیا سے ہاشمِ پاکباز
بجھی آہ صادقؔ شمعٔ حیات
فکرِ تاریخ کی تو ہاتف نے
دی ندا کہدو، ''مُژدۂ نجات''

۵۱۰ء

نتیجۂ فکر

محمد صادق قصوری

بُرج کلاں، ضلع قصور

منقبت درشان حضرت سردار عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

پیشوائے اہلِ حق سردار عبدالمطلبؓ
اہلِ دل کے محور و منتھار عبدالمطلبؓ

کس کی آنکھوں سے ہیں مخفی روشنی کے تاجور
ظلمتوں سے برسرِ پیکار عبدالمطلبؓ

آپؓ کے در پر نچھاور ہے دلِ اہلِ یقیں
ساری خلقت کے حسین دلدار عبدالمطلبؓ

اِس زمیں پر آپؓ کے دَم سے ہے گلشن کا وقار
اِس زمیں پر نُور کی مہکار عبدالمطلبؓ

آپؓ کو بخشی ہیں خالق نے نرالی عظمتیں
سچ کے لشکر کے حسیں سالار عبدالمطلبؓ

آپؓ کے دَم سے چلا ہے روشنی کا سلسلہ
تیرگی سے ہر گھڑی بیزار عبدالمطلبؓ

آپؓ کے قدموں پہ انجؔم کا جہاں قربان ہے
سچ کی دنیا کے حسین معیار عبدالمطلبؓ

۔ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجؔم۔

سرگودھا

منقبت سیّدنا عبدالمطلب ہاشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حق کی آواز کا اظہار عبدالمطلبؓ خوش ادا ہیں ہاشمی سردار عبدالمطلبؓ
دشتِ ویراں میں گل و گلزار عبدالمطلبؓ وقت کے ہیں سیدِ ابرار عبدالمطلبؓ

وادیٔ مکہ میں جود و حِلم میں ممتاز تھے
ہاشمیوں کے لیے اک فخر تھے اِک ناز تھے

آبِ زَم زَم کا کنواں صدیوں سے جو مستور تھا اِک چراغِ زندگی کچھ دیر کو بے نور تھا
قدرتِ حق کا مگر ایسا کہاں دستور تھا آمدِ محبوبؐ کی خبروں سے جگ معمور تھا

تھا جو پوشیدہ عیاں پھر آبِ زَم زَم ہو گیا
اُن کے ہاتھوں سے رواں پھر آبِ زَم زَم ہو گیا

ابرہہ جو لے کے ہاتھی ظلم ڈھانے آ گیا خانہ کعبہ کی دیواریں گرانے آ گیا
ہاشمی سیّد، مقابل، اُس زمانے آ گیا تب ابابیلوں کی یورش سے ٹھکانے آ گیا

گڑگڑا کر کی دُعائیں کامرانی مل گئی
خدمتِ حجاج کی پھر راجدھانی مل گئی

زائرینِ بیت تھے محفوظ ہر آزار سے　　خود خدا نے کی حفاظت غلبۂ اشرار سے

آپؐ کے اخلاق سے احسان سے اطوار سے　　آپؐ کا ماتھا مزّین تھا حسین انوار سے

تھے حرم کے پاسباں جنگ و جدل سے دُور تھے

گھر خدا کا سامنے تھا اور وہ مسرُور تھے

اَمن کے داعی رہے عز و شرف پاتے رہے　　فقر کے خوگر رہے اوروں کو پہناتے رہے

غیر کو دامن میں لے کر لطف فرماتے رہے　　لوگ بے خوف و خطر آتے رہے جاتے رہے

مرتبہ اللہ کے گھر کا بہت اُونچا ہوا

مصطفیٰؐ کی آمد آمد کا تبھی چرچا ہوا

—پروفیسر رضا اللہ حیدرؔ—

اوکاڑا

منقبت حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شانِ عبدالمطلبؓ مشہور ہے
سلمیٰ بنتِ عمیر کا غیور ہے

نام ''عامر'' فکر میں ہے لاجواب
ظلم و استبداد سے وہ دُور ہے

خدمتِ انسان شیوہ آپؓ کا
خلق میں وہ اِک چمکتا نور ہے

چاہِ زَم زَم ہو گیا تھا منہدم
آپؓ کی کوشش سے پھر معمور ہے

فرض پانی کا نبھایا حرم میں
کارِ خدمت تو بہت مبرور ہے

آپ کو رب نے عطا یہ شان کی
خدمتِ مولا سے یہ مبرور ہے

اے امین انجم یہ میری سوچ ہے
غم کا سایہ اُن سے تو کافور ہے

—پروفیسر محمد امین انجم—

اوکاڑا

سردار بنی ہاشم رضی اللہ عنہٗ

سردار بنی ہاشم، عبدالمطلبؓ کے دس بیٹوں میں سب سے چھوٹے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو اپنے والد کے بڑے چہیتے، پاک باز اور حلیم الطبع تھے۔ اُن کی شادی بنی زہرہ کے سردار وہب بن عبدالمناف کی صاحبزادی حضرت آمنہؓ سے ہوئی۔ اُن کا نام عبدالدار تھا لیکن اونٹوں کے فدیے کے بعد ''عبداللہ'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ عرب کے دستور کے مطابق تین دن تک سسرال میں رہے۔ یہی ایام تھے کہ ''صلبِ عبداللہ'' کا نور حضرتِ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ''امینِ نورِ نبوّت'' بنا گیا۔

حضرت آمنہؓ نے نویدِ ولادت، دادا عبدالمطلبؓ کو بھجوائی جو حطیم میں اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ خوش خوش آئے اور نومولود کو ہاتھوں میں اُٹھا کر ''بیت اللہ'' میں لے آئے۔ عطائے نعمت پر اللہ (جل جلالہٗ) کا شکر ادا فرمایا۔ محمد ﷺ نام رکھا اور بچے کے لیے دعا فرمائی۔ والدہ احمد (ﷺ) کہہ کر پکارنے لگیں۔

☆

(''نشاناتِ اَرضِ قرآن'' شاہ مصباح الدین شکیل، کراچی، طبع دوم، اپریل ۲۰۱۲ء، ص ۲۲۶)

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

پیشکش: محمد صادق قصوری

حضرت عبدالمطلبؓ بن حضرتِ ہاشمؒ، حضور نبی اکرم سیّد عالم ﷺ کے جدِ امجد اور قبیلہ قریش کے سردار تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام سلمہ بنت زید نجاریہ تھا۔ آپ کا اصل نام شیبۃ الحمد (قابلِ تعریف بوڑھا) تھا، اس لیے کہ اُن کے بال پیدائشی سفید تھے۔ آپ عوام و خواص میں بہت مقبول و ہر دلعزیز تھے۔ اُن کے دسترخوان سے پرندوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والے درندوں تک کو غذا پہنچائی جاتی تھی۔ اُن کا یہ عمل بے زبان حیوانات پر رحم اور اُن کے متعلّق نازک اور لطیف احساسات کی غمازی کرتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ قوم کی طرف سے اُنہیں ''مُطعم الطیر'' (پرندوں کو کھلانے والا) اور ''فیاض'' کے لقب سے نوازا گیا۔ وہ مصائب میں قریش کے کام آتے تھے اور مشکلات میں اُن کا ملجا و ماویٰ بنے رہتے تھے۔

☆

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قریش میں ''معزز'' اور ''ہیرو'' مانے جاتے تھے۔ وہ پہلے شخص تھے جو ''غارِ حرا'' میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے۔ اُن کا معمول تھا کہ رمضان المبارک کے مہینے میں ''حرا پہاڑ'' پر چڑھتے اور وہاں مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ اُن کی عمر مبارک ایک سو بیس سال یا اس سے کچھ زیادہ ہوئی۔ اُن کو اپنے چچا مطلب

کے بعد سرداری ملی تھی۔ وہ اپنی اولاد کو ظلم و ستم اور فتنہ و شر سے باز رہنے کا حکم دیتے۔ حسنِ اخلاق کی ترغیب دیتے اور منفی کاموں سے روکتے تھے۔

☆

آپؓ سفید رنگ، خوبرو اور دراز قامت صاحب جاہ و حشمت انسان تھے۔ اُن کی پیشانی سے "نورِ نبوّت" اور "ملکی عزت و وقار" جھلکتا تھا۔ اُن کے دس بیٹے اُنہیں اس طرح گھیرے رکھتے تھے، گویا وہ "جنگل کے شیر" ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے پوتے حضور ﷺ کی بہت عزت کیا کرتے تھے اور اُن علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی قدر و منزلت بڑھاتے تھے۔ حالانکہ حضور اکرم نورِ مجسّم ﷺ ابھی کمسن ہی تھے۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے:

"میرا یہ فرزند (ﷺ) بڑی شان و مرتبہ والا ہوگا۔"

حضرت عبدالمطلبؓ کا بچپن یثرب (مدینہ طیبہ) میں گزرا تھا۔ جب بڑے ہوئے تو اُن کے چچا مطلب اُن کو وہاں سے مکہ واپس لے آئے۔ جب مکہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے سمجھا کہ مطلب کوئی "عبد" یعنی "غلام" ساتھ لے آئے ہیں، اس لیے لوگوں نے اُن کو "عبدالمطلب" کہنا شروع کر دیا۔ یعنی مطلب کا غلام۔ بعد میں مطلب نے بہت کہا کہ یہ میرے بھائی ہاشم کا بیٹا ہے اور میرا بھتیجا ہے نہ کہ غلام، مگر جو نام لوگوں کی زبانوں پر چڑھ چکا تھا، چڑھا ہی رہا۔ حضرت عبدالمطلبؓ کا اصل نام "عامر"، لقب "شیبہ" اور کُنیت "ابوالحارث" ہے۔

☆

جب میراثِ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے وارثِ اعظم، باعثِ ایجادِ کعبہ و زمزم ﷺ کی اِس دنیا میں تشریف آوری کا وقت قریب آیا تو ارادۂ الٰہی (جل جلالہٗ) ہوا کہ زمزم کے کنویں کو دوبارہ منظرِ عام پر لایا جائے اور لوگوں کو پھر سے اِس مبارک پانی سے سیراب و فیضاب کیا جائے اور یہ عظیم سعادت حضور سیّد عالم ﷺ کے دادا جان حضرت عبدالمطلبؓ کو حاصل ہوئی کہ اُن کے ذریعے اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ نے صدیوں کے گم شدہ "چاہِ زمزم" کو

پھر سے جاری وساری فرما دیا وہ اس طرح کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک رات خواب میں ''زمزم'' کو کھودنے کا حکم دیا گیا۔ صبح آپؓ نے اپنی قوم کو اپنے خواب سے مطلع کیا اور اگلے دن اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لے کر کدال وغیرہ کے ساتھ کھدائی کا کام شروع کر دیا۔ قریش نے مزاحمت کی لیکن آپؓ اپنی ہمت کو لوہا کر کے ڈٹے رہے اور کامیاب وکامران ہو گئے۔ چونکہ اُس وقت آپؓ کا ایک ہی بیٹا حارث تھا، لہٰذا آپؓ نے منت مانی کہ اگر اللہ کریم (جل شانہٗ) اُنہیں دس بیٹے عطا کرے گا اور وہ جوان ہو کر اُن کے دست وبازو بنیں گے تو اُن میں سے ایک کو وہ کعبہ کے پاس راہِ خداوند کریم میں قربان کر دیں گے۔

زمزم کے جاری ہونے کے بعد تیس سال کا عرصہ بیت گیا۔ اس دوران اللہ تعالیٰ (جل جلالہٗ) نے آپ کو مزید بیٹے عطا فرمائے۔ اب اُن کے دس بیٹے تھے۔ (۱) حارث، (۲) زبیر، (۳) حجل، (۴) ضرار، (۵) مقوم، (۶) ابولہب، (۷) عباس، (۸) حمزہ، (۹) ابوطالب، (۱۰) عبداللہ۔ ایک دن حضرت عبدالمطلبؓ سو رہے تھے کہ خواب میں کسی نے کہا کہ ''اپنی نذر پوری کرو۔'' چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کے حضور دُعا مانگی:

> ''الٰہی! میں نے دس میں سے کسی ایک کی قربانی پیش کرنے کی نذر مانی تھی، اس لیے قرعہ اندازی کرنے لگا ہوں، اب اُن میں سے قربانی کے لیے جو تجھے پسند ہو، اُس کا نام نکل آئے۔''

☆

قرعہ اندازی میں آپؓ کے سب سے چھوٹے اور لاڈلے بیٹے حضرت عبداللہؓ کا نام نکلا تو حضرت عبدالمطلبؓ نے ایک لمحہ تاخیر کیے بغیر ایک ہاتھ میں حضرت عبداللہ کا ہاتھ پکڑا اور ایک ہاتھ میں چھری لی اور مذبح کی طرف چل دیئے۔ جب اپنے لختِ جگر کو ذبح کرنے کے لیے زمین پر لٹایا تو ہر طرف سے قریش کے لوگ دوڑ پڑے اور چھری چلانے سے روک دیا۔ سرادرانِ قریش نے کہا کہ فلاں کاہنہ سے پوچھ لیجیے! شاید اس سے بہتر کوئی

صورت نکل آئے۔ اس طرح سے تو اپنی اولاد کی قربانی کی رسم چل نکلے گی۔ کاہنہ نے کہا کہ دس اونٹ اور عبداللہؓ پر قرعہ اندازی کرو۔ اگر قرعہ دس اونٹ پر نکلے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ، عبداللہؓ کے عوض دس اُونٹ کی قربانی قبول فرمالے گا۔ اگر قرعہ عبداللہ کے نام نکلے تو پھر بیس اونٹ اور عبداللہؓ پر قرعہ ڈالو، اگر پھر بھی عبداللہؓ کا نام نکلے تو پھر تیس اونٹ اور عبداللہؓ پر قرعہ اندازی کرو۔ اسی طرح ہر مرتبہ دس دس اونٹ بڑھاتے جاؤ، یہاں تک کہ قرعہ عبداللہؓ کی بجائے اونٹوں پر نکل آئے۔ اونٹوں کی جتنی تعداد پر قرعہ نکلے، اُتنے اونٹ اللہ جل شانہٗ کی راہ میں قربان کر دیئے جائیں اور عبداللہؓ کو بری الذمہ قرار دے دیا جائے۔ اس طرح تمہارا رب بھی راضی ہو جائے گا اور عبداللہؓ بھی بچ جائے گا۔

چنانچہ واپس مکہ مکرمہ پہنچ کر قرعہ اندازی کی گئی تو جب سو اونٹ اور حضرت عبداللہؓ پر قرعہ اندازی ہوئی تو سو اُونٹوں پر قرعہ نکل آیا۔ حاضرین کے پژمردہ چہروں پر تازگی آ گئی اور سب خوشی سے چلائے:

''عبدالمطلبؓ! آپؓ کے رب کی رَضا معلوم ہوگئی۔''

چنانچہ حضرت عبدالمطلبؓ نے سو اونٹ ذبح کیے اور کھلی اجازت دی کہ جس کا جی چاہے اور جتنا جی چاہے، گوشت لے جائے۔ گوشت اتنا وافر مقدار میں تھا کہ انسانوں کے علاوہ گوشت خور پرندوں اور درندوں نے بھی خوب سیر ہو کر کھایا۔

☆

قارئین کرام! یہ ہیں وہ حالات و واقعات جن کی بنا پر مؤرّخین حضرت عبداللہؓ کو بھی ''ذبیح'' قرار دیتے ہیں اور حضور سیّد دوعالم ﷺ فرماتے ہیں:

''میں دو ذبیحوں یعنی حضرت اسماعیل علیہ السّلام اور حضرت عبداللہؓ کا فرزند ہوں۔''

حضرت عبدالمطلبؓ بڑے دانشور، صاحبِ عقل و دانش اور دِل دانا اور چشمِ بینا کے مالک تھے۔ آپ سے حکیمانہ اقوال بھی منقول ہیں، جن کو بعد میں قرآن و حدیث میں

بھی بیان کیا گیا:

۱۔ نذر کی تکمیل۔

۲۔ محرم سے عقد کی ممانعت۔

۳۔ چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم۔

۴۔ اولاد کو زندہ در گور کرنے کی ممانعت۔

۵۔ شراب وزنا کی حرمت اور اُن پر حد کا نفاذ۔

۶۔ عریانی کی حالت میں طوافِ بیت اللہ کی ممانعت۔

۷۔ حرام مہینوں کی عظمت واحرام باقی رکھنا۔

☆

وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے مقتول کے قصاص میں سو اونٹوں کے خون بہا کا طریقہ رائج کیا۔ پہلے یہ سلسلہ قریش میں رائج ہوا، پھر دوسرے عربوں نے بھی اُسے اپنا لیا۔ بعد میں حضور سیّد عالم ﷺ نے بھی اس خون بہا کو ''شریعتِ مطہّرہ'' میں برقرار رکھا۔

☆

زمانۂ جاہلیت میں ابوسفیان کے والد حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف اُن کے مصاحب تھے۔ حضرت عبدالمطلبؓ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ اُس نے کسی بازار میں حرب بن امیہ سے سخت کلامی کی۔ اس پر حرب نے ایک شخص کو بھڑکا کر اُس یہودی کو قتل کرا دیا۔ جب حضرت عبدالمطلبؓ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے حرب بن امیہ سے میل جول ترک کر دیا اور اُسے اُس وقت نہ چھوڑا، جب تک پڑوس کے حق کی حفاظت کے طور پر حرب سے مقتول یہودی کے چچیرے بھائی کو سو اُونٹنیاں بطور قصاص نہ دلوا دیں۔

☆

جب نورِ محمدی ﷺ، حضرت عبدالمطلبؓ کی پیشانی میں تاباں ہوا اور اُن کو یہ فضیلت حاصل ہوئی تو وہ ایک دن خانہ کعبہ کے گوشے ''مقامِ حجر'' میں سو رہے تھے۔ جب بیدار ہوئے

تو اُن کی آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا، سر کے بالوں میں تیل پڑا ہوا تھا اور بیش بہا جوڑا جسم اطہر پر تھا۔ لوگ اُن کے جلال و جمال پر متحیّر رہ گئے کہ اُنہیں یہ کہاں سے حاصل ہوا اور کس نے اُن کو اس مرتبہ بلند پر پہنچایا ہے۔ اُن کے چچا مطلب اُنہیں قریش کے کاہنوں کے پاس لے گئے اور سارا حال بیان کیا۔ کاہنوں نے کہا، آسمانی خدا (جل جلالہٗ) نے حکم دیا ہے کہ اس بچہ کا نکاح کر دیں۔ اُن کے چچا نے ایک عورت ''قتیلہ'' نامی سے نکاح کر دیا اور اُن سے ایک فرزند حارث پیدا ہوئے جو سب سے بڑے فرزند تھے۔ اس کے بعد ''قتیلہ'' کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اُنہوں نے ہند بنت عمرو نامی عورت سے نکاح کیا۔

☆

جب شاہِ یمن سیف بن ذی یزن حمیری نے حبشہ کو فتح کیا اور یہ فتح حضور سیّد عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کے بعد حاصل ہوئی تو عرب کے وفود اور معززین قوم مبارکباد پیش کرنے کے لیے اُس کے دربار میں گئے۔ اُن میں ایک وفد قریش کا بھی تھا۔ اُس وفد میں حضور سیّد عالم ﷺ کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلبؓ بن ہاشمؓ، اُمیہ بن عبدشمس، اسد بن عبدالعزیٰ، عبداللہ بن جدعان شامل تھے۔ وفد کی طرف سے حضرت عبدالمطلبؓ نے مبارک باد پیش کی گفتگو کے بعد بادشاہ نے حضرت عبدالمطلبؓ کو اپنے پاس بلایا اور پھر سب کو مہمان خانے پہنچا دیا گیا۔ یہ وفد ایک ماہ تک مقیم رہا۔ اس عرصہ میں نہ تو اُن کی دوبارہ بادشاہ سیف بن ذی یزن سے ملاقات ہوئی اور نہ ہی اُنہیں دربار سے واپسی کی اجازت ملی۔ ایک دن اچانک بادشاہ کو وفد کا خیال آیا تو اُس نے تمام وفد کے بجائے صرف اور صرف حضرت عبدالمطلبؓ کو بلوایا اور اُنہیں تخلیہ میں اپنے پاس بٹھا کر آپ سے بڑے ادب و احترام کے ساتھ گفتگو کی:

''اے عبدالمطلبؓ! مجھے جو کچھ معلومات ہیں، اُنہیں میں بطور امانت آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ گر آپ کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو میں ایسا نہ کرتا۔ لیکن میں نے آپ ہی کو اس کا اہل سمجھا، کیونکہ آپ ہی اس کا مرکز ہیں۔ بایں وجہ آپ کو اس امر کی اطلاع دیتا ہوں۔ مگر یہ بات آپ کے سینہ میں محفوظ

وہ لوگ اُس کے سخت دشمن ہیں۔ لیکن حق تعالیٰ جل جلالہٗ اُنہیں ہرگز اُس پر غالب نہ آنے دے گا۔ جو کچھ میں نے کہا ہے، اُسے آپ اپنی جماعت سے پوشیدہ رکھیں جو آپ کے ساتھ ہے، کیونکہ مجھے اُن پر اطمینان نہیں ہے۔ ممکن ہے اُن میں ایسے حاسد پیدا ہو جائیں جو آپ کی امارت اور سرداری کی مخالفت کرنے لگ جائیں اور آپ کی راہ میں مشکلات کھڑی کر دیں اور کانٹے بو دیں۔ اور پھر وہ اور اُن کی اولاد آپ کی مخالفت میں جو چاہیں کر گزریں۔ اگر میں یہ نہ جانتا کہ مجھے اس فرزند کی بعثت سے قبل ہی موت آ جائے گی تو میں اپنے گھوڑے پر سوار یا پیادہ چل کر اُن کے دارِ ہجرت یثرب (مدینہ طیبہ) پہنچ جاتا، کیونکہ میں اپنی رہنما کتاب اور قدیم علم میں یہ خبر پاتا ہوں کہ یثرب اُن کی ہجرت گاہ اور اُن کی نصرت و مدد کا مقام ہے۔ اگر میں اُنہیں آفتوں سے نہ بچانا چاہتا اور مجھے اُن پر مصائب و شدائد کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اُن کے بچپن ہی میں ان اُمور کا اعلان کر دیتا اور عربوں کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی ہدایت کرتا۔ لیکن آپ کے ساتھیوں کے خوف سے ایسا کرنے سے قاصر ہوں۔ اس لیے اس مہم کو آپ کے سپرد کرنے پر اکتفا کر رہا ہوں۔

☆

پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ ان لوگوں میں سے ہر شخص کو ''دس غلام''، ''دس حبشی باندیاں''، ''پانچ رطل چاندی''، ''دو یمنی چادریں''، ''عنبر کا ایک ڈبہ'' عطیہ کے طور پر دیئے جائیں اور حضرت عبدالمطلبؓ کو ہر چیز دس گنا دینے کا حکم دیا، اور آپ سے کہا کہ جب یہ سال گزر جائے تو مجھے اُس بچے کے حالات سے مطلع کرنا۔ مگر ایک سال ابھی پورا نہ ہوا تھا کہ بادشاہ ابن ذی یزن کا انتقال ہو گیا۔ گروہِ قریش کو حضرت عبدالمطلب کو دس دس گنا چیزیں ملنے پر رشک ہوا تو حضرت عبدالمطلبؓ نے فرمایا، اے گروہِ قریش! بادشاہ کی کثیر داد و دہش کی وجہ سے تم مجھ پر رشک نہ کرو کہ یہ تو فنا اور ختم ہونے والی چیز ہے لیکن میرے اور میرے بعد نسلوں کے لیے وہ امور قابلِ رشک ہیں، جن کا ذکر خیر شاہ نے مجھ سے کیا ہے اور جو ہمارے لیے باعثِ صد افتخار ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کون سی باتیں ہیں؟ فرمایا کہ کچھ

عرصہ بعد تم سب پر اُن کا از خود اظہار ہو جائے گا۔

☆

شاہِ حبشہ کی جانب سے یمن کے گورنر ابرہہ نے ۵۷۱ء میں خانہ کعبہ پر حملہ کیا تو عبدالمطلبؓ اُس وقت موجود تھے۔ ابرہہ کے ایک فوجی دستے نے سردارانِ قریش کے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑوں پر قبضہ کر لیا۔ اِن میں حضرت عبدالمطلبؓ کے بھی دو سو اونٹ تھے۔ اُن کی بازیابی کے لیے حضرت عبدالمطلبؓ ابرہہ کے پاس گئے۔ ایک ترجمان کے ذریعے گفتگو ہوئی۔ ابرہہ نے پوچھا، ''تم کیا چاہتے ہو؟'' آپؓ نے کہا: ''میرے اونٹ واپس کر دو۔'' ابرہہ نے بڑے تعجّب سے پوچھا: ''تمہیں اونٹوں کا خیال ہے اور خانہ کعبہ کا، جسے میں مسمار کرنے کے لیے آیا ہوں، تم نام بھی نہیں لیتے۔'' آپؓ نے کہا: ''میں اونٹوں کا مالک ہوں، خانہ کعبہ کا مالک نہیں ہوں، خانہ کعبہ کا مالک اللہ جلّ جلالہٗ ہے، وہی اُسے بچائے گا۔'' ابرہہ نے کہا: ''خانہ کعبہ مجھ سے بچ نہیں سکتا۔'' آپؓ نے جواب دیا، ''پھر تم جانو اور وہ جانے۔''

کرلے گا اِس گھر کی راکھی جو اس گھر کا مالک ہے
جو اس گھر کا مالک ہے وہ بحر و بر کا مالک ہے

☆

اس گفتگو کے بعد حضرت عبدالمطلبؓ اپنے اونٹ واپس لے کر مکہ آئے۔ قریش سے کہا، نکل جاؤ اور پہاڑوں کے درّوں میں پناہ لے لو۔ پھر خود چند آدمیوں کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ گئے اور دعا کی:

''اے اللہ جؐ! بندہ اپنا گھر بچایا کرتا ہے، تو بھی اپنا گھر بچا۔ ایسا نہ ہو کہ اُن کی صلیب غالب آ جائے۔''

☆

دُعا کے بعد خود بھی درّے میں پناہ گزیں ہوئے۔ حضرت عبدالمطلبؓ کے اعتقاد کے مطابق خداوند قدوس نے اپنے گھر کی حفاظت کی اور ابرہہ کے لشکر پر ابابیلوں کے غول

بھیجے، جنہوں نے کنکر برسائے اور لشکر تباہ و برباد ہو گیا۔

☆

اہلِ قریش حضرت عبدالمطلبؓ کا بہت احترام کرتے تھے۔ جب بھی کوئی حادثہ پیش آتا تو وہ عبدالمطلبؓ کو ایک پہاڑ کی چوٹی پر لے جاتے اور اُن کے وسیلے سے دُعا مانگتے۔ قحط کے دنوں میں بھی اُنہیں وسیلہ بنا کر بارش طلب کرتے اور یہ دعائیں قبول ہوتیں۔ حضرت عبدالمطلبؓ قریش کے پہلے آدمی ہیں، جو ہر سال رمضان المبارک میں کوہِ حرا میں جا کر گوشہ نشینی اور یادِ الٰہیؑ میں گزارا کرتے تھے۔ ان دنوں وہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے۔ آپ لوگوں کو خانہ کعبہ کا برہنہ ہو کر طواف کرنے، لڑکیوں کو قتل کرنے اور اسی طرح کی دوسری بری باتوں سے روکتے تھے۔ عقائد کے اعتبار سے وہ ''موحد'' تھے۔ بت پرستی کو غلط جانتے تھے۔ شراب اور زنا کو بھی حرام سمجھتے تھے۔

☆

جب حضرت عبدالمطلبؓ کا اس دارِ فانی سے کوچ کا وقت قریب آیا تو اُنہوں نے اپنی بیٹیوں سے کہا کہ ''میں جانتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد تم میرے مرثیے کہو گی، مگر اُس وقت میں تو نہ سن سکوں گا۔ اس لیے ابھی میرے سامنے کہہ دو تا کہ میں بھی سن لوں۔'' آپؓ کی چھ صاحبزادیاں تھیں۔ (۱) امیمہ، (۲) اُمِ حکیم، (۳) برّہ، (۴) عاتکہ، (۵) صفیہ اور (۶) اروی۔ بڑی سخت حیرت ہوتی ہے، اُن خواتین کی قادر الکلامی پر کہ، اُنہوں نے بغیر کسی قسم کی تیاری کے، اُسی وقت یکے بعد دیگرے چھ شاہکار مرثیے کہہ ڈالے:

اُمیمہ نے یہ اشعار کہے:

(ترجمہ)

۱) ''سنو! خاندان کا نگہبان، عہد و پیمان کا پاسدار، حجاج کا ساقی اور محامد و محاسن کی حمایت کرنے والا رخصت ہو گیا۔''

۲) ''جو مسافر پڑوسی کو اُس وقت اپنے گھر میں جمع کر لیتا تھا جب کہ گھر کا آسماں گرج کے باوجود بخل کرتا تھا، یعنی قحط سالی کے زمانہ میں بھی وہ مہمان

نوازی کرتا تھا۔"

عاتکہ نے یہ اشعار کہے:

۱) "اے میری دونوں آنکھو! سونے والوں کے سو جانے کے بعد اپنے آنسوؤں سے سخاوت کرو اور بخل نہ کرو۔"

۲) "اے میری دونوں آنکھو! خوب تیزی سے جھڑی لگاؤ اور آنسو بہاؤ اور اس گریہ زاری کو ماتمی عورتوں کی چہرہ کوبی کے ساتھ ہم آہنگ کردو۔"

۳) "تمہاری یہ آہ و بکا اُس بلند پایہ سردار پر ہے جو مصائب کے وقت احسان کرنے والا تھا، جس کی کوششیں کریمانہ تھیں اور جو اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے والا تھا۔"

۴) "قابلِ ستائش شیبہ پر جو مہمان نوازی کے لیے چقماق سے آگ سلگانے والا اور اپنے مقام پر ڈٹ کر بہادری کے ساتھ جنگ آزمائی کرنے والا تھا۔"

صفیہ کے یہ اشعار کہے:

۱) "رات کے وقت ایک رونے والی آواز سے میری نیند اُچاٹ ہوگئی، وہ ایک ایسے شخص پر رو رہی تھی جو عام گزرگاہ پر تھا یعنی "قائدعوام" تھا۔"

۲) "میرے آنسو دونوں رخساروں پر ڈھلکنے والے موتیوں کی طرح اُسی وقت بہنے لگے۔"

۳) "بلند مرتبے والے فیاض شیبہ پر جو تیرا اچھا باپ اور ہر قسم کی جود وسخا کا وارث تھا۔"

۴) "جس کا دستِ کرم بہت کشادہ تھا، حسن و شجاعت کا مالک اور اپنے قبیلے کا قابلِ ستائش سردار تھا، جس کی اطاعت کی جاتی تھی۔"

۵) "جو بڑے حلم والا اور صاحبِ مروّت لوگوں میں سے تھا، دریا دل تھا اور سردار، شیروں کو پناہ دینے والا تھا۔"

اُمِّ حکیم البیضاء حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کی نانی ہیں۔ وہ کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدالشمس کے نکاح میں تھیں اور اُن کے ہاں "عامر" اور "اروی" پیدا ہوئے

اور اروی، حضرت عثمانؓ کی والدہ تھیں۔

اُم حکیم البیضاء نے یہ اشعار کہے:

۱) ''ہاں، اے آنکھ! سخاوت کر اور خوب رو اور اُس صاحبِ شرافت اور پیکرِ جود و سخا کا ماتم کر۔''

۲) ''ہاں، اے بد بخت آنکھ! میری ضرورت پوری کر اور لگا تار بہنے والے آنسو بہاتی رہ۔''

۳) ''اُس شخص پر رو، جو سواریوں پر سوار ہونے والوں میں سب سے اعلیٰ تھا، جو تمہارا اچھا باپ تھا اور میٹھے پانی کا موجزن دریا تھا۔''

۴) ''بلند مرتبے والے شیبہ پر جس کا دستِ کرم بہت کشادہ تھا، جو شریف خصلت اور سخاوت میں قابلِ ستائش تھا۔''

۵) ''جو قرابت کے حقوق کی پاسداری کرنے والا تھا، خالص اور بے عیب سونا تھا اور قحط سالیوں کے وقت برسنے والا بادل تھا۔''

۶) ''پس ایسے شخص کا ماتم کر اور حزن و غمنا کی میں سُستی نہ کر اور اس وقت تک روتی رہ جب تک کہ رونے والیاں روتی رہیں۔''

برہ نے یہ اشعار کہے:

۱) ''اے میری دونوں آنکھو! اس شریف خصلت اور پیکرِ جود و سخا پر آنسوؤں کے موتیوں سے سخاوت کرو۔''

۲) ''جو بلند شان والا، مہمان نوازی کے لیے چقماق سے آگ سلگانے والا، حسین بُشرے والا اور عالی مرتبت تھا۔''

۳) ''اُس شیبہ پر جو قابلِ تعریف اور بزرگیوں والا تھا اور صاحبِ عزت و شان اور قابلِ صد افتخار تھا۔''

۴) ''مصائب کے وقت صاحبِ حلم اور سخاوت کرنے والا تھا۔ بڑی خوبیوں کا مالک اور قابلِ صد افتخار ہے۔''

۵) ''اُسے اپنی قوم پر وافر بزرگی حاصل تھی، وہ ایسی نمایاں شخصیت کا حامل تھا کہ چاند کی روشنی کی طرح چمکتا رہتا تھا۔''

٦) ''لیل ونہار کی گردشیں اور قضاوقدر کی چیرہ دستیاں اُس کے پاس اموات لے کر آئیں اور اُس پر ہلکا وار نہیں کیا بلکہ کاری ضرب لگائی اور وہ جانبر نہ ہوسکا۔''

اروی نے یہ اشعار کہے:

۱) ''میری آنکھ رو رہی ہے اور اُس کے لیے رونا ہی سزاوار ہے، کیونکہ وہ ایک پیکرِ سخاوت پر رو رہی ہے۔ جس کی سیرت حیا کا مرقع تھی۔''

۲) ''جو بطحا کا رہنے والا نرم خُو تھا، بزرگانہ سیرت و کردار کا حامل تھا اور اُس کے مقاصد بلند تھے۔''

۳) ''اُس شیبہ پر جو فیاض اور بلند مرتبوں والا تھا، جو تیرا بہترین باپ تھا اور اُس کا کوئی ہم پایہ نہ تھا۔''

۴) ''جس کا دستِ کرم بہت کُشادہ تھا، وہ حسین بہادر تھا۔ اُس کی پیشانی سفید تھی اور یہ سفیدی روشنی کی حامل تھی۔''

۵) ''جو بنی مالک کے لیے جائے پناہ اور بنی فہر کے لیے موسم ربیع کی بارش کی مانند تھا اور جب جھگڑوں کا تصفیہ مشکل ہو تو وہی اُن کے درمیان فیصلے کیا کرتا تھا۔''

آخری مرثیہ ختم ہوا تو اُس وقت حضرت عبدالمطلبؓ آخری سانس لے رہے تھے۔ تاہم اُنہوں نے سر ہلا کر اپنی پسندیدگی اور اطمینان کا اظہار کیا اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آنکھیں موند لیں۔ جس دن حضرت عبدالمطلبؓ کا وصال ہوا، مکہ والوں پر رنج والم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا کیونکہ اُن کا محبوب سردار ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اُن سے جدا ہو گیا تھا۔ عرب یوں تو بڑے دل گردے والے لوگ تھے۔ مگر یہ صدمہ ایسا ہی جانکاہ تھا کہ سب نے رو رو کر برا

حال کرلیا۔ آپ کے لیے لوگ جتنا روئے، اتنا کبھی کسی شخص کے لیے نہیں روئے اور اُن کے سوگ میں کئی دنوں تک مکہ مکرمہ میں کوئی بازار نہ لگا۔ آپ کی رحلت ۵۷۸ء میں ہوئی۔ جب کہ سنِ ولادت ۴۹۷ء ہے۔

☆

حضور سیّد عالم ﷺ خود اُن کے جنازے میں شریک ہوئے اور اپنے مشفق دادا جان کی شفقتوں اور محبّتوں کو یاد کر کے روتے رہے۔ اُمیہ نے اُن کی وفاتِ حسرت آیات پر جو دلدوز مرثیہ کہا، ملاحظہ فرمائیے:

''اے میری دونوں آنکھو! آنسو بہاؤ، ایسے شخص پر جو نیکی کا معیار تھا، جس کی صورت نُور تھی اور جس کی سخاوت ساون کی برکھا تھی اور جس کی فیاضی ابرِ باراں تھی، جو عظمتوں کی معراج تھے، بلندی و بخت کا پیکر تھے، اہلِ حاجت کے ماویٰ تھے، ضرورت مندوں کے ملجاء تھے، رُخِ رحمت کی روشنی سے کائنات کو منور کرتے تھے۔ اے آنکھو! آنسو بہاؤ، اُس شیبۃ الحمد پر جو پیکر کرامت تھے، بزرگی اور عزت کا معیار تھے، حوادثِ وقت پر حلم وصبر کرنے والے، بہت فضل والے، بڑی خوبیوں والے، بڑے صاحبِ کرم، مالدار اور اپنی قوم میں سب سے افضل وسردار، چاند سے زیادہ منوّر۔''

☆

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''سیّد العرب''، ''سیّد القوم کبیر العرب'' کہا جاتا تھا۔ خوبصورتی میں آپ ''قمر البطحا'' تھے، حسنِ اخلاق میں آپ فطرتِ ابراہیمیؑ کا آئینہ تھے۔ شرف و عظمت میں بے مثال تھے۔ شاہانِ کائنات اُن کی پابوسی کو اعزاز سمجھتے تھے، ہر دلعزیزی میں سب سے آگے تھے، کائنات کے باسی اُن کی قدم بوسی کو اپنی شان سمجھتے تھے، سب سے بڑا امتیازی مرتبہ یہ تھا کہ وہ ''تاجدارِ انبیاء ﷺ'' کے دادا جان تھے، دینِ ابراہیمؑ کے حقیقی امین تھے، رحمت و رافت میں پیکر عطا تھے اور صاحبِ جود وسخا تھے۔ اللہ تعالیٰ (جل جلالہٗ) اُن کے مرتبۂ عصمت و عظمت میں اور بلندیاں عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ بجاہِ سیّد المرسلین ﷺ۔

☆

حضرت عبدالمطلبؓ کی وفات کے وقت حضور سیّد عالمﷺ کی عمر مبارک آٹھ سال کی تھی۔ اُن کے وصال پر ملال کے بعد ''زمزم'' اور ''حجاج کو پانی پلانے کی خدمت پر اُن کے فرزند حضرت عباسؓ کو متولی بنایا گیا، حالانکہ وہ اس وقت اپنے تمام بھائیوں سے کم عمر تھے۔ یہ تولیّت قیامِ اسلام تک بھی اُن کے پاس رہی۔ حضور سیّد عالمﷺ نے بھی اُن کی اس تولیت کو بحال رکھا اور حضرت عباسؓ کی وساطت سے یہ تولیت آج تک آلِ عباسؓ ہی سے وابستہ ہے۔

☆

حضرت عبدالمطلبؓ اپنے والد کی وفات کے بعد اپنی والدہ ماجدہ کی سرپرستی میں جب پروان چڑھ رہے تھے۔ ابھی آپ کی عمر سات سال تھی کہ ایک دن یثرب (مدینہ منورہ) کے میدان میں بچوں کے ساتھ تیراندازی میں مشغول تھے کہ قریش کے ایک شخص کا اُدھر سے گزر ہوا تو اُس نے دیکھا کہ اُن کا تیر ہر مرتبہ نشانے پر لگتا ہے۔ آپ تیر پھینکتے وقت یہ کہتے:

''انا ابن ھاشم ارمی سھاما''

(میں ہاشم کا بیٹا تیر پھینک رہا ہوں۔)

☆

اُس شخص نے مکہ آ کر مطلب کو اُس کے برادرزادہ (حضرت عبدالمطلبؓ) کے متعلّق بتایا اور اُن کے چہرے پر جو بزرگی اور تقدس کے آثار نمودار تھے، سنائے۔ اس کے بعد اُن کے رشد و ہدایت کے علاوہ ہیبت و وقار کی تصویر کھینچی۔ علاوہ ازیں اُن کی معاشی مشکلات اور تنہائی کی بھی منظرکشی کر کے مطلب کو بہت شرمندہ کیا۔ چنانچہ مطلب اُسی وقت عبدالمطلب کو لانے کے لیے مدینہ منورہ روانہ ہو گیا، جس کی تفصیل پچھلے صفحات میں آ چکی ہے۔

☆

مکہ معظّمہ میں لانے کے بعد آپؓ کے چچا مطلب نے نہلا دھلا کر عمدہ لباس پہنا

کر بنو عبد مناف کے اشراف کی مجلس میں لا کر بٹھایا۔ اب یہ مکہ میں مقیم ہو گئے، اور اُن کے چچا مطلب کے بعد اُن کو اپنے والد ماجد حضرت ہاشم کی جانشینی کا شرف مل گیا اور آپ قریش کے سردار مقرر ہو گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے تبرکات مثلاً کمان، علَم، خانہ کعبہ کی چابیاں سب آپ کے پاس آ گئے۔

☆

قوم کی قیادت، سیادت اور امامت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد اُن کی بزرگی اور سیادت کی شہرت اطراف واکناف میں پھیل گئی۔ باہر کے لوگ جب حج کے موقع پر مکہ مکرمہ آتے تو اُن کے لیے تحائف لے کر آتے۔ اس طرح اپنی ذاتی صلاحیتوں، شجاعت، بصالت، فہم وذکاء، فصاحت وبلاغت اور مکارمِ اخلاق کی وجہ سے نابغہ عصر بن گئے۔ جو شخص اُن کی امان میں آجاتا، وہ تمام خطرات سے محفوظ ہو جاتا۔ آس پاس کے تمام بادشاہ اُن کی عزت وتکریم کرتے اور کمال محبّت رکھتے تھے۔

☆

جب کبھی اہلِ عرب پر کوئی اُفتاد پڑتی یا کوئی مصیبت نازل ہوتی تو حضرت عبدالمطلبؓ کو ساتھ لے کر ساری قوم ''کوہِ بیژہ'' پر آتی اور اُن کے وسیلۂ جلیلہ سے دُعائیں مانگی جاتیں۔ نور محمد ﷺ کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اُن کے مصائب و آلام دُور فرما دیتا۔ اپنے والد گرامی حضرت ہاشم کی طرح اُنہوں نے بھی بہت سی شادیاں کیں۔ اُن میں سے ایک کا نام قتیلہ بنت عامر تھا۔ اُن کے یہاں جو سب سے پہلے اولاد ہوئی وہ ایک صاحبزادہ تھا، جس کا نام ''حارث'' تھا اور اُس بیٹے کی وجہ سے آپ ''ابوالحارث'' کہلاتے تھے۔ ''حارث'' ہر معاملہ میں مثلاً ''زمزم'' کے کنویں کی کھدائی اور دوسرے مشکل کاموں میں باپ کی مدد کرتے تھے۔

ماخذ

۱۔ ''معارج النبوّت''، ملا معین واعظ کاشفیؒ، جلد اول، لاہور، ۱۹۷۸ء

۲۔ ''معارج النبوّت''، ملا معین واعظ کاشفیؒ، جلد دوم، لاہور، ۱۹۷۸ء

۳۔ ''رحمۃ للعالمینؐ''، قاضی سلمان منصور پوری، جلد اول، لاہور، ۱۹۷۲ء

۴۔ ''رحمۃ للعالمینؐ''۔ قاضی سلمان منصور پوری، جلد دوم، لاہور، سن ندارد

۵۔ ''سیرتِ سرورِ عالمﷺ''، مولانا مودودی، جلد دوم، طبع سوم، لاہور، دسمبر ۱۹۸۰ء

۶۔ ''فیروز سنز انسائیکلوپیڈیا''، لاہور، جولائی ۱۹۸۷ء

۷۔ ''مدارج النبوّت'' جلد دوم، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، اُردو ترجمہ از مولانا غلام معین الدین نعیمی، کراچی، سن ندارد۔

۸۔ ''سیّدالوریٰؐ'' از قاضی عبدالرائم دائمؔ، جلد اول، لاہور، ۱۹۹۶ء

۹۔ ''سیرتِ ابن اسحاق''، رسولؐ نمبر، ماہنامہ ''نقوش''، لاہور

۱۰۔ ماہنامہ ''سیارہ ڈائجسٹ'' لاہور، رسولؐ نمبر، جلد اول، نومبر ۱۹۷۳ء

۱۱۔ ماہنامہ ''سیارہ ڈائجسٹ''، لاہور، رسولؐ نمبر، جلد دوم، نومبر ۱۹۷۳ء

۱۲۔ ''وجاہت والدین مصطفیٰ اور قرآن'' ڈاکٹر محمد صداقت علی، ۲۰۱۵ء

☆

قطعہ تاریخِ وفات

سردارِ قریش حضرت سیّدنا عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"سیّدنا عبدالمطلب بااکرام"

۵۷۸ء

سرورِ کون و مکاں کے جدّ اَمجد ذِی علیٰ
تھے قریشِ مکہ کے وہ باخدا فرماں رَوا
فکر تھی فیضؔ الامیں کو اُن کے سالِ وصل کی
"زاہد و صالح تھے وہ" دی ہاتفِ حق نے صدا

۵۷۸ء

☆

نتیجہ فکر

حضرت صاحبزادہ

پیر فیض الامین فاروقی سیالوی

گجرات

عظمتِ والدینِ مصطفیٰ ﷺ

پوچھتے مجھ سے ہو کیا ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ
عظمتوں میں منتہیٰ ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

تم پڑے ہو اُن کے ایمان کے مباحث میں عَبَث
میرے ایماں کی جلا ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

اُن پر کچھ ایسی عطا ، اللہ ج نے کی ہے کہ اب
پیکرِ لُطف و عطا ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

جو دُعا اللہ ج سے کی تھی خلیلؑ اللہ ج نے
اُس دُعا کی انتہا ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

بالیقیں اُن کے کفِ پا سجدہ گاہِ نُور ہیں
حاملِ نُورِ خدا ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

چن لیا ہے جب برائے مصطفیٰ ﷺ اللہ ج نے
خود خدا ج کے مصطفیٰ ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

رشک کرتے ہیں اُنہی پر سب جہاں کے والدین
شان میں سب جدا ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

اُمِ عیسیٰؑ کا مقام اپنی جگہ ثاقِبؔ مگر
محسنِ ارض و سما ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

— ثاقبؔ صاحب —

عظمتِ والدینِ مصطفیٰ ﷺ

ہیں سراسر ربّ کی رحمت والدینِ مصطفیٰ ﷺ
اور سراپا خیر و برکت ، والدینِ مصطفیٰ ﷺ

کائناتِ حسن میں تھے بے نظیر و بے مثال
تھے امینِ نُورِ وحدت والدینِ مصطفیٰ ﷺ

تھا وجود اُن کا مقدس، بالیقیں وہ پاک تھے
حاملِ ایمان و حکمت ، والدینِ مصطفیٰ ﷺ

رحمۃ للعالمینؐ کے نور کے تھے وہ امیں
صاحبِ صدق و صداقت ، والدینِ مصطفیٰ ﷺ

ایماں کی دولت سے تھے وہ ازل ہی سے سرفراز
تھے جہاں بھر کی وہ نعمت ، والدینِ مصطفیٰ ﷺ

راحتِ قلبِ حزیں ہے، اک وظیفہ اُن کا نام
غمزدوں کی خاص راحت ، والدینِ مصطفیٰ ﷺ

اُن کے اسمائے گرامی شاہدِ توحید ہیں
امن اور ایمان کی زینت ، والدینِ مصطفیٰ ﷺ

اُن کے فیضِ نُور سے تابشؔ ہوئی مدحت رقم
ہیں مجسّمِ فیض و نعمت ، والدینِ مصطفیٰ ﷺ

—مولانا محمد منشا تابشؔ قصوری—
مرید کے ضلع شیخوپورہ

منقبتِ والدینِ رسالتمآب ﷺ

قاسمِ رُشد و ہدیٰ ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ
پیکرِ صدق و صفا ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

باپ ہیں اللہ ج کے بندے، ماں امانت دار ہیں
متّقین و حق نما ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

پُشت بھی پاکیزہ تھی اور رِحم بھی پاکیزہ تر
حاملِ نُورِ خدا ج ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

اُن کے ایمان پر کرے جو شک وہ خود مومن نہیں
مومنین و پارسا ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

کوئی مانے یا نہ مانے پَر مرا ایمان ہے
اہلِ زہد و اتّقا ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

کم نہیں ختم الرسلؐ کی والدینی کا شرف
فخر کرنے میں بجا ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

دَہر میں یوں تو کروڑوں اور بھی ماں باپ ہیں
والدینِ مصطفیٰؐ ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

مرے اسلاف اور مری آئندہ نسلوں کے لیے
ہر قدم پہ رہنما ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

اُن کا رُتبہ اُن کے بیٹے مصطفیٰؐ سے پوچھئے
کب ہمیں معلوم ، کیا ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

میں نے لکھی ہے بہ اُمیدِ شفاعت منقبت
مجھ گدا کا حوصلہ ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

اُن کے ہاں فیضانؔ کھولی مصطفیٰؐ نے چشمِ نور
راستی کا سلسلہ ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

۔پروفیسر فیض رسول فیضانؔ۔

گوجرانوالہ

منقبت بحضورِ والدینِ مصطفیٰ کریم ﷺ

معدنِ نورِ خداؐ ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ
شان میں بے انتہا ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

ذہنِ انسان اُن کے رتبے کا کرے اِدراک کیا
کیا بتاؤں تم کو کیا ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

رب نے اُنؓ کے واسطے سے ہم پہ فرمایا کرم
مرکزِ لطف و عطا ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

نسبتِ خیرالوریٰؐ نے اِس طرح چمکا دیا
نورِ حق کا آئینہ ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

حشر کے دِن عاصیوں کے حق میں جو کام آئے گا
وہ مسلّم واسطہ ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

جانِ ایمان سیّدِ عالمؐ ، سے پایا ہے شرف
حق نِگر حق آشنا ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

میں نے جو کچھ اپنے لفظوں میں لکھی ہے اُنؓ کی شان
اس سے فاضلؔ ماسوا ہیں والدینِ مصطفیٰ ﷺ

—مولانا سیّد محمد فاضل اشرفی میسوری—

میسور، کرناٹک، بھارت

منقبتِ والدینِ مصطفیٰ ﷺ

جلوۂ شانِ مشیّت والدینِ مصطفیٰ ﷺ
باکرامت ذی فضیلت والدینِ مصطفیٰ ﷺ

آئے جبکہ پاک پُشتوں ، پاک رحموں سے حضور ﷺ
کیوں نہ ہوں پھر پاک طنیت والدینِ مصطفیٰ ﷺ

مجتنب دائم رہے وہ کفر اور الحاد سے
ہیں نجومِ فلکِ وحدت والدینِ مصطفیٰ ﷺ

پیش کرتے ہیں ملائک اُنؓ کی عظمت کو سلام
سرتاپا حق و صداقت والدینِ مصطفیٰ ﷺ

اُنؓ کی سیرت اُنؓ کا اُسوہ لائقِ صد آفریں
شمعِ ایوانِ شرافت والدینِ مصطفیٰ ﷺ

جنؓ کا بیٹا ہے حبیبِ کبریاؐ ، خیرالوریٰؐ
کس قدر ہیں ارفع قسمت والدینِ مصطفیٰ ﷺ

وَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ فرمانِ حق ہے مرحبا!!!
مظہرِ اعجاز و ندرت والدینِ مصطفیٰ ﷺ

پا نہیں سکتا کوئی انؓ کے مقامِ ناز کو
ہیں جمالِ نورِ قدرت والدینِ مصطفیٰ ﷺ

بے نوا فیض الامیںؔ ہے اُن کا اِک اَدنیٰ غلام
حشر میں رکھیں گے عزت والدینِ مصطفیٰ ﷺ

—صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی سیالویؒ—

مونیاں شریف، گجرات

منقبتِ والدینِ مصطفیٰ ﷺ

خالقِ اکبرؑ کی رحمت والدینِؓ مصطفیٰ ﷺ
ہیں سراپا مہر و شفقت والدینِؓ مصطفیٰ ﷺ

صبر میں حضرتِ ابراہیمؑ کے وارث ہیں وہ
اور ذبیح اللہؑ کی شوکت والدینِؓ مصطفیٰ ﷺ

کاش کروا دیں شہِ بطحاؐ سے کہہ کر حشر میں
ہم فقیروں کی شفاعت والدینِؓ مصطفیٰ ﷺ

ہم کو شاہِؐ دیں ملے گودی سے جنؓ کی مومنو
ہیں وہی جانِ نجابت والدینِؓ مصطفیٰ ﷺ

کاش اُمّت کو سمجھ آ جائے اُنؓ کا مرتبہ
ہیں جہاں میں رَب کی حُجت والدینِ مصطفیٰ ﷺ

ہے بلال رشید کے دل کی آرزو
دیں ہمیں محشر میں شفقت والدینِؓ مصطفیٰ ﷺ

-بلال رشید-

اسلام آباد

منقبت والدین کریمین امام الانبیاء سیّد المرسلین ﷺ

عظمتوں کے امین والدینِ نبی ﷺ	رفعتوں کے مکیں والدینِ نبی ﷺ
مطلعِ نورِ حق ، مخزنِ آگہی	نورِ حق کے امیں والدینِ نبی ﷺ
وہ دلیلِ کرم سرتاپا محترم	شمع دینِ مبیں والدینِ نبی ﷺ
لوحِ قرآن پر نقش تحریر ہے	ساجدین ساجدیں والدینِ نبی ﷺ
شاہِؐ کون و مکاں کہہ رہے ہیں جنہیں	افضل و بہترین والدینِ نبی ﷺ
جلوہ گاہِ نبیؐ ، وہ شکم وہ جبیں	خُلق میں بہترین والدینِ نبی ﷺ
بت پرستی سے دُور، اپنے رب کے حضور	عابد و ساجدیں والدینِ نبی ﷺ
پسرؐ جن کا ہوا دو جہاں کا امامؐ	ایسے عظمت نشیں والدینِ نبی ﷺ
سب دلیلوں پر دال آمنہؓ بی کا لالؐ	اب تو کہہ مؤمنیں والدینِ نبی ﷺ
وادیٔ قیل و قال باعثِ اختلال	یہ بدیہی و یقیں والدینِ نبی ﷺ
عرشِ ربِّ علا مرکزِ اوّلا	مخزنِ آخریں والدینِ نبی ﷺ
مصدرِ مصطفیٰؐ ، صیغۂ خوش بنا	جملۂ دل نشیں والدینِ نبی ﷺ
وہ ضمیر نہاں ، مصطفیٰؐ کا بیاں	اس بیاں کے امیں والدینِ نبی ﷺ
پاک فطرت رہے پاک طینت رہے	اولیں آخریں والدینِ نبی ﷺ
تم مقدّم بنے تائے نور پر	قضیۂ بہتریں والدینِ نبی ﷺ

نسب پاک نبیؐ ، موتیوں کی لڑی   سبحۂ عارفیں والدینِ نبی ﷺ

فخرِ شاہؐ اُمم ، وہ مکینِ حرم   خوبصورت حسیں والدینِ نبی ﷺ

بحرِ زخّار ہیں ، دُرِّ مختار ہیں   تحفۂ دل نشیں والدینِ نبی ﷺ

کنزِ نورِ خدا ، مجتبیٰؐ متقی   اور ذخیرۂ دیں والدینِ نبی ﷺ

منقبت ہو یوں تمام، اُن پہ لاکھوں سلام   تہنیت آفریں والدینِ نبی ﷺ

تیراؐ اعجاز طالب تریؐ آلؓ کا

پنجتن کے نگیں والدینِ نبی ﷺ

—محمد اعجاز احمد القادری اویسی—

ایمانِ والدین مصطفیٰ ﷺ پر کتب

(مولانا ابوذہیب محمد ظفر علی سیالوی مدظلہ، خطیب جامع مسجد صدیقیہ، چنیوٹ)

حضور سیّد عالم ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم، موحد، مومن اور ملتِ ابراہیمی (علیہ السّلام) پر تھے۔ اور اسی پر ہی وصالِ باکمال ہوا اور وصال بھی ''دورِ فترت'' میں ہوا، جو کسی بھی نبی (علیہ السّلام) کا زمانہ نہیں تھا۔

☆

علما متقدمین سے تو یہ مسئلہ مخفی ہی رہا۔ لیکن متاخرین حضرات نے اس مسئلہ کو روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا اور والدین شریفین کے ایمان کو قرآن وسنت سے ثابت کیا۔ علما اہلِ سنت نے اس عنوان پر خوب کام کیا اور حقِ غلامی ادا کر دیا۔

☆

ذیل میں ہم اُن کتب کے اسماء مع مصنّفین لکھیں گے جو ہمیں معلوم ہو سکے۔ لیکن اس سے قبل ''ایمانِ والدین مصطفیٰ کریم ﷺ'' پر ایک خوبصورت حوالہ، علامۃ الجلیل شیخ حسن بن عمار علی الشرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۶۹ء ہجری، اپنی مشہور زمانہ، مستند اور درسی کتاب میں لکھتے ہیں:

''جب مدینہ منوّرہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا اور سرکار اعظم ﷺ کے

روضۂ انور پر حاضر ہو کر سلام عرض کرو تو یوں کرو: ''السلام علیلک وعلی اصولک الطیبین۔۔۔'' یارسول اللہ ﷺ آپ پر سلام ہو اور آپ کے پاک طیب آبا وٴ اجداد اور امہات پر یعنی مردوں اور عورتوں پر سلام ہو۔''

معلوم ہوا کہ علامہ حسن بن عمار علیہ الرحمہ کا عقیدہ بھی تھا کہ حضور جانِ کائنات ﷺ کے آبا وٴ وامہات مومن تھے، تبھی تو اُن پر سلام بھیج رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ (جل جلالہٗ) جزائے خیر عطا فرمائے علمائے اہلِ سنت کو، مفسّرین، محدثین، فقہا اور سیرت نگاروں کو جنہوں نے سیّد الثقلین ﷺ کے والدین کریمین کے ''صاحبِ ایمان'' اور ''جنتی و ناجی'' ہونے کے ثبوت پر مختلف ادوار میں لاتعداد کتب تصنیف کیں، علمی اور تحقیقی کام کیا، اُن کی کتابوں کے ناموں کی حتمی فہرست مرتب کرنا ایک بڑا محنت طلب کام ہے۔ لیکن قارئین کرام کی معلومات میں اضافے کے لیے اور حقیقت حال سامنے لانے اور خدمات علمائے اہلِ سنت کو سلامِ عقیدت پیش کرنے کے لیے یہاں عربی، اُردو، سندھی زبانوں میں لکھی گئی چند کتب کے نام مع مصنّف درج کیے جارہے ہیں۔

۱۔ ''کتاب فی احوال والدی الرسول''، حجۃ الاسلام امام محمد بن غزالی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۰۵ ہجری۔

۲۔ ''ایجاز الکلام فی والدی سیّد الانام''، شیخ عفیف الدین محمد بن حسن تبریزیؒ متوفی ۸۵۵ ہجری۔

۳۔ ''التعظیم والمنۃ فی ان ابوی رسول اللہ فی الجنّۃ''، امام جلال الدین سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ۔

۴۔ ''الدرج المنیفہ فی الآبا الشریفہ''، امام جلال الدین سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ ہجری۔

۵۔ ''السبل الجلیۃ فیہ الآبا العلیہ سبل النجاۃ''، امام جلال الدین سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ ہجری۔

۶۔ ''مسالک الحنفاء فی آبا المصطفیٰ ﷺ'' امام جلال الدین سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ ہجری۔

۷۔ ''المقامۃ السندیسہ فی الآباء الشریفہ المصطفویۃ''، امام جلال الدین سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ۔

۸۔ ''نشر العالمین فی احیاء الابوین الشریفین''، امام جلال الدین سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ ہجری۔

۹۔ ''رسالہ فی ابوی النبی ﷺ''، قاضی حلب شیخ محمد شاہ بن محمد فناریؒ متوفی ۹۲۶ ہجری

۱۰۔ ''رسالہ فی ابوی الرسول ﷺ''، شیخ احمد بن سلیمان حنفی المعروف شیخ ابنِ کمال پاشا متوفی ۹۴۰ھ

۱۱۔ ''انباء الاصطیفا فی حق آباء المصطفیٰ ﷺ''، شیخ محی الدین محمد بن قاسم امام حنفی المعروف ابنِ خطیب رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۴۰ ہجری۔

۱۲۔ ''منہج السنّہ فی ابوی النبی ﷺ فی الجنۃ'' ۷۵۳ کتب کے مصنّف مورخ شام شیخ محمد بن علی طولون صالحی دمشقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۵۳ ہجری۔

۱۳۔ ''الاقوال منقولہ عن الائمہ فی ابویہ ﷺ''، شیخ الاسلام احمد بن محر ہیتمی مکی شافعیؒ متوفی ۹۷۴ ہجری۔

۱۴۔ ''تحقیق امال الراجین فی والدین المصطفیٰ ﷺ بفضل اللہ فی الدارین من الناجین''، شیخ نورالدین علی محمد الجزار مصریؒ متوفی ۹۸۴ ہجری۔

۱۵۔ ''رسالۃ فی ابوی النبی ﷺ''، مسجد حرام کے امام و خطیب مفتیٔ مکہ مکرمہ شیخ عبدالقادر بن محمد طبری حسینی۔

۱۶۔ ''الانوار النبویۃ فی آباء خیر البریہ''، شیخ محمد بن عبدالرفیع حسینی مرسی اندلسی اشعری غوثی مالکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۵۲ ہجری۔

۱۷۔ ''الجوہرۃ المفیہ فی حق ابوی خیر البریہ'' فقیہ جلیل شیخ صالح بن محمد تمرتاشی غزی حنفیؒ متوفی ۱۰۵۵ ہجری۔

۱۸۔ ''تادیب المتمردین فی حق الابوین''، شیخ اوحدالدین عبدالاحد بن مصطفیٰ کتاہی سیواسی نودلیؒ۔ متوفی ۱۰۶۱ ہجری۔

۱۹۔ ''ھوایا الکرام فی تنزیہ آباء النبی علیہ السّلام''، قاضیٔ موصل شیخ یوسف بن عبداللہ دمشقی حلبی بدیعی حنفیؒ، متوفی ۱۰۷۳ ہجری۔

۲۰۔ ''سیّدالدین وسدالدین فی اثبات النجاۃ والدرجات للوالدین''، مفتیٔ شافعیہ مدینہ منورہ

علامہ سیّد محمد عبد الرسول برزنجیؒ متوفی ۱۱۰۳ ہجری۔

۲۱۔ ''مرشد الہدیٰ فی نجات ابوی النبی المصطفیٰ ﷺ'' قاضیِ حلب شیخ ابراہیم بن مصطفیٰ فرخی المعروف وحدی رُومیؒ متوفی ۱۱۲۶ ہجری۔

۲۲۔ ''رسالۃ السرّور والفرح فی حق ایمانِ والدی الرسول ﷺ''، شیخ محمد بن ابوبکر عشی و حنفیؒ متوفی ۱۱۵۱ ہجری۔

۲۳۔ ''تحفۃ الصفاء فیھما یتعلق بابوی المصطفیٰ ﷺ''، شیخ احمد بن عمر دہری غنمی ازہری مصری شافعیؒ متوفی ۱۱۵۱ ہجری۔

۲۴۔ ''القول المختار فیھا یتصلق بابوی المختار ﷺ'' شیخ احمد بن عمرؒ

۲۵۔ ''مطلع النبرین فی اثبات النجاۃ الوالد سیّد الکونین ﷺ'' شیخ احمد بن عدوی طرابلسی دمشقی حنفیؒ، متوفی ۱۱۷۲ ہجری۔

۲۶۔ ''قرۃ العین فی ایمان الابوین''، شیخ حسین بن احمد حلبیؒ

۲۷۔ ''الرد علی من اقتحم القدح فی الابوین الکریمین''، شیخ ابوالخلاص حسن بن عبداللہ بخشیؒ متوفی ۱۱۹۰ ہجری۔

۲۸۔ ''ذخائرین العابدین وارغام الھاندین فی نجات والدی المکرّمین سیّد المرسلین ﷺ'' مفتی حلب شیخ محمد یوسف غزالیؒ متوفی ۱۱۹۴ ہجری۔

۲۹۔ ''رسالۃ فی اثبات النجات والایمان بوالدی سیّد الاکوان ؐ''، شیخ علی بن صادق دمشقیؒ متوفی ۱۱۹۹ ہجری۔

۳۰۔ ''رسالہ موجزۃ فی حق النبی ﷺ'' شیخ سعد الدین سلیمان بن عبدالرحمن مستقیمؒ متوفی ۱۲۰۲ ہجری

۳۱۔ ''الانتصار لوالدی النبی المختار ﷺ''، حافظ محمد مرتضیٰ بگرامی زبیدی حسینی حنفیؒ متوفی ۱۲۰۵ ہجری

۳۲۔ ''حدیقۃ الصفاء فی والدی المصطفیٰ ﷺ''، حافظ محمد مرتضیٰ بگرامی زبیدی حسینی حنفیؒ متوفی ۱۲۰۵ ہجری

۳۳۔ ''العقد المنظم فی امہات النبی ﷺ'' حافظ محمد مرتضیٰ بگرامی زبیدی حسینی حنفیؒ متوفی ۱۲۰۵ ہجری۔

۳۴۔ ''بسط الیدین الاکرام الابوین''، مولانا محمد غوری مدراسی شافعیؒ متوفی ۱۲۳۸ ہجری۔

۳۵۔ ''القول المسدّد فی نجاۃ والدی محمد ﷺ'' عبد الرحمٰن شافعیؒ متوفی ۱۲۵۸ ہجری۔

۳۶۔ ''مناقب السیّدہ آمنہ والدۃ رسول اللہ ﷺ'' امام، خطیب حرم مکی علامہ سیّد یحییٰ مؤذن حسنی متوفی ۱۲۶۰ ہجری۔

۳۷۔ ''سبل الاسلام فی حکم آباء سیّد الانام ﷺ''، محمد بن عمر بالی مدنی حنفیؒ

۳۸۔ ''خلاصۃ الوفا فی طہارۃ اصول المصطفیٰ ﷺ'' من الشرک والجفا، شیخ محمد یحییٰ بن طالب مغربی مالکیؒ متوفی ۱۳۳۰ ہجری۔

۳۹۔ ''السیف المسوّل فی القطع نجاۃ ابوی الرسول اللہ ﷺ، قاضیٔ موصل شیخ احمد فائز بن محمود شہری زوری کردیؒ متوفی ۱۳۳۶ ہجری۔

۴۰۔ ''بلوغ المرام فی اباء النبی علیہ السّلام''، شیخ ادریس بن محفوظ شریف الجزائری بنونسیؒ متوفی ۱۳۵۴ ہجری۔

۴۱۔ ''سعادۃ الدّارین بنجاۃ الابوین، مفتی مالکیہ مکہ مکرمہ خاتم المحقّقین''، شیخ محمد علی بن حسین مالکیؒ متوفی ۱۳۶۷ ہجری۔

۴۲۔ ''اُم النبی ﷺ'' ڈاکٹر عائشہ عبد الرحمٰن مصری المعروف بنتِ الشاطی متوفی ۱۴۱۹ ہجری۔

۴۳۔ ''نخبۃ الافکار فی تنجۃ والدی المختار ﷺ، شیخ محمد اسماعیل حسنی۔

۴۴۔ ''اُم النبی ﷺ'' شیخ عبد العزیز مصری۔

۴۵۔ ''رسالۃ فی ابوی النبی ﷺ''، گمنام مصنّف۔

۴۶۔ ''رسالۃ فی نجاۃ ابوی النبی ﷺ وکونھا من اھل الفرۃ''، شیخ علیؒ۔

۴۷۔ ''رسالۃ فی اجاۃ الابوین الشریفین''، گمنام مصنّف۔

۴۸۔ ''مطالع النور السنی المتنی علی طھارۃ نسب النبی العربی ﷺ''، شیخ عبد اللہ آفندی رُومیؒ۔

۴۹۔ ''بلوغ المأرب فی نجاۃ آباء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام''، شیخ سلیمان ازہری لازمی۔

۵۰۔ ''تنبیہ الفحول فی اثباتِ ایمانِ آباء الرسول ﷺ'' مولانا علی بن احمد گوپاموئیؒ متوفی ۱۲۷۰ ہجری

۵۱۔ ''الکلام المقبول فی اثباتِ اسلامِ آباء الرسول ﷺ'' نوے (۹۰) سے زائد کتب کے

مصنّف مولانا وکیل احمد سکندر پوریؒ متوفی ۱۳۲۲ ہجری۔

۵۲۔ ''الدر الثمین فی ایمان ابا النبی الکریم ﷺ'' مولانا انور کا کوروی قلندریؒ متوفی ۱۳۲۴ ہجری۔

۵۳۔ ''کلام المقبول فی طہارتِ نسب الرسول اللہ ﷺ'' حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمیؒ متوفی ۱۳۹۱ ہجری۔

۵۴۔ ''ابوین مصطفیٰ ﷺ'' مولانا محمد فیض احمد اویسیؒ، طبع دوم، بہاولپور، فروری ۱۹۹۹ء۔

۵۵۔ ''تنویر الکلام فی اثباتِ اسلام آباء الکرام''، مولانا محمد عنایت اللہ سانگلہ ہل متوفی ۱۹۸۱ء۔

۵۶۔ ''تقدیس والدین مصطفیٰ ﷺ''، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، اُردو ترجمہ: ڈاکٹر محمود الحسن عارف، لاہور، جنوری ۲۰۰۱ء۔

۵۷۔ ''شمول الاسلام''، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ۔

۵۸۔ ''عظمت و مقام ابوین شریفین سیّد الوریٰ ﷺ''، علامہ محمد الیاس چشتی۔

۵۹۔ ''فضائل سیّدہ آمنہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا''، علامہ مفتی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ۔

۶۰۔ ''والدین کریمین''، پروفیسر علامہ محمد حسین آسی شکر گڑھی رحمۃ اللہ علیہ۔

۶۱۔ ''نور العین فی ایمان آباء سیّد الکونین ﷺ''، مولانا محمد علی نقش بندی رحمۃ اللہ علیہ۔

۶۲۔ ''والدین رسالت مآب ﷺ''، علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی، لاہور، جولائی، ۲۰۰۵ء۔

۶۳۔ ''عقیدہ العلماء فی ایمان آباء المصطفیٰ ﷺ''، نومبر 2015ء۔

۶۴۔ ''شانِ والدین مصطفیٰ ﷺ''، قاری غلام رسول قصوری، لاہور، دسمبر 2018ء۔

۶۵۔ ''والدینِ مصطفیٰ ﷺ''، مولانا محمد یٰسین قصوری، لاہور، طبع دوم، ۱۴۱۸ھ۔

۶۶۔ ''مسالک الحنفاء لابویہ المصطفیٰ ﷺ''، علامہ جلال الدین سیوطیؒ، اردو ترجمہ: مفتی سیّد غلام معین الدین نعیمیؒ، لاہور، س ن۔

۶۷۔ ''والدہ ماجدہ سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ''، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، لاہور، ۲۰۰۷ء۔

۶۸۔ ''ایمانِ والدین مصطفیٰ ﷺ''، مفتی محمد خان قادری، لاہور، ۲۰۱۲ء۔

☆

منقبت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپؓ عالی نسب ، پارسا ، باصفا
انتخابِ خداوند ، جود و سخا
مہ جبیں ، دلنشیں ، خوش ادا ، خوش لقا
آپؓ اشرفِ عالم کے ہیں پیشوا
آپؓ عبداللہؓ ہیں والدِ مصطفیٰ ﷺ

آپؓ سخیوں کے داتا ہیں شاہوں کے شاہؓ
آپؓ ذی قدر ، ذی جاہ ، عالم پناہؓ
آپؓ کی عظمتوں پر زمانے گواہ
آپؓ کی رفعتیں ہیں بیاں سے ورا
آپؓ عبداللہؓ ہیں والدِ مصطفیٰ ﷺ

نورِ احمدؐ جبیں میں جو تھا ضوفشاں
بھیجتے تھے سلام آپؓ پر بے گماں
کوہ ، اشجار ، چشمے ، زمیں آسماں
آپؓ کی عظمتوں پر جہاں ہے فدا
آپؓ عبداللہؓ ہیں والدِ مصطفیٰ ﷺ

ہاشمی بوستاں کے گل سرسبد
ناز پرور حسیں ، پاک دل ، سروقد
جانِ اہلِ کمال و جمال و خرد
صاحبِ منزلت ، بے خطر ، بے ریا
آپؓ عبداللہؓ ہیں والدِ مصطفیٰ ﷺ

آپؓ دو جگ کی آنکھوں کا تارا بنے
آپؓ ہر خیر و خوبی میں یکتا رہے
آپؓ کی جاں پہ سَو اونٹ قرباں ہوئے
آپؓ کا بول بالا رہے گا سدا
آپؓ عبداللہؓ ہیں والدِ مصطفیٰ ﷺ

اپنے نورِ نظرؐ کے حضور اے شہاؓ!
کیجیے پُر خطا کی سفارش ذرا
انورِؔ بے نوا پر اک نگاہِ عطا
اور بالا کرے رتبہ حق آپؓ کا
آپؓ عبداللہؓ ہیں والدِ مصطفیٰ ﷺ

—پروفیسر افضال احمد انورؔ—

فیصل آباد

منقبتِ حضرت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

بندھی حجاز میں ایسی ہوائے عبداللہؓ
خدا کا خاص کرم ہے برائے عبداللہؓ

نگاہ و دل میں سمائی ضیائے عبداللہؓ
پسند آئی ہے سب کو ادائے عبداللہؓ

ہوئی عرب کے خواص و عام میں شہرت
بسے نظر میں تو دل میں سمائے عبداللہؓ

اس ایک جلوے سے ہے دل کے آئینے کا بھرم
نگاہِ شوق میں نقشِ پائے عبداللہؓ

یہی بات ہے کہ والد ہیں وہ محمدؐ کے
بیان اور کیا کروں ثنائے عبداللہؓ

اُسے ملی ہے نویدِ نجات کی سوغات
پڑی ہے کان میں جس کے صدائے عبداللہؓ

چمک رہا ہے محمدؐ کا نام ماتھے پر
ادب سے دیکھیے سُوئے لقائے عبداللہؓ

ہے اُن کی ذات دُعائے خلیلؑ کا مظہر
نبیؐ کا نور ہے عظمت فزائے عبداللہؓ

نصیؔر میرے لیے ہے نجات کا باعث
ثنائے احمد مرسلؐ، ولائے عبداللہؓ

—سیّد نصیر الدین نصیؔر گولڑویؒ—

منقبت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیّد و سرور عبداللہ ، سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
والدِ سرکار ﷺ عبداللہ ، سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہر طرح عزت و تعظیم کے
آپؓ ہیں حقدار عبداللہ، سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دو پروں والا بھتیجا آپؓ کا
جعفر طیارؓ ، عبداللہ ، سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپؓ کا اِک بھتیجا مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حیدرِ کرارؓ ، عبداللہ ، سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اے ابوطالبؓ کی جاں حمزہؓ کے دل
اے بڑے جی دار، عبداللہ، سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اَور بھی ہو گی نمایاں حشر میں
آپؓ کی دستار، عبداللہ، سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سب فرشتے اور ولی ہیں آپؓ کے
حاشیہ بردار ، عبداللہ ، سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپؓ کو کہتے ہیں سب اہلِ عرب
صاحبِ ایثار، عبداللہ، سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جان و دل سے ہے بلالِ حق نوا
آپؓ کا میخوار، عبداللہ، سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

-بلال رشید-

اسلام آباد

منقبتِ سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ

نیک خُو نیک نام عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
واجبِ احترام عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تاجداروں سے بھی عظیم ہوئے
تیرےؓ دَر کے غلام عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپؓ ہیں والد شاہِؐ مدینہ کے
آپ پہ لاکھوں سلام عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سب رسولؑ و نبیؑ دِل سے تراؓ
کرتے ہیں احترام عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تیرےؓ صدقے میرا بھی حشر میں
سارا بن ہی جائے گا کام عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہے ازل سے ساری اُمّت کے
دل میں تیراؓ قیام عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زائرینِ حرم کو ملتا تھا
تیرےؓ گھر سے طعام عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تیرےؓ صدقے بلالؔ پائے گا
قربِ خیر الانامؐ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حشر کے دن بلالؔ کہلائے
تیرا ادنیٰ غلام عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

—بلال رشید—

اسلام آباد

منقبت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ

نورِ ایمان ہیں ، تابِ حسن یقین والدِ مصطفیٰؐ مرحبا مرحبا
سب سے ہیں خوبرو ، عنبریں ، دلنشیں والدِ مصطفیٰؐ مرحبا مرحبا

منبعٔ نور ہیں ، مرکزِ روشنی ، انؓ کے صدقے سے پائی ہے دل نے خوشی
پاک سیرت ہیں ، طاہر ہیں ، دل کے حسین والدِ مصطفیٰؐ مرحبا مرحبا

اُن کی سیرت پہ قربان ہے ہر بشر، حسن والے ہیں ، خوش دل ہیں روشن نظر
جلوہ گر ہیں سدا مومنوں کے قریں والدِ مصطفیٰؐ مرحبا مرحبا

اُن کے دَر سے ہدایت کی پائی سحر ، اُن کے قدموں میں جھکتے ہیں شمس وقمر
قلبِ اسلام ہیں رُوحِ انوارِ دیں والدِ مصطفیٰؐ مرحبا مرحبا

اُن کے در سے ملی دل کو سچ کی رِدا ، اُن کے دَم سے کھلے پھول ہیں خوشنما
حسنِ رنگِ فلک ، چشم بزمِ زمیں والدِ مصطفیٰؐ مرحبا مرحبا

اُن کی ہستی سہانی ہے ، ذیشان ہے ، اُن کے دَر کا دو عالم پہ احسان ہے
حق نگر کے یقیں ، سچ نگر کے مکین والدِ مصطفیٰؐ مرحبا مرحبا

اُن کے اوصافِ انجمؔ کروں کیا بیاں ، وہ ہیں حق سچ کے پھولوں میں ہردم عیاں
شان و عظمت کے حامل ہیں نور نگیں والدِ مصطفیٰؐ مرحبا مرحبا

—ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجمؔ—

سرگودھا

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۵۴۵ء۔۵۷۱ء)

(مفتی محمد شفیق رضا نقش بندی کے قلم سے)

اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ نے قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی سورۃ شعراء کی آیت ۲۱۹ میں ارشاد فرمایا کہ:

"اے محبوب (ﷺ)! ہم آپؐ کو ساجدین (اہلِ ایمان) کے اندر منقلب کرتے رہتے ہیں۔"

☆

آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ عزوجل نے آدم علیہ السّلام سے لے کر میرے والدین (کریمین) تک میرے نُور کو پاک پشتوں اور پاکیزہ رحموں میں منتقل فرمایا۔"

☆

آپ ﷺ کی تمام نسبتیں ہی عظمت والی ہیں۔ خصوصاً آپ ﷺ کے والدین کریمین نہایت بلند مقام کے حامل ہیں۔ حضور سیّد عالم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے والد ماجد حضرت عبداللہؓ سے دنیا کا کوئی باپ زیادہ خوش قسمت اور بلند اقبال نہیں ہے، کیونکہ آپ (حضرت عبداللہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، ایسی عظیم ہستی کے باپ ہیں جو تکوینِ کائنات ہیں۔ اوّلین و

آخرین، انبیاءؑ و مرسلینؑ اور اُن کی اُمتیں جن کے فیض سے فیضیاب ہیں جو شفیع المذنبین (ﷺ) ہیں، جو آسمانِ نبوتؐ و رسالتؐ کے آفتاب و ماہتاب ہیں، جن کے طلوع ہونے کے بعد ہدایت کی روشنی اتنی فراواں ہوگئی کہ اُس کے بعد کسی دوسرے نُورِ ہدایت کی ضرورت ہی نہ رہی۔

نبیؑ آتے رہے آخر میں نبیوںؑ کے امامؐ آئے

وہ دُنیا میں خدا کا آخری لے کر پیام آئے

☆

جسؐ نے اپنی شبانہ روز محنت سے انسان کا ٹوٹا ہوا رشتہ اپنے ربِ جل جلالہٗ سے جوڑ دیا، جسؐ نے اپنی نگاہِ کرم سے جاں بلب انسانیت کو حیاتِ جاوداں سے بہرہ ور کیا، ایسی بے مثال و بے نظیر ہستیؐ کے والدِ ماجد کا نام نامی اسم گرامی حضرت عبداللہؓ ہے، وہ عبداللہؓ جن کے والد گرامی حضرت عبدالمطلبؓ نے چاہِ زمزم کی کھدائی کے وقت، جسے کافی عرصہ پہلے قبیلہ بنی جرہم کے لوگ بند کر گئے تھے اور کسی کو اُس کا پتہ نہ تھا، اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی مہربانی اور رہنمائی کے مطابق آپؓ اپنے اکیلے بیٹے جنابِ حارث کو ساتھ لے کر کھدائی کر رہے تھے جو کہ بہت مشکل کام تھا۔ اُس وقت حضرت عبدالمطلبؓ عنہٗ نے یہ نذر مانی:

''اگر اللہ تعالیٰ عزوجلّ نے اُنہیں دس بیٹے دیئے اور سب جوان اور صحت مند ہو کر اُن کی تقویت کا باعث بنے تو وہ اُن میں سے ایک بیٹے کو راہِ خدا میں قربان کر دیں گے۔''

☆

اس کے بعد اُن کے مندرجہ ذیل بیٹے ہوئے۔ حارث کا پہلے ذکر ہوا، زبیر، حجل، ضرار، مقوم، ابوطالب، عباس، حمزہ، ابولہب، عبداللہ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، حضرت عبدالمطلبؓ کے سب سے چھوٹے اور سب سے لاڈلے بیٹے تھے۔ جب اُن کی عمر مبارک اٹھارہ یا بیس سال کی ہوئی تو حضرت عبدالمطلبؓ کو اپنی نذر پوری کرنے کا خیال آیا۔ چنانچہ سب بیٹوں کو طلب فرما کر اپنی نذر سے آگاہ کیا۔ سب بیٹوں نے عرض کیا، ہم

سب کے سب آپ کی اطاعت کرتے ہیں، آپ ہم میں سے جسے چاہیں ذبح فرمائیں۔

چنانچہ حضرت عبدالمطلبؓ نے خانہ کعبہ میں ان دس بیٹوں میں قربانی کے لیے قرعہ اندازی کی۔ قرعہ ڈالنے پر حضرت عبداللہؓ کا نام نکلا۔ حضرت عبداللہؓ اپنے بھائیوں کی نسبت اپنے باپ کے سب سے پیارے بیٹے تھے، لیکن حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنی نذر پوری کرنے کے لیے پرعزم تھے۔ انہوں نے خود اپنے پیارے بیٹے عبداللہؓ کا ہاتھ پکڑا اور چھری لے کر خانہ کعبہ کے پاس قربانی کی مخصوص جگہ پر لے گئے۔

جو یقین کی راہ پر چل پڑے اُنہیں منزلوں نے پناہ دی

جنہیں وسوسوں نے ڈرا دیا، وہ قدم قدم پر بہک گئے

☆

لوگوں کو جیسے ہی اس کی خبر ہوئی تو قریش کے بڑے بڑے سردار دوڑتے ہوئے آئے اور حضرت عبدالمطلبؓ کو قربانی سے روکا۔ آپؓ نے فرمایا! نہیں، میں تو اپنی نذر پوری کروں گا۔ قریش نے کہا کہ تم عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ذبح کرو، اس طرح تو بیٹے کو ذبح کرنے کی رسم بن جائے گی۔ تم فلاں کاہنہ سے رجوع کرو۔ چنانچہ قریشی سردار اور حضرت عبدالمطلبؓ سب مل کر کاہنہ کے پاس گئے، جس کا نام ''قطبہ'' یا ''سجاح'' بتایا جاتا ہے۔ اُس کاہنہ نے کہا کہ تم لوگ واپس جاؤ اور حضرت عبداللہؓ اور دس اونٹوں پر قرعہ ڈالو۔ اگر قرعہ حضرت عبداللہؓ کے نام نہ نکلے تو اونٹوں کی تعداد بڑھاتے جاؤ، یہاں تک کہ قرعہ اونٹوں پر نکل آئے، تو پھر سب اونٹوں کو ذبح کر ڈالو۔ چنانچہ اِس طرح قرعہ اندازی کی گئی۔ جب اونٹوں کی تعداد بڑھاتے بڑھاتے سو (۱۰۰) ہو گئی تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ چنانچہ سب اونٹوں کو وہیں ذبح کیا گیا اور گوشت انسانوں، پرندوں اور درندوں سب نے کھایا۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

''انا ابن الذبیحین''

''یعنی میں دو ذبیحوں (حضرت اسماعیل علیہ السّلام اور حضرت عبداللہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا فرزند ہوں۔''

☆

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سن مبارک بیس (۲۰) سال کے قریب ہوا، تو جوانی کا عالم تھا، اس پر تقویٰ و پارسائی کے انوار کا ہجوم، آپ کا حسن و جمال حشر سامان تھا۔ آپؓ جن راستوں سے گزرتے، سینکڑوں دل سینوں میں مچلنے لگتے۔ آنکھیں قدموں میں بچھنے کے لیے بے چین ہو جاتیں۔ امام ذینی دحلان مکیؒ اپنی کتاب ''مستطاب السیرہ النبویہؐ'' جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے زمانہ میں عورتوں کی طرف سے مشقّت اور صبر آزما حالات کا سامنا کرنا پڑا، جو کہ حضرت یوسف علیہ السّلام کو اپنے زمانہ میں عزیزِ مصر کی بیوی (زلیخا) کی طرف سے پیش آئے۔ لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رُخِ زیبا پر شرم وحیا، شرافت و نجابت کے انوار برستے رہے اور آپؓ کی شرمگیں نگاہیں جھکی رہیں۔ مکہ کی کئی دوشیزاؤں کے ہاتھ سے صبر و احتیاط کا دامن بار بار چھوٹ جاتا ہے۔ بعض نے تو اپنے جاں سوز شوق کی بے تابیوں سے بے بس ہو کر اپنے حسن و جمال کی جملہ رعنائیوں کو اُن کے قدموں کی خاک پر قربان کر دینے کا برملا اظہار بھی کر دیا تھا۔ مزید برآں سَو سَو اُونٹ کا نذرانہ پیش کرنے کی جسارت بھی کی تھی۔ اس سلسلے میں ام قتال اور فاطمہ خشعمیہ کے واقعات مشہور ہیں۔''

☆

حضرت عبداللہؓ کا چہرہ مبارک جس نورِ مبیں کی کرنوں کی جلوہ گاہ بنا ہوا تھا، وہ اُنہیں کبھی کسی کی طرف نگاہ اٹھانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ آپؓ نے ہر بار بڑی بے نیازی اور حقارت سے ایسی تمام پیش کشوں کو اشعار کی صورت میں یہ کہہ کر ٹھکرا دیا:

''ترجمہ: ''رہا حرام تو اس سے تو موت بہتر ہے اور حلال، تو میں حلال واضح طور پر

نہیں دیکھ رہا۔ میں ایسی بات کو کیسے قبول کرسکتا ہوں، جو تم چاہتی ہو۔ کریم
ہمیشہ اپنی عزت اور اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے۔''

نخلِ اسلام نمونہ ہے آبرومندی کا
پھل ہے یہ سینکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا

☆

اُدھر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس فکر میں تھے کہ اپنے جواں بخت بیٹے کے لیے ایسی دلہن بیاہ کر لائیں جو اپنے دولہا کی طرح نظیر نہ رکھتی ہو۔ آپؓ کی نظر برحقیقتِ نگاہ نے قریش کے بنوزہرہ خاندان کے سربراہ وہب بن مناف کی نورِ نظر، حورشمائل لختِ جگر آمنہؓ کا انتخاب کیا، جو پہلے ہی جنگل میں حضرت عبداللہؓ کی ایک عظیم کرامت دیکھ کر (جب ستر (۷۰) یہودیوں نے حضرت عبداللہؓ کو قتل کرنے کے لیے گھیر لیا تو کس طرح فرشتوں نے آنِ واحد میں اُن سب یہودیوں کو ختم کر دیا تھا) اُن کے گرویدہ ہو چکے تھے۔ حضرت عبدالمطلبؓ اپنی زوجہ محترمہ ہالہ (جو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تایازاد/ چچازاد بہن تھی) سے حضرت آمنہؓ کی صفات سنتے رہتے تھے۔ چنانچہ عبدالمطلبؓ نے اپنے لختِ جگر حضرت عبداللہؓ کا رشتہ نہایت غور و خوض کے بعد قبول و منظور کیا۔ جلد ہی تقریبِ نکاح منعقد ہوئی۔ شبِ زفاف میں ہی نورِ محمدﷺ جو کہ حضرت عبداللہؓ کی پشت مبارک میں تھا، حضرتِ آمنہؓ کو منتقل ہو گیا اور سارا جہان اُس نور سے روشن و تاباں ہو گیا۔

لاکھ ستارے ہر طرف ظلمتِ شب جہاں جہاں
ایک طلوعِ آفتاب دشت و جبل سحر سحر

☆

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تجارتی سامان لے کر شام، فلسطین وغیرہ ممالک میں آیا جایا کرتے تھے، شادی کے کچھ عرصہ بعد آپؓ کو اپنے بزرگوں کے ایک تجارتی قافلہ کی نگرانی کرنے اور کاروباری ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے ملک شام جانا پڑا۔ تجارتی مصروفیات

سے فراغت کے بعد جب آپؓ نے اپنے ساتھیوں سمیت مکہ واپس آنے کے لیے رختِ سفر باندھا تو راستے میں طبیعت مبارک علیل ہوگئی۔ قافلہ جب مدینہ منوّرہ پہنچا تو علالت بڑھ گئی، بدیں وجہ آپؓ وہیں اپنے ننھیال بنوعدی بن النجار میں رُک گئے تاکہ طبیعت بحال ہوکر سکون پذیر ہو تو عازمِ مکہ ہوں۔

☆

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ساتھی مکہ مکرمہ لوٹ آئے اور حضرت عبدالمطلبؓ کو آپؓ کی شدید علالت کی اطلاع دی۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنے بڑے صاحبزادے حارث کو مدینہ منوّرہ بھیجا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو حضرت عبداللہؓ رحلت فرما چکے تھے۔ حارث اُسی وقت واپس مکہ معظّمہ لوٹے اور حضرت عبداللہؓ کے وصال کی خبر دی۔ اس خبرِ وحشت اثر نے سارے خاندان پر حزن وملال طاری کردیا۔ رحلت کے وقت اُنؓ کی عمر مبارک پچیس (۲۵) سال تھی۔ آپؓ کی رحلت پر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاندان اور دیگر لوگوں نے دردناک اظہار کیا:

کتنی مشکل ہے زندگی، کس قدر آساں ہے موت
گلشن ہستی میں مانندِ نسیم ارزاں ہے موت

☆

حضرت عبداللہؓ کی رحلت کے وقت حضور سیّدِ عالم ﷺ شکمِ مادر ہی میں تھے۔ لیکن مشیّتِ ایزدی اس بات کی متقاضی تھی کہ دنیا کی یہ عظیم شخصیت جب اس دنیا میں تشریف لائے تو کوئی اُن کی قدر ومنزلت میں مقابل نہ ہو۔ حضرت عبداللہؓ کو بعد از وصال مدینہ منوّرہ میں ایک مقام ''دارالنابغہ'' میں دفن کیا گیا۔ نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے والدِ ماجد حضرت عبداللہؓ کامل ''مومن'' اور ''موحد'' تھے۔ حضور پرنور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے تمام آباء واجداد، حضرت آدم علیہ السّلام تک مومن وموحد تھے۔ آج کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معاذ اللہ مشرک اور کافر کہتے ہیں جو کہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ

میں انتہائی بے ادبی اور شرمناک جسارت ہے۔ جب کہ اُن کے ایمان کے متعلّق واضح شواہد موجود ہیں۔ بڑے بڑے آئمہ ومحدثین امام جلال الدین سیوطی، امام طبرانی، امام سہیلی، امام زرقانی، امام قسطلانی، حافظ شمس الدین خصوصاً ''امام جلال الدین سیوطیؒ'' نے والدینِ مصطفیٰ ﷺ کے ایمان کو چار طریقے سے بیان فرمایا:

۱۔ نبی کریم کے والدین کو دعوتِ اسلام نہیں پہنچی۔ اُن کا حکم یہ ہے کہ وفات ''نجات'' پر ہے اور جنت میں داخل ہوں گے۔

۲۔ وہ اہلِ فترت میں سے ہیں، جو آخر کار بوجہ اطاعت جنتی ہوں گے۔

۳۔ تیسرا مسلک یہ کہ ابوین کریمینؓ کو زندہ کر کے مسلمان کیا گیا۔

۴۔ چوتھا مسلک یہ کہ وہ دینِ حنیف پر تھے، جیسے قیس بن ساعدہ وغیرہ یہ لوگ جنتی ہیں۔

☆

دُعا ہے کہ اللہ پاک جل جلالہٗ، وشانہٗ حضور سیّد عالم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے توسل سے اُمتِ مصطفیٰ ﷺ پر رحم فرمائے۔

(ماخذ: کتبِ سیرت وتواریخ)

زبان ودل سے کریں ہم ثنائے عبداللہؓ
تاجدارِ ختمِ نبوتﷺ کے والدِ ماجدؓ کے حضور
خراجِ تحسین

☆

سیرت وتاریخ کے آئمہ کرامؒ نے لکھا ہے کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی ولادت باسعادت ہوئی تو اُس وقت شام کے تمام اہلِ علم نے اُس کو جان لیا تھا اور یہ اس لیے کہ اُن کے ہاں ایک سفید جبہ تھا اور وہ جبہ حضرت یحییٰ علیہ السّلام کے خونِ شہادت سے آلودہ تھا اور اُنہوں نے اپنی کتابوں میں پڑھا تھا کہ جب تم اس سفید جبہ سے تازہ خون ٹپکتا دیکھو تو جان لینا کہ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰﷺ کے والدِ گرامی کی ولادت اُسی وقت ہو گئی ہے۔ وہ یہودی جمع ہو کر مکہ مکرمہ کی طرف آئے اور اُنہوں نے جنابِ عبداللہؓ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا، لیکن اللہ تعالیٰ (جل جلالہ) نے اُن کے شر کو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ،) سے دُور کر دیا اور وہ ناکام ونامراد اپنے اپنے شہروں کو چلے گئے اور لوگوں سے کہتے:

''قریش میں چمکنے والا نور ہم سے بچ نکلا۔''

علمائے یہود بھی یہ بات کہتے تھے:

''یہ نُور جو عبداللہؓ بن عبدالمطلبؓ کی پیشانی میں چمکتا ہے، یہ نُور تو نُورِ محمدیﷺ ہے۔''

خدا کے فضل سے پھیلی ضیائے عبداللہؓ
زبان و دل سے کریں ہم ثنائے عبداللہؓ

☆

حضرت عبداللہؓ اپنے والدِ گرامی حضرت عبدالمطلبؓ سے بیان فرماتے ہیں:

''میں جب ''جبلِ عمیر'' پر چڑھتا ہوں تو میری پشت سے دو نُور نکلتے ہیں۔ ایک مشرق اور دوسرا مغرب کی طرف جاتا ہے، پھر وہ دونوں نُور گھوم کر بادل کی طرح ہو جاتے ہیں، پھر اُن کے لیے آسمان کھل جاتا ہے۔ پس وہ نُور آسمان میں داخل ہو جاتے ہیں، پھر اُس سے نکلتے ہیں اور میری طرف لوٹ آتے ہیں اور میں جس جگہ بیٹھتا ہوں، اپنے نیچے (زمین) سے سنتا ہوں:

''اے وہ کہ جس کی پشت میں نورِ محمدیؐ ودیعت رکھا گیا ہے، تجھ پر سلام ہو۔''

اور میں جس خشک جگہ یا درخت کے نیچے بیٹھتا ہوں، وہ درخت سبز ہو جاتا ہے، اُس کی شاخیں مجھ پر جھک جاتی ہیں۔''

یہ سن کر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں:

''اے بیٹا! بشارت ہو، بے شک اللہ تعالیٰ (جل شانہٗ) اُس عزت والے (حضرت محمد ﷺ) کو تیری پشت سے ظاہر فرمائے گا۔''

شمار اُن کو کیا اپنے خاص بندوں میں
پسند آ گئی رب کو اَدائے عبداللہؓ

☆

ایک مرتبہ حضور سیّد عالم رسولِ اکرم و معظّم ﷺ سے آپ ﷺ کے والدین کی (شانِ عظمت و ایمان) کے بارے میں عرض کیا گیا تو ارشاد فرمایا:

''میں نے اپنے رب تعالیٰ (جل جلالہٗ) سے اُن کے لیے جو بھی مانگا تو اُس نے مجھے عطا فرمایا اور میں روزِ قیامت ''مقامِ محمود'' پر کھڑا ہوں گا۔''

یہ فیض سیّدِ کونینؐ ہی تو ہے لوگو
ہماری فکر میں دل میں سمائے عبداللہؓ

تازہ نشانی، جسم مبارک صحیح سلامت

جب حکومتِ سعودیہ نے مسجدِ نبوی ﷺ شریف کی توسیع کا پروگرام بنایا اور رحمتِ کائنات ﷺ کے والدِ گرامی حضرت عبداللہؓ کے مزار مبارک کو کھولا تو آپؓ کا جسمِ مبارک بالکل صحیح وسلامت تھا۔ کسی قسم کا تغیّر نہیں ہوا تھا۔

وہ عبدِ خاص ہے اُن پر سلام ہے میرا
خوشا کہ دل میں ہے اُلفت برائے عبداللہؓ

☆

ٹھیکیدار عبداللطیف کا بیان ہے کہ ''ہم نے زیارت کی تھی، جسم اقدس صحیح وسالم اور کفن مبارک بھی بالکل بے داغ تھا اور فضا ایسی خوشبو سے مہکی کہ بیان نہیں ہوسکتی۔'' اس واقعہ کا تذکرہ ۲۱ جنوری ۱۹۷۸ء کے اخبارات مثلاً روزنامہ ''نوائے وقت'' اور روزنامہ ''مشرق'' وغیرہ میں شائع ہوا۔

قارئین کرام! یہ ہیں والدِ گرامی رسولِ کریم ﷺ کے، جن کا بیٹا ہونے پر رسول اللہ ﷺ بطور فخر فرمایا کرتے تھے:

''میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں، یعنی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ، اور حضرت اسماعیل علیہ السّلام۔''

بلند مرتبہ کردار اُن کا اعلیٰ تھا
ہیں راہِ حق کے نقش پائے عبداللہؓ

☆

(بشکریہ ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ بابت ماہِ نومبر ۲۰۱۹ء، ص ۸)

حضرت سیّدنا عبداللہؓ ــــ احوال ومناقب

(جناب افتخار احمد حافظ قادریؔ کی عشق ومحبّت سے بھرپور تحریر)

حضرت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا شجرۂ نسب اس طرح سے ہے:

''عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصیٰ بن حکیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔''

اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ، سیّدنا عدنان تک ہی اپنا شجرۂ نسب بیان فرمایا کرتے تھے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ سیّدنا عدنان کا نسب مبارک سیّدنا اسماعیل علیہ السّلام اور پھر جد الانبیاء سیّدنا ابراہیم علیہ السّلام سے جاملتا ہے۔

ولادت باسعادت

فارس کے کسریٰ نوشیروان عادل کی بادشاہت کے تقریباً بیس بائیس سال بیت گئے تو مکہ مکرمہ میں سیّدنا عبداللہؓ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ روایت کے مطابق ملک شام میں احبار یہود کے پاس ایک سفید ''جبہ'' تھا، جسے حضرت یحیٰ علیہ السّلام کے خون میں ڈبویا گیا تھا اور اُس کے اوپر لکھا ہوا تھا کہ جب اِس سفید ''جبہ'' سے خون کے قطرے ٹپکنے لگیں تو سمجھ لینا کہ آج وادیٔ بطحا میں نبیٔ منتظر کے والدِ گرامی پیدا ہوگئے ہیں۔

اسمِ مبارک

آپؓ کا اسم مبارک ''عبداللہ'' تھا۔ لیکن آپؓ کی بے پناہ خوبیوں اور کمالات کی وجہ سے لوگوں نے اور نام بھی رکھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوالحسن بن عبدالبکریؒ فرماتے ہیں کہ آپؓ جب لوگوں کے درمیان سے گزرتے تو لوگ آپؓ کی پیشانی مبارک پر چمکتا ہوا نور دیکھتے تھے۔ اس وجہ سے اہلِ مکہ نے سیّدنا عبداللہ کا نام ''مصباح الحرم''، ''حرم کا چراغ'' رکھا ہوا تھا۔

منفرد اور باعظمت نام

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر قریش کے جدِ اعلیٰ عدنان تک کے پورے سلسلۂ نسب میں ''عبداللہ'' نام کا کوئی بزرگ نظر نہیں آتا۔ حضرت عبدالمطلبؓ کے جملہ بیٹوں میں سے صرف سرکارِ دوعالم ﷺ کے والدِ گرامیؓ کو ہی یہ انفرادی نام ''عبداللہ'' عطا ہوا تھا۔

کنیت اور لقب

حضرت سیدنا عبداللہؓ کی کنیت ''ابومحمد'' اور لقب ''ابنِ ذبیح'' تھا۔ سیّد کائنات ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ''میں دو ذبیحوں (حضرت اسماعیلؑ اور حضرت عبداللہؓ) کا بیٹا ہوں۔''

سیّدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے والدین کریمین

سیّدنا عبداللہؓ کے والد گرامی کا اسم شریف ''شیبہ یا شیبہ الحمد'' تھا۔ لیکن آپ عبدالمطلبؓ کے نام سے نام سے مشہور ہوئے کیونکہ آپؓ کو آپؓ کے چچا مطلب نے پالا تھا، اس لیے آپؓ کو عبدالمطلبؓ کہا جاتا تھا۔

☆

سیّدنا عبدالمطلبؓ قبیلہ بنو ہاشم کے سردار اور صاحب فضل و کمال بزرگ تھے۔

آپ دینِ ابراہیمی (اسلام) پر قائم تھے اور ایک مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ سب سے پہلے غارِ حرا میں آپ ہی خلوت نشین ہوئے تھے۔ مساکین کو کھانا کھلاتے، آپ کا دسترخوان پہاڑوں کی چوٹیوں پر پرندوں اور جانوروں کے لیے بچھا رہتا تھا۔ اسی وجہ سے آپ کو ''مطعم الطیر'' اور ''الفیاض'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

☆

حضرت سیدنا عبدالمطلبؓ سے ''مشکِ اذفر'' کی خوشبو آتی تھی اور سرکارِ دو عالم ﷺ کا نور مبارک آپؓ کے چہرۂ انور پر دمکتا رہتا تھا، قحط سالی میں قریش آپؓ ہی کی طرف رجوع کرتے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کے نُور مبارک کی برکت سے اُن پر بارانِ رحمت نازل فرما دیتے۔

☆

حضرت سیدنا عبداللہؓ کی والدہ ماجدہ کا اسمِ گرامی سیّدہ فاطمہ بن عمرو بن عائذ تھا اور آپ کا تعلّق قبیلہ بنو مخزوم سے تھا۔

☆

سیّدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یوسفؑ ِزماں

حضرت عبدالمطلبؓ خود بھی اپنے وقت کی حسین ترین شخصیت تھے مگر آپؓ کے شہزادے سیّدنا عبداللہؓ کے حسن و جمال کا تو جواب ہی نہ تھا۔ مصادرِ سیرت و تاریخ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہؓ نہ صرف یہ کہ اولادِ عبدالمطلبؓ میں سب سے زیادہ حسین وجمیل تھے بلکہ قریش کے جملہ قبائل کے حسین ترین نوجوان تھے اور حسن و جمال میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے اور آپؓ کو وادئ مکہ کا ''یوسفِ زماں'' تسلیم کیا جاتا تھا اور قابلِ تقلید کردار کے مالک اور نوجوان سردار تھے۔

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ لیے میرے نطق نے بوسے میری زبان کے لیے

☆

علامہ حسین بن محمد دیار بکریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ یوں لگتا ہے کہ حضرت سیّدنا عبداللہؓ اپنے وقت میں وادیٔ بطحا کے یوسفِ مصر تھے، اور قریش کی دوشیزاؤں کو اُن سے اتنا ہی شغف تھا جتنا عزیزِ مصر کی بیوی زلیخاء اور اُس کے ساتھ کی مصری عورتیں حُبِ یوسفؑ میں پاگل ہوگئی تھیں۔

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

☆

حافظ ابنِ کثیر نے امام زہری کا ایک قول نقل کیا ہے کہ سیّدنا عبداللہؓ تمام قریش میں سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے اور نُورِ محمدیﷺ کے سبب بہت زیادہ خوبصورت اور مردانہ حسن و وجاہت کے عظیم شاہکار تھے۔ آپؓ قریش کے تابندہ ستارے اور خوبصورتی میں بے انتہا مشہور تھے۔ بہت سی خواتین نے اُن کو اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کی یا اُن سے عقد کی خواہش ظاہر کی تھی، مگر ہمارے پیارے نبیﷺ کی والدہ ماجدہ بننے کی سعادت روزِ ازل سے سیّدہ آمنہؓ بنت وہب کی قسمت میں لکھ دی گئی تھی جو بنوزہرہ کے سردار کی صاحبزادی تھیں۔

خوش نصیب آمنہؓ کو وہ نعمت ملی
گوہرِ یکتا بے مثل دولت ملی

☆

محدث ابنِ حریر، حضرت امام زہریؒ سے نقل کرتے ہیں کہ سیّدنا عبداللہؓ قریش میں سب سے زیادہ حسن و جمال والے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عبداللہؓ کا نور موروثی تھا، بدیں وجہ جو کوئی بھی آپؓ کی طرف دیکھتا تھا، آپؓ آنکھوں کے راستے اُس کے دل میں اُتر جاتے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جبین مبارکہ میں نُورِ نبوّت کی

روشنی ہر دیکھنے والے کے قلب و ذہن میں اُتر جاتی تھی، اس لیے مکہ کی اکثر خواتین آپ کی پیشانی میں چمکنے والے نُورِ نبوّت کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو جاتی تھی کیونکہ آپؓ کے رُوئے انور پر نورِ مصطفیٰ ﷺ یوں جھلکتا تھا، جیسے چمکتا ہوا ستارہ۔

☆

حضرت سیّدنا عبداللہؓ اپنے تمام بہن بھائیوں میں خوش نصیب ترین، محبوب ترین اور ہر دلعزیز شخصیت تھے۔ ایک تو اُن کا نام سب سے زیادہ مبارک اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ترین نام تھا، دوسرا آپؓ اپنے والدِ گرامی کے نورِ نظر، پیارے اور لاڈلے بیٹے تھے۔ اولادِ حضرت سیدنا عبدالمطلبؓ میں نہ صرف سب سے زیادہ خوبصورت تھے بلکہ اپنے وقت کے تمام قریشی نوجوانوں میں اُن کا ہم پلہ کوئی نہیں تھا۔

دولتِ جاوید یافت ہر کہ نکو نام زیست
کز عقبش ذکرِ خیر زندہ کند نام را

(جو کوئی نیک نامی سے زندہ رہا، اُس نے دولتِ لازوال پائی، اس لیے کہ اُس کے بعد اُس کا ذکرِ خیر نام کو زندہ رکھے گا۔)

مقام و مرتبہ

سیّدنا عبداللہؓ کا مقام و مرتبہ قبیلہ قریش کی وجہ سے نہ تھا۔ بلکہ اُن کی وجہ سے قریشِ مکہ کو شرف و عظمت عطا ہوئی کیونکہ وہ دُرِّ یتیم اور رسولِ اوّلین و آخرین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے والدِ گرامی ہیں۔ گویا حضرت عبداللہؓ اور قبیلہ قریش کو جو شرف و عظمت نصیب ہوئی وہ صرف اور صرف رسول اکرم ﷺ نورِ مجسّم شفیع معظّم ﷺ کے طفیل نصیب ہوئی اور اس فخر و اعزاز میں آپؓ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

عباسی دور کے ایک شاعر ابنِ رومی اپنے ایک شعر میں کہتے ہیں کہ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ باپ کو بیٹے کے طفیل عظمت و شرف کی انتہا نصیب ہو جاتی ہے جیسے کہ رسول اللہؐ کے طفیل قبیلہ قریش کے جدِ اعلیٰ سیّدنا کنعان کو عظمت و شرف کی بلندی نصیب ہو گئی۔

اللہ کی دین ہے جسے دے
میراث نہیں بلند نامی

ذریعۂ معاش

حضرت عبدالمطلبؓ کے تمام صاحبزادوں کا ذریعۂ معاش تجارت تھا۔ چنانچہ سیدنا عبداللہؓ نے بھی اپنے اس آبائی پیشہ کو اختیار فرمایا اور مکہ مکرمہ سے باہر دوسرے ملکوں میں بھی بغرض تجارت تشریف لے جایا کرتے تھے۔

نذر عبدالمطلبؓ اور ذبحِ سیّدنا عبداللہؓ

اس ضمن میں کتبِ تاریخ میں کئی روایات قدرے الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ موجود ہیں۔ تین روایات کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ پہلی روایت کچھ اس طرح سے ہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ نے جب زم زم کنویں کی کھدائی اور اُسے دوبارہ استعمال کے قابل بنانے کے لیے کام شروع کیا تو ایک نذر مانی کہ کامیابی کی صورت میں اپنے محبوب ترین فرزند کو اللہ (جل جلالہٗ) کی راہ میں قربان کردیں گے۔

۲۔ دوسری روایت کچھ اس طرح سے ہے کہ عدی بن نوفل بن عبدمناف نے حضرت عبدالمطلبؓ کو قلیل اولاد ہونے کا طعنہ دیا تو انہوں نے یہ منت مانی کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں دس بیٹے عطا فرمائے گا تو اُن میں سے ایک کو خانہ کعبہ میں فی سبیل اللہ قربان کر دیں گا۔

۳۔ تیسری روایت قدرے طویل اور کچھ اس طرح سے ہے کہ سردارِ مکہ حضرت عبدالمطلبؓ نے جب زم زم کا کنواں کھودنے کا اعلان کیا تو قبیلہ کے لوگ اس کام پر راضی نہ ہوئے۔ آپؓ نے جب اپنے مددگاروں کی کمی دیکھی تو تن تنہا یہ کام کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اُن دنوں آپ کا ایک ہی بیٹا تھا، جس کا نام حارث تھا۔ اس دوران آپ نے

منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ (جل جلالہٗ) نے انہیں دس بیٹے عطا فرمائے اور وہ اُن کی زندگی میں پروان چڑھ جائیں، تو ایک بیٹے کی قربانی دے دیں گے۔

☆

زَم زَم کنویں کی کھدائی مکمّل ہوئی اور پانی جاری ہو گیا۔ وقت گزر گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو دس بیٹے عطا کر دیئے اور جب یہ بیٹے جوان ہو گئے تو ایک دن حضرت عبدالمطلبؓ کو خواب میں آکر کسی نے کہا، اے عبدالمطلبؓ! اللہ تعالیٰ کے لیے تم نے جو منت مانی تھی، اب اُس کو پورا کرو۔ آپؓ بیدار ہوئے۔ صبح ایک مینڈھا ذبح کر کے فقراء اور مساکین میں تقسیم کیا، اگلی رات دوبارہ یہی خواب دیکھا، صبح اُٹھ کر ایک بیل ذبح کیا۔ تیسری رات حکم ہوا کہ اس سے بھی بڑی قربانی کریں۔ صبح اُٹھنے کے بعد ایک اونٹ قربان کر کے تقسیم کر دیا۔ لیکن اگلی رات پھر آواز آئی کہ اس سے بھی بڑی قربانی کرو۔ آپؓ نے حیرت سے پوچھا کہ اونٹ سے بڑی قربانی کیا ہے؟ آواز آئی! اپنی اولاد میں سے ایک بیٹا قربان کریں جس کی تم نے منت مانی تھی۔

سیّدنا عبدالمطلبؓ نے سارے بیٹوں کو جمع کیا اور اُن کو اپنے خواب اور منّت کے بارے میں بتایا۔ کسی نے بھی اختلاف نہ کیا اور منّت پوری کرنے کے لیے خود کو پیش کیا۔ والد گرامی نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میں سے ہر ایک اپنا نام لکھ کر پیالے میں ڈالے۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلبؓ نے کعبہ کے اندر آکر خادم سے کہا، اِن سب کو لے کر قرعہ ڈالو۔ خادم نے قرعہ نکالا تو سیّدنا عبداللہؓ کا نام نکلا جن سے آپ کو خصوصی محبّت تھی، لیکن قدرت کے فیصلہ کے آگے سر جھکا دیا۔ حضرت عبدالمطلبؓ، سیّدنا عبداللہؓ کو ایک ہاتھ میں لیتے ہیں اور دوسرے ہاتھ میں چھری پکڑتے ہیں اور قربانی کے لیے قربان گاہ کی طرف چل پڑتے ہیں۔ جونہی حضرت عبدالمطلبؓ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لگے تو قریش جوق در جوق آپؓ کے پاس جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ آپؓ یہ کیا کر رہے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا کہ میں اپنی نذر پوری کر رہا ہوں۔ یہ سن کر قریش کہنے لگے کہ آپؓ انہیں ذبح نہ کریں۔ اگر آپؓ نے

ایسا کیا تو ہمیشہ کے لیے یہ ایک رسم بن جائے گی اور اگر ہر کوئی اپنے بیٹے کو قربان کرنے لگے گا تو پھر سرزمینِ مکہ میں کون بچے گا۔

☆

سیّدنا عبداللہؓ کی بہنیں ''عاتکہ''، ''بیضاء'' اور ''برہ'' بھی وہاں موجود تھیں، وہ رونے لگیں اور التجا کی کہ قربانی کے بدلے کوئی اور تدبیر کر لی جائے، وہاں موجود دیگر سردارانِ قریش نے بھی اس رائے کا اظہار کیا۔ بالآخر طے ہوا کہ خیبر میں رہنے والی کاہنہ سے اس ضمن میں مشورہ لیا جائے، وہ ضرور اس کی کوئی متبادل تجویز دے گی۔ قریش کا ایک وفد اُس کے پاس گیا اور سارا ماجرا سنایا۔ اُس نے پوچھا کہ تم لوگوں میں ''نفس کی دیت'' (خون بہا) کیا ہے؟ بتایا گیا کہ دس اونٹ۔ کاہنہ نے کہا کہ تو پھر ٹھیک ہے تم لوگ اپنے شہر جا کر ''دس اونٹوں اور عبداللہ'' میں قرعہ ڈالو۔ اگر قرعہ عبداللہؓ کے نام نکلا تو مزید دس اونٹوں کی تعداد بڑھا کر قرعہ ڈالو اور اس طرح تعداد بڑھاتے رہو یہاں تک کہ قرعہ اونٹوں کے نام نکل آئے۔ ایسی صورت میں سمجھ لینا کہ اللہ تعالیٰ نے عبداللہؓ کے بدلے اتنے اونٹوں کی قربانی کو قبول و منظور کر لیا ہے اور اُنہیں ذبح کر دینا۔

☆

اس تدبیر پر عمل کرنے کے لیے لوگ بیت اللہ شریف میں آ گئے، حضرت عبدالمطلبؓ نے خانہ کعبہ کے خادم سے کہا کہ عبداللہ اور دس اونٹوں پر قرعہ ڈالو اور جب قرعہ ڈالا گیا تو حضرت عبداللہؓ کا نام نکلا، اونٹوں کی تعداد بیس کر دی گئی، پھر قرعہ ڈالا گیا حضرت عبداللہؓ کا نام نکلا۔ اس طرح حضرت عبدالمطلبؓ دس اونٹوں کی تعداد بڑھاتے رہے حتیٰ کی نوے اونٹوں کی تعداد پر حضرت عبداللہ کا نام نکلا اور بالآخر اونٹوں کی تعداد سو (۱۰۰) ہونے پر قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ سیدنا عبدالمطلبؓ اور وہاں پر موجود لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور سب نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے۔

☆

حضرت ابنِ عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلبؓ نے جب ان سو اونٹوں کی قربانی کی تو اُس قربانی کو انہوں نے ہر ایک کے لیے چھوڑ دیا یعنی انسان، درندہ یا پرندہ جو چاہے، یہ گوشت کھائے۔ کسی کو ممانعت نہ تھی، البتہ نہ خود کھایا اور نہ ہی اپنی اولاد میں سے کسی کو کھانے دیا۔

حضرت عکرمہؓ سے روایت ہے کہ اُن دنوں دس اُونٹوں کی دیت (خون بہا) ہوتی تھی یعنی دستور یہ تھا کہ ایک انسانی جان کے بدلے دس اونٹ دیئے جائیں۔ سیدنا عبدالمطلبؓ پہلے شخص تھے جنھوں نے ایک جان کا بدلہ سو اونٹ قرار دیا۔ اس کے بعد قریش اور عرب میں یہی قانون رائج ہو گیا۔ سیّدنا اسماعیل علیہ السّلام کا فدیہ ایک مینڈھا مگر سیدنا عبداللہؓ کا فدیہ سو اونٹ قرار پائے۔

☆

قریش کے تجارتی قافلے ملک یمن جایا کرتے تھے، حضرت عبدالمطلبؓ اپنی دیانت، امانت اور قابلِ اعتماد اصولِ تجارت کے باعث شام و فلسطین کے علاوہ یمن میں بھی بڑی عزّت و وقار کے مالک سمجھے جاتے تھے۔ اتفاق سے ایک مرتبہ ایک قیافہ شناس اور ماہرِ تورات یہودی عالم سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے بتایا کہ ہمارے ہاں یہ راز اب عام ہو چکا ہے کہ آنے والا نبی () بنو ہاشم اور بنو زہرہ کے ہاں جنم لینے والے والدین سے ہوگا، اس لیے اگر آپؓ بنو زہرہ میں شادی کر لیں تو ہو سکتا ہے کہ آپؓ اُن والدین میں سے ہوں جن کے حصے میں یہ سعادت آنے والی ہے۔ اس پس منظر میں حضرت عبدالمطلبؓ اپنے چھوٹے بیٹے حضرت عبداللہؓ کے لیے بنو زہرہ کے سربراہ وہیب کی بیٹی سیّدہ آمنہؓ کا رشتہ مانگنے کے لیے تیار ہو گئے۔

☆

حضرت وہب رحلت کر چکے تھے مگر اُن کے بھائی حضرت وہیب زندہ تھے اور حضرت وہب کی بیٹی سیّدہ آمنہؓ اپنے چچا حضرت وہیب کے ہاں پرورش پا رہی تھیں اور

یوں حضرت عبدالمطلبؓ اپنے دوست اور ساتھی حضرت وہب بن عبد مناف اور اُن کی دخترِ نیک اختر سیّدہ آمنہؓ سے بخوبی واقف تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ وہ کتنی نیک، سعادت مند اور پاک دامن دوشیزہ ہیں۔

☆

''بنو ہاشم'' سے دُولہا اور ''بنوزہرہ'' سے دلہن کی شادی ہو طے ہوگئی اور تیاری کے بعد حضرت عبدالمطلبؓ اپنے صاحبزادے سیّدنا عبداللہؓ کو بنوزہرہ کے سردار وہیب بن عبدالمناف کے گھر لے گئے جہاں اُن کا حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح انجام پایا۔ اُس وقت کے عام دستور کے مطابق حضرت عبداللہؓ تین دن تک اپنے سسرال میں رہے اور انہی ایام میں نورِ نبوی ﷺ صلبِ طاہر سے رحمِ طاہر میں منتقل ہوگیا اور یہ سوموار کا دن تھا۔

☆

حضرت عبداللہؓ جامع صفات بزرگ تھے۔ دیگر صفات کے علاوہ اُن میں شعر گوئی کا بھی ذوق تھا۔ آپ کے ذوقِ شعر گوئی اور فصاحت و بلاغت کو اِن دو اشعار میں ملاحظہ فرمائیں:

لقد حکم البادون فی کل بلدة

بان لنا فضلاً علی مادة الارض

''دیہاتیوں نے ہر ہر شہر میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ ساری دنیا کے سرداروں پر ہمیں فضیلت حاصل ہے۔''

وان ابیی ذوالمجدو السود الذی

یشار به ما بین نشزِ الی خفضٍ

''اور میرے والد ماجد عزّت اور سرداری والے ہیں جن کی طرف اُن کی عزت وسرداری کی وجہ سے بلند و پست ہر جگہ اشارہ کیا جاتا ہے۔''

☆

وصالِ مبارک

سیّدنا عبداللہؓ کی رحلت بھی اپنے جدِ امجد حضرت ہاشم کی طرح سفرِ تجارت کے دوران غریب الوطنی میں ہوئی۔ قریش کا ایک تجارتی قافلہ مکہ مکرمہ سے شام و فلسطین کے لیے روانہ ہوا۔ آپؓ بھی اس قافلہ میں شریک تھے۔ قافلہ جب خرید و فروخت کے بعد واپس چلا تو سیدنا عبداللہؓ بیمار ہو گئے اور جب یثرب (مدینہ منورہ) کے پاس پہنچے تو حضرت عبداللہؓ اپنے والدِ گرامی کے ننھیال بنوعدی بن نجار کے ہاں قیام پذیر ہو گئے اور تقریباً ایک ماہ بیمار رہنے کے بعد اِس فانی دنیا سے کوچ کر گئے اور ''نابغۃ'' کی حویلی میں دفن کر دیئے گئے۔

☆

جواں سال و فا شعار سیّدہ آمنہؓ کے لیے بڑی آزمائش اور امتحان تھا، اور اُن کی جدائی کتنی کرب ناک ہوگی کہ اپنے محبوب شوہر کے آخری دیدار سے محروم رہیں۔ آپؓ کے دلی درد و کرب کی کیفیت کا اندازہ آپؓ کے وہ اشعار ہیں جن کو سیرت نگاروں نے اپنی کتابوں میں محفوظ کیا ہے۔ ان اشعار مبارکہ میں آپؓ کا حضرت سیّدنا عبداللہؓ سے لازوال محبّت و عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔

مزار مبارک سیّدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبی اکرم نورِ مجسّم شفیعُ معظم ﷺ کی عمر مبارک جب چھ برس کی ہوئی آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ سیّدہ آمنہؓ نے مدینہ منورہ کا سفر اختیار فرمایا اور بنوعدی بن نجار کے ہاں ایک ماہ تک قیام فرمایا۔ اس دوران آپ ﷺ کو ساتھ لے کر حضرت عبداللہؓ کی قبر مبارک پر بھی حاضر ہوئیں۔ نبی اکرم نورِ مجسّم ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لا کر مقیم ہو گئے تو اکثر اُس زمانہ کی یادوں کو اِن الفاظ میں یاد فرمایا کرتے تھے:

> ''اس مقام پر میں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ قیام پذیر رہا اور اس گھر میں میرے والد ماجد حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قبر مبارک بھی تھی۔''

☆

یہ مقام مبارک چودہ صدیوں تک محفوظ رہنے کے ساتھ ساتھ مرجعِ خلائق بھی رہا اور ''دارالنابغہ'' کے نام سے مشہور ہوا۔ بعد میں ''زقاقِ آمنہ'' (آمنہؓ کی گلی) سے مشہور ہوا۔ سلاطینِ عثمانیہ نے آپؓ کے مزار مبارک پر قبہ بنوایا۔ بعد کے دور میں قبر مسمار کر کے دروازے کو بند کر دیا گیا۔ اس دروازے پر ایک پتھر نصب تھا، جس پر درج ذیل ''قطعۂ تاریخ'' کندہ تھا، جس سے مقبرہ کی تعمیر کی تاریخ نکلتی ہے:

قبر پاکِ والدِؓ شاہِؐ رُسلِؑ دربو مقام
فضلِ حق سلطانِ محمودک بوخیر برترے
وصفِ اُعماء زندہ پر تو ہجری تاریخ در
''قبرِ پاکیزہ مقام والدِ پیغمبرےؐ''

۱۲۴۵ھ

۱۹۷۸ء میں سعودی حکومت نے مسجدِ نبویؐ کی توسیع کا منصوبہ تیار کیا اور اُس کی تکمیل کے لیے مسجدِ نبویؐ شریف سے ملحقہ قبور مبارکہ کو بھی ''جنت البقیع شریف'' میں منتقل کرنے کا پروگرام بنایا۔ اِن قبور مبارکہ میں سرکارِ دوعالم حضور پرنور ﷺ کے والد گرامی جناب سیدنا عبداللہؓ کی قبر مبارک تھی، جب سیّدنا عبداللہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کی قبر کشائی کی گئی تو چشمِ عالم نے یہ عجیب نظارہ دیکھا کہ چودہ صدیاں بیت جانے کے باوجود بھی سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ ﷺ کے والدِ گرامی حضرت سیدنا عبداللہؓ کا جسدِ اطہر تروتازہ اور صحیح حالت میں پایا گیا۔

☆

یہ اعزاز مومن، مسلم اور صحابیٔ رسول ﷺ کا ہی ہوسکتا ہے۔ یہ بابرکت و پرکیف خبر چند ملکی و غیر ملکی اخبارات کی زینت بنی۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور نے اپنی اشاعت ۲۱

جنوری ۱۹۷۸ء میں کچھ اس طرح سے شائع کی۔ ملاحظہ فرمائیے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجیے:

''کراچی ۲۰ جنوری، یہاں پہنچنے والی اطلاع کے مطابق مدینہ منورہ میں مسجدِ نبویؐ کی توسیع کے سلسلے میں کی جانے والی کھدائی کے دوران آنحضرت ﷺ کے والدِ ماجد حضرت عبداللہؓ کا جسدِ مبارک، جس کو دفن کیے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے، بالکل صحیح وسالم حالت میں برآمد ہوا، علاوہ ازیں صحابہ رسولؐ، حضرت مالک بن انسؓ کے علاوہ دیگر چھ صحابہ کرامؓ کے جسدِ مبارک بھی اصلی حالت میں پائے گئے۔ جنہیں بعدازاں ''جنت البقیع'' میں نہایت عزّت واحترام کے ساتھ دفنا دیا گیا۔ جن لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا، اُن کا کہنا ہے کہ مذکورہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جسم نہایت تروتازہ اور اصل حالت میں تھے۔''

☆

زبانِ من بہ مَدح ہچو اُوئے
بہ دستِ تُند بادے تار موئے

''میری زبان اُن کی تعریف سے ایسی ہی قاصر و مجبور ہے، جیسے تند و تیز ہوا کے ہاتھوں ایک بال۔''۸

مقامِ مزارِ حضرت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ڈاکٹر شاکر کنڈان کے قلم سے)

میں نے تاریخ سِیَر کی کتابوں میں حضور ﷺ کے والدِ محترم حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مزار کے بارے اکثر پڑھا ہے کہ آپؓ سفرِ تجارت سے واپس آ رہے تھے۔ مدینہ منورہ میں ننھیال کے ہاں بیماری کی حالت میں اس دارِ فانی کو الوداع کہا۔ ننھیال نے اپنے مکان کے بالمقابل ایک قطعۂ زمین میں دفن کیا۔ ترکوں نے پختہ مقبرہ بنوایا اور تاریخ تعمیر ایک قطعہ کے آخری مصرع سے نکالی جو دروازے پر کندہ کیا گیا تھا:

"قبرِ پاکیزہ مقامِ والدِ پیغمبرؐ"

-۱۲۴۵ھ-

لیکن تلاشِ بسیار کے باوجود اس گلی اور قبر مبارک کو ڈھونڈنے میں ناکام رہا تو مدینہ (منوّرہ) کے مقیم لوگوں سے استفسار کیا لیکن کسی سے بھی معلوم نہ ہو سکا۔ آخر کار ایک پاکستانی دکان دار نے مجھے ساتھ لیا اور اس مقام کی نشان دہی کے لیے لے چلا۔ مسجدِ نبویؐ کے ایڈیشنل احاطہ کیساتھ ہی المنافہ روڈ کی جانب نئ تعمیر شدہ وضو کی جگہ پر لے جا کر مجھے کھڑا کر دیا اور ٹھنڈی آہ بھر کر کہا کہ "یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور رسالت مآب ﷺ کے والد ماجد (حضرت عبداللہؓ) کا مزار تھا۔ یہیں حضرت سیّدہ آمنہؓ اپنے شوہر کی وفات کے بعد حاضری

کے لیے تشریف لائی تھیں اور یہ حسرت آیات اشعار پڑھے تھے۔

ا۔عفاجانب البطحاومن ابنِ ھاشم	وجاورلحداخارجافی فی الغمامِ
۲۔دعته المنایا دعوۃ فاجابھا	وماترکت فی الناس مثال ابن ھاشمِ
۳۔عشیه راحو یحملون سریرہٗ	تعاورہٗ اصحابه فی الرحمِ
۴۔فان یک غالته المسایا والیھا	فقد کان معطاء کثیرا التراجمِ

ا۔ ہاشم کا فرزند بطحا کی جانب جا کر چھپ گیا اور لحد میں بہادروں کی بانگ وخروش کے ساتھ جا سویا۔

۲۔ موت نے اُسے پکارا اور وہ چلا گیا۔ افسوس کہ موت نے اُس کا نظیر بھی دنیا میں نہ چھوڑا۔

۳۔ اُس کے دوست شام کے وقت اُس کی لاش اُٹھا لے چلے اور ازراہِ محبّت وہ نوبت بہ نوبت کاندھا بدلتے اور اُس کے اوصاف باری باری بیان کرتے تھے۔

۴۔ خواہ موت نے اُسے ہم سے دُور ہی کر دیا مگر اس میں شک نہیں کہ وہ بہت زیادہ سخی اور غریبوں کے بہت زیادہ ہمدرد تھے۔

☆

حضرت آمنہؓ کے اس سفر میں اُن کے ننھّے فرزند محمد ﷺ بھی اُن (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ تھوڑی دیر (اپنے والدِ ماجدؓ) کی قبر دیکھتے رہے اور پھر ارشاد فرمایا:

''اباجان! میں اس جگہ کو پسند کرتا ہوں جہاں آپ (ﷺ) دفن (آرام فرما) ہیں۔''

بربطِ کون و مکاں جس کی خموشی پر نثار
جس کے ہر تار میں ہیں سینکڑوں نغموں کے مزار
محشرستانِ نوا کا ہے امیں جس کا سکوت
اور منتِ کش ہنگامہ نہیں جس کا سکوت

ماخذ: (''جادۂ شوق ومحبّت''، شاکر کنڈان، سرگودھا، ۱۹۹۹ء، ص ۳۰۳ تا ۳۰۵)

قطعۂ تاریخِ رحلت

حضرت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ

والدِ گرامی

حضورِ پُرنور محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ

☆

''سیّدنا عبداللہؓ مہرِ جہاں''

۵۷۱ھ

نبی پاک ﷺ کے والدِ ذی فضیلت

بلند فہم و ادراک سے اُن کی فضیلت

تھی فکرِ سنِ وصل فیضؔ الامیں کو

صدا دل سے آئی ''زہے نیک طینت''

۵۷۱ء

نتیجۂ فکر

حضرت صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی سیالویؒ

آستانہ عالیہ، مونیاں ٹھیکریاں، ضلع گجرات

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

کے حضور

مطلعِ وَالضُّحیٰ ، اُمِّ خیرالوریٰ
مرجعِ مصطفیٰؐ ، اُمِّ خیرالوریٰ

حاملِ نورِ خالق ہے اُن کا شکم
روشنی کی بنا ، اُمِّ خیرالوریٰ

☆

—علامہ محمد شہزاد مجدّدی—

لاہور

منقبت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ختم الرسلؐ ہیں ، نُورِ نظر ، جانِ آمنہؓ
ہم ہیں بصد خلوص ثناء خوانِ آمنہؓ

رُتبہ بلند اور بڑی شانِ آمنہؓ
دُنیا کی ساری مائیں ہیں قربانِ آمنہؓ

ہمیں ملے رسولِؐ خدا اُن کی گود سے
اُمت پر ہے شفقت و احسانِ آمنہؓ

شاہِؐ عرب کی والدہ ماجدہ ہیں آپؓ
اللہ نے دی عزّت و مرتبہ و شانِ آمنہؓ

دونوں جہاں اُن کی ضیاء سے ہیں فیضاب
نورِ ازل ہیں مہرِ درخشانِ آمنہؓ

تخلیقِ کائنات کا باعث رسولؐ ہیں
لکھا گیا ہے یہ باب بعنوانِ آمنہؓ

اُنؓ کی نوازشات ہیں میری نگاہ میں
میں ہوں نصیؔر دل سے ادبِ دانِ آمنہؓ

—سیّد نصیرالدین نصیؔر گولڑویؒ—

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

ہیچ اُس کے آگے رفعتِ آسمان ہے
وہ اُمِّ مصطفیٰؐ ہے بڑی اُس کی شان ہے

مخدومہ و معظّمۂ ہر جہان ہے
ماں ہے حبیبِ حق، بڑی اُسؓ کی شان ہے

اُسؓ کا وجود نازشِ کون و مکان ہے
وہؓ مادرِ نبیؐ ہے بڑی اُس کی شان ہے

ہر پرچم عظمت سے بلند اُس کا علم ہے
دہلیز پہ اُس کی سرِ سروری خم ہے

اظہار کرے مرتبت و منزلت اُسؓ کی
یارائے تکلّم ہے نہ توفیقِ قلم ہے

ہر اوج ہر اجلال سے بیش اس کا حشم ہے
وہ مادرِؓ سلطانِؐ حرم ہے

خاتمؐ ہے رُسلؑ کا جوؐ، ہے نورِؐ نظر اُسؓ کا
قائدؐ ہے جو نبیوںؑ کا، ہے لختِؐ جگر اُسؓ کا

اُسؓ سے بشیریت کو ملی عزّت و توقیر
کرتی رہے ادا شکریہ نوعِ بشر اُسؓ کا

بیٹا ہے جوؐ اُسؓ کا وہ شہنشاہؐ اُمم ہے
وہ مادرِؓ سلطانؐ حرم ہے

یہ بزمِ گل و آب تھی ظلماتِ سراسر
فرزندؐ نے اُسؓ کے کیا روشن اِسے آکر

انسان کو حق فہم و خود آگاہ بنایا
کیا اَور ہو احسان اِس احسان سے بڑھ کر

انسان کرے اُسؓ کی صفت جو بھی وہ کم ہے
وہ مادرِؓ سلطانؐ حرم ہے

—سردار عبدالقیوم خاں طارق سلطانپوریؒ—

منقبت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

اُمِ خیرالوریٰؐ سیّدہ آمنہؓ ۔ مادرِ مصطفیٰؐ سیّدہ آمنہؓ
جانِ صدق و صفا سیّدہ آمنہؓ ۔ رُوحِ شرم و حیا سیّدہ آمنہؓ
معرفت کی بنا سیّدہ آمنہؓ ۔ بالیقین مومنہ سیّدہ آمنہؓ
آپؓ کے ہاں لیا شاہِؐ دیں نے جنم ۔ نور کا آئینہ سیّدہ آمنہؓ
گود میں اُن کی تشریف لائے نبیؐ ۔ خیر کا سلسلہ سیّدہ آمنہؓ
افتخارِ نبیؐ ، آپؓ کی ذات ہے ۔ اعتبارِ سلسلہ سیّدہ آمنہؓ
ہائے! کیا ہو گی محبوبؐ کی کیفیت ۔ جب ہوئی تھیں جُدا سیّدہ آمنہؓ
اُن کی خاطر ہوئی چشمِ سرکارؐ نم ۔ سوز کا اِرتقا سیّدہ آمنہؓ
جو ضمانت ہے اِیقان و ایمان کی ۔ آپؓ کی ہے وِلا سیّدہ آمنہؓ
ہے یہ سارا ہی نور و ظہور آپؓ کا ۔ مصدرِ زیست ، یا سیّدہ آمنہؓ
آپؓ کی پوتی خاتونِؓ جنت ہوئیں ۔ مخزنِ اتّقا ، سیّدہ آمنہؓ
آپؓ کی بات کی جائے یہ سوچ کر ۔ کس کی ہیں والدہؓ ، سیّدہ آمنہؓ
کیسے فیضاںؔ توصیف اُنؓ کی کروں ۔ سوچ سے ہیں وِرا ، سیّدہ آمنہؓ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

—پروفیسر فیض رسول فیضاںؔ—

گوجرانوالہ

منقبت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

قلب و جانِ صداقت ہیں جانِ حیا سیّدہ آمنہؓ سیّدہ آمنہؓ
آپؓ ہیں ذِی حشم مادرِؓ مصطفیٰؐ سیّدہ آمنہؓ سیّدہ آمنہؓ

آپؓ کا ہے پسرؐ خلق کا رہنما سیّدہ آمنہؓ سیّدہ آمنہؓ
آپؓ کا فیض ہر سُو ہے جلوہ نما سیّدہ آمنہؓ سیّدہ آمنہؓ

آپؓ کے دَر سے چشمے کرم کے رواں ، آپؓ کا نور ہے زندگی میں عیاں
آپؓ ہیں منبعِ علم و جود و سخا سیّدہ آمنہؓ سیّدہ آمنہؓ

آپؓ کے دَم سے ہے زندگانی حسیں، آپؓ کی شان کا کوئی ثانی نہیں
آپؓ کی شان ہے ہر کسی سے جُدا سیّدہ آمنہؓ سیّدہ آمنہؓ

آپؓ کے دَر سے عالَم نے پائی چمک، آپؓ کے دَر سے حاصل ہے دل کو دمک
آپؓ کے در سے ملتی ہے سب کو ضیا سیّدہ آمنہؓ سیّدہ آمنہؓ

آپ کے دَر سے ملتی ہے دل کو مراد ، آپؓ کی یاد میں ہے پیمبرؐ کی یاد
آپؓ کے دَر سے ملتی ہے سب کو دُعا سیّدہ آمنہؓ سیّدہ آمنہؓ

آپؓ کے دَر سے ملتا ہے انجم کو نور، آپؓ کے دَر سے حاصل ہے دل کو شعور
آپؓ پر ہے مری زندگانی فدا سیّدہ آمنہؓ سیّدہ آمنہؓ

—ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم—

سرگودھا

قصیدہ

بہ بارگاہِ حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

صدقے آپؓ پر ہوں دل و جان آمنہ (۱) رضی اللہ تعالیٰ عنہا
آپؓ نے بخشا ہم کو ایمان آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جو ملا جس کو ملا آپؓ سے ملا
دین و ایمان ، علم و عرفان آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کل جہاں کی مائیں ہوں آپؓ پر فدا
آپ محمد ﷺ کی بنی مان آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ابنِ مریمؑ واقعی ربج کے رسولؑ
پر محمد ﷺ کی بڑی شان آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جس شکم (۲) میں مصطفیٰ ہوں جاگزیں ﷺ
عرشِ اعظم سے ہے ذیشان آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپؓ سے ایمان و امانت اور اَمن
آپؓ سے فیضاں، آپؓ سے عرفاں آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آمنہؓ کے تین (۳) معنی بالیقین
باامانت ، امن و ایمان آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپؓ سے اللہج و محمدؐ ہیں عیاں ﷺ
نور و ہدیٰ آپؓ میں پنہاں آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ہم ہیں مومن اور آپؓ ایمان بخش

چشمۂ دیں آپؓ سے رواں آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپؓ کی تربت کا مجاور میں بنوں

پھر نکالوں دل کے ارماں آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مہبطِ[۴] قرآں نبیؐ ہیں اور آپؓ

ہو نبیؐ کی محترم ماں آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ہے یہ سالک[۵]، آپؓ کے دَر کا فقیر

مانگتا ہے اَمن و ایمان آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆

۱۔ ''آمنہ'' میں چار حروف ہیں: ''الف''، ''میم''، ''نون'' اور ''ہ''۔ ''الف'' سے ''اللہ'' کی طرف اشارہ ہے۔ ''میم'' سے ''محمدؐ'' کی جانب۔ ''ن'' سے ''نور'' کی طرف اور ''ہ'' سے ''ہدایت'' کی جانب۔

۲۔ جب سیپ میں موتی ہو وہ سیپ بھی قیمتی ہوتا ہے۔ جس غلاف میں قرآن مجید ہو، وہ غلاف محترم ہے۔ تو جس شکم اور جس گود میں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ ہوں، وہ شکم اور گود کیسی ہو گی؟ پھل کو دیکھ کر درخت کا پتہ چلتا ہے، حضور پُرنور سیدِ عالم ﷺ کو دیکھ کر حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی شان پہچانی جاسکتی ہے!

۳۔ ''آمنہ'' یا تو ''ایمان'' سے بنا ہے یا ''اَمن'' سے یا ''امانت'' سے۔ یعنی ایمان والی بی بی یا امان والی بی بی یا امانت والی بی بی۔ ایمان دینے والی۔ رضی اللہ عنہا۔

۴۔ قرآن کا نزول حضور ﷺ پر ہوا اور حضور ﷺ کی جلوہ گری حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں ہوئی۔ گویا آپ رضی اللہ عنہا صاحبِ قرآن (ﷺ) کا جائے نزول ہیں۔ رضی اللہ عنہا۔

۵۔ کلام: حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ۔ صاحبِ تفسیر نعیمی د ''دیوانِ سالک''، ص ۳۲

حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کا نسب

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے گرامی قدر والد ماجد وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب جب کہ اُن کی (آپ ﷺ کی نانی جان) والدہ کا نام برہ دُختر عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصیٰ ہے۔ نانی جان کی والدہ کا نام اُمِّ حبیب دختر اسد ابن عبدالعزیٰ بن قصیٰ ہے۔ اُن کی والدہ برّہ دختر عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوئی بن غالب ہے اور اُن کی والدہ قلابہ بنت حارث بن مالک بن حباشہ بن عادیہ بن صعصعہ بن کعب بن طابخہ بن لحیان بن ہندیل بن مدرکہ ہے۔

اُن کی والدہ اُمیمہ بنتِ مالک بن غنم بن لحیان بن عادیہ بن صعصعہ بن کعب، جب کہ اُن کی والدہ دُب بنتِ حارث بن لحیان بن عادیہ اور اُن کی والدہ دختر کہف الظلم بن یربوع بن ناصرہ بن حطیط بن جشم بن ثقیف ہے۔

(''ایمانِ والدین مصطفیٰ ﷺ''، مفتی محمد خاں قادری، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۶۰)

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۵۵۲ء۔۵۷۷ء

(تحریر: ڈاکٹر معظّم حسین ضیغم ۔ نظر ثانی: محمد صادق قصوری)

حضور پُرنور سیّد العالمین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نامِ نامی اسمِ گرامی حضرت ''سیّدہ آمنہ'' رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ ''آمنہ'' کے معنی ہیں، ''امن والی'' یہ وہ ذاتِ کریم ہے، جن کے جسدِ معظّم نے ''ابواشریف'' کو رشکِ قمر بنا دیا، جنؓ کی مبارک گود سرورِ کشورِ رسالت مآبؐ کی ''جلوہ گاہ'' بنی، حوریں حقِ غلامی بجالائیں اور جن کی خدمت کا شرف حاصل کرنے کو حضرتِ آسیہ و مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئیں اور کہنے لگیں:

گود میں تیری عالم کا سردارؐ ہے
رب کا محبوبؐ ہے شاہِؐ ابرار ہے

☆

حضرتِ سیّدہ طیبہ، طاہرہ، صدیقہ، زہرہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، قبیلہ ''بنوزہرہ'' میں سے تھیں۔ زہرہ جناب کلاب کے بیٹے تھے اور جناب کلاب، حضرت سیّدہ طیبہ آمنہ طاہرہؓ کے تیسرے دادا تھے۔ یہی وہ مقدس ہستی ہیں، جن کے ساتھ حضور پُرنور سیّد عالم

علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے والدِ گرامی حضرت سیّدنا عبداللہؓ اور حضرت سیّدہ آمنہؓ کا ''مبارک نسب'' جمع ہو جاتا ہے۔

☆

حضرت سیّدہ طیبہ آمنہؓ اپنے والد گرامی کی اکلوتی صاحبزادی تھیں۔ آپؓ کی ولادت باسعادت ۵۵۲ء میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپؓ کا کوئی بہن، بھائی نہ تھا۔ آپؓ کے والد جناب وہیب ابن عبد مناف کا انتقال آپؓ کی ولادت کے بعد جلد ہی ہو گیا تھا۔ لہٰذا آپؓ کی کفالت آپؓ کے چچا جان وہیب ابنِ عبد مناف نے کی۔ آپؓ کی والدہ ماجدہ کا اسمِ گرامی برۃ بنت عبدالعزیٰ بن عثمان اور نانا جان عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار تھے۔ جب کہ نانی جان کا نام اُمِّ حبیب بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ بن کلاب بن مرۃ تھا۔

ہر ایک پھول بجائے خود ایک گلشن ہے
میں کس کو ترک کروں کس کا انتخاب کروں

☆

حضرت سیّدہ آمنہؓ کے والد گرامی قریشی ہیں اور والدہ محترمہ برہ بنت عبدالعزیٰ بھی قریشی اور صرف اس قدر نہیں بلکہ آپؓ قریش کے قبیلہ بنو زہرہ سے تھیں۔ ''بنو زہرہ'' اور ''بنو ہاشم'' عرب کے وہ معزز قبیلے ہیں، جو عرب کے تمام قبائل سے مکرّم اور ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ اس لیے حضور پرنور ﷺ نے ''تحدیثِ نعمت'' کے طور پر فرمایا تھا:

''میریؐ جلوہ گری عرب کے سب سے زیادہ فضیلت والے دو قبیلوں ''بنو ہاشم'' اور ''بنو زہرہ'' سے ہوئی''۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ
(سعدیؒ)

☆

سیّدہ آمنہؓ کو قریش اور بنی زہرہ سے ہونے کے بعد یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ آپؓ کے والد گرامی جناب وہب بن عبدمناف وہ معزز ہستی تھے، جن کو بنوزہرہ کی سرداری کا شرف حاصل تھا اور سیادتِ بنوزہرہ بھی آپ ہی کے ہاتھ تھی۔ علمائے سیرت نے لکھا ہے:

''جناب وہب بن عبدمناف، عزت و شرافت کے اعتبار سے اپنے دور میں تمام بنوزہرہ کے سردار تھے۔ خاندانی شرافت کے بعد حضرت سیّدہ آمنہؓ کی شخصی عزّت و کرامت کو دیکھا جائے، ذاتی رفعت و منزلت پر نگاہ دوڑائی جائے تو حضرت سیّدہ آمنہؓ کی عظمت مزید نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ اس مقدس خاتون کا ذکر کرنے سے دل و دماغ سکون پاتے ہیں اور اہلِ محبت کے ایمان میں ایک نئی تازگی آجاتی ہے۔''

دولتِ جاوید یافت ہر کہ نکو نام زیست
کز عقبش ذکرِ خیر زندہ کندنام را

''جو کوئی نیک نامی سے زندہ رہا، اُس نے دولتِ لازوال پائی، اس لیے کہ اُس کے بعد اُس کا ذکرِ خیر، نام کو زندہ رکھے گا۔''

☆

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''یہ بات صحت سے ثابت ہے کہ سیّدہ آمنہؓ کمال درجہ پاکیزہ خاتون تھیں۔ گھر سے باہر نہ نکلتی تھیں۔ اُنؓ کے کردار کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ: آپؓ ''طاہرہ'' کے لقب سے سے مشہور تھیں۔ آپؓ کو ''آمنہ طاہرہ'' یعنی ''پاک آمنہ'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔''

☆

''علمائے سیرت لکھتے ہیں:

''حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نسب و مرتبہ کے اعتبار سے قریش کی افضل ترین عورت تھیں۔''

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

لَمْ تَزَلْ فِیْ ضَمَائِرِ الْکَوْنِ
تَخْتَارُکَ الّا مَّھَاتُ وَالْاٰبَاءُ

ترجمہ: ''کائنات کے ضمیروں میں آپ ﷺ کے لیے پاکباز ماؤں اور باپوں کا انتخاب جاری رہا۔''

پاک صلبوں سے پاکیزہ دامان میں / اُن کے عالی نسب، نسل ذیشان میں
نورِ احمدؐ کا جاری سفر یہ رہا / جس سے پاکیزہ تن جگمگائے سدا
پرتوِ نورِ حق نورِ خیرالوریٰؐ / منتخب رُوحوں کو جگمگاتا ہوا
آخر کار آ پہنچا ہاشم کے گھر / ضوفشاں ہو گئے جس سے دیوار و در
مرحبا! مرحبا! مطلبؓ کے یہاں / آ کے جس دَم ہوا نورِ حق ضوفشاں
جلوۂ نور سے اُن کی روشن جبیں / جگمگاتی وہ جاتے جہاں کہیں
یوں تو بیٹے تھے اُنؓ کے کئی اور بھی / اس امانت کے قابل ہوئے بس وہی
نام نامی تھا عبداللہؓ جن کو ملا / لے کے آئے تھے حق سے نصیبا بڑا
نور سے جگمگاتی تھی اُن کی جبیں / کوئی دیکھا گیا تھا نہ اُن سا حسیں
حسن کے اُن کے چرچے ہوئے چارسو / اُن کو شہرت ملی ہر طرف کُو بہ کُو
وہ جو دنیائے خوباں کے سلطان تھے / ہر نفس کے لیے راحتِ جان تھے
خاندان کا شرف، عزّت و آن تھے / سارے نورِ محمدؐ کے احسان تھے

☆

حضرت سیّدنا عبداللہؓ کے والد ماجد حضرت عبدالمطلبؓ کو آپ کی شادی کی فکر دامن گیر ہوئی تو آپؓ چاہتے تھے کہ اپنے خوبرو اور خوب سیرت بیٹے کے لیے ایسی دلہن بیاہ کر لائیں جو اپنی نظیر آپ ہو۔ لہٰذا آپؓ کی نظر انتخاب قبیلہ زہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف بن زہرہ کی صاحبزادی حضرت سیّدہ طاہرہ آمنہؓ پر پڑی اور اپنی بہو بنانے کے لیے بیتاب و

بے قرار ہو گئے۔ چنانچہ آپ حضرت آمنہؓ کے چچا وہیب بن عبد مناف کے گھر تشریف لے گئے۔ (یاد رہے کہ اُس وقت حضرت آمنہؓ کے والد ماجد جناب وہب بن عبد مناف رحلت فرما چکے تھے) اور اُن سے درخواست کی۔

''اے سردارِ بنوزہرہ! آپ میرے بیٹے عبداللہؓ کے لیے اپنی ''بھتیجی آمنہ'' کا رشتہ منظور کر لیں۔''

☆

چنانچہ وہیب بن عبد مناف نے بنوہاشم کے سردار حضرت عبدالمطلبؓ کی درخواست کو قبول و منظور فرما لیا۔ اس رشتہٗ ازدواج پر وہیب بن عبد مناف کی خوشی کی انتہا نہ تھی کیونکہ حضرت عبداللہؓ کے رشتے کے لیے کئی خاندان خواہش مند تھے۔ یہ رشتہ طے پا جانے کے بعد تقریبِ نکاح انجام پذیر ہوئی اور یوں نسب و فضیلت میں عدیم النظیر آمنہؓ کو حضرت سیدنا عبداللہؓ کے زوج میں آنے کا شرف حاصل ہو گیا۔

☆

حضرت آمنہؓ کو شادی مبارک پر ایک اوقیہ چاندی، ایک اوقیہ سونا، ایک سو اونٹ، ایک سو گائیں اور ایک سو بکریاں عطا کی گئیں۔ بہت سے جانور ذبح کیے گئے اور لوگوں کو خوب کھانا کھلایا گیا۔ اُس دن رجب المرجب کا کوئی جمعہ تھا۔ ''نورِ محمدی ﷺ'' اپنے آباؤ اجداد کی آخری جلوہ گاہ حضرت سیّدنا عبداللہؓ سے منتقل ہو کر سیّدہ آمنہؓ کے شکمِ اطہر میں رونق افروز ہو گیا۔ حضرت حسن بن احمد البکری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضور سیّد عالم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے نور مبارک کو سیّدہ آمنہؓ کے پیٹ مبارک میں منتقل کرنے کا ارادہ فرمایا تو اُس رات جنت کے خازن کو حکم فرمایا کہ جنت الفردوس کے دروازے کھول دے۔''

☆

اُس رات، قریش کے تمام جانور کلام کرنے لگے اور بول اُٹھے کہ نبی آخر الزمان ﷺ، شکمِ مادر میں تشریف فرما ہو گئے ہیں۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

حمل کی رات کوئی ایسی جگہ نہ تھی، کوئی ایسا مکان نہ تھا، جو نور سے منور نہ ہوا ہو۔ حضرتِ آمنہؓ ارشاد فرماتی ہیں:

''خواب میں کسی کہنے والے نے مجھ سے کہا کہ تمہیں اس بات کا علم ہے کہ تم سیّد العالمین، بہترین مخلوق اور اِس اُمت کے نبی ﷺ سے حاملہ ہو۔ جب پیدا ہوں تو اُن علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا نام محمد ﷺ رکھنا۔''

محمدؐ کازل تا ابد ہر چہ ہست
بہ آرایشِ نامِ اُونقش بست

(نظامی گنجویؒ اپنے اس نعتیہ شعر میں کہتے ہیں کہ ازل تا ابد جو کچھ بھی موجود ہے، اُس نے اسی لیے صورت پکڑی اور موجود ہوا کہ نامِ محمد ﷺ کی زیبائش بنے یعنی حضور پُرنور ﷺ کے خدم و حشم سے ہو اور حضورؐ پرنور کی عزت وجلالت کے جلوس میں شامل ہو۔)

☆

حضرتِ سیّدہ طیبہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نُورِ محمد ﷺ میرے پیٹ میں جلوہ گر ہوا تو حمل کے پہلے مہینے اپنے گھر میں سو رہی تھی کہ خواب میں میرے پاس ایک خوبصورت چہرے والے ایک ''مردِ کامل'' تشریف لائے اور میرے پاس آ کر کہنے لگے، ''مرحبا! یا محمد ﷺ'' میں نے پوچھا، آپ کون ہیں؟ فرمایا! ''میں آدم علیہ السّلام ہوں۔'' میں نے پوچھا! کیسے تشریف آوری ہوئی؟ فرمایا'' آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بشارت ہو، تم سیّد البشر اور فخرِ کائنات ﷺ سے حاملہ ہوئی ہو۔''

☆

دوسرا مہینہ ہوا تو اسی طرح ایک شخص خواب میں میرے پاس آیا اور کہا، السّلام علیک یا رسول اللہؐ۔ میں نے پوچھا، آپ کون ہیں؟ فرمایا! ''میں شیث (علیہ السّلام) ہوں۔'' آمنہ! (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تمہیں بشارت ہو، تم بے مثل نبی ﷺ سے حاملہ ہوئی ہو۔

☆

تیسرا مہینہ ہوا تو ایک صاحب تشریف لائے اور کہا، السّلام علیک یا نبی اللہ (ﷺ)۔

میں نے پوچھا، آپ کون ہیں؟ فرمایا! ''میں ادریس (علیہ السّلام) ہوں۔ آمنہ! تمہیں بشارت ہو کہ تم نبی رئیس (ﷺ) سے حامل ہو۔''

☆

چوتھا مہینہ ہوا تو ایک بزرگ تشریف لائے اور فرمایا! السّلام علیک یا حبیب اللہ۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا! میں نوح (علیہ السّلام) ہیں۔ ''اے آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تجھے خوشخبری ہو، تم اُس نبی محترم (ﷺ) سے حاملہ ہوئی، جو فتح و نصرت کے مالک ہیں۔

☆

پانچویں مہینے میں ایک اور صاحب تشریف لائے اور فرمایا، ''السّلام علیکَ یا صفوۃ اللہ۔'' میں نے پوچھا، آپ کون ہیں؟ فرمایا! ''میں ہود (علیہ السّلام) ہوں۔ اے آمنہ! تجھے خوشخبری ہو، تم عظمت والے نبی (ﷺ) کی ماں بننے والی ہو، جو قیامت کے دن شفاعت عظمیٰ کے مالک ہوں گے۔''

☆

چھٹے مہینے میرے پاس ایک بزرگ تشریف لائے اور فرمایا! السّلام علیک یا رحمۃ اللہ۔ میں نے پوچھا، آپ کون ہیں؟ فرمایا! ''میں ابراہیم (علیہ السّلام) ہوں۔ اے آمنہ! تجھے خوشخبری ہو کہ تم جلالت والے نبی (ﷺ) سے حاملہ ہو۔''

☆

ساتواں مہینہ ہوا تو ایک بزرگ مجھے خواب میں ملے اور فرمایا! ''اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَامَنِ اَخْتَارَہُ اللّٰہ'' فرمایا! ''میں اسماعیل (علیہ السّلام) ہوں۔ اے آمنہ! تجھے خوشی ہو گی کہ تم افضل اور نمکین حسن والے نبی (ﷺ) سے حامل ہو۔''

☆

آٹھواں ماہ ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام تشریف لائے اور فرمایا! ''السلام علیک یا خیر اللّٰہ'' فرمایا! ''اے آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) مبارک ہو کہ تم اُس عظیم

نبی (ﷺ) کی ماں بننے والی ہو، جس پر قرآن نازل ہوگا۔"

☆

جب نواں مہینہ ہوا تو میرے پاس حضرت عیسیٰ (علیہ السّلام) تشریف لائے اور فرمایا! "السّلام علیک یا خاتم الرسلؑ اللہ ج" فرمایا! اے آمنہؓ! خوشخبری ہو، تم کرامت اور عظمت والے نبی (ﷺ) سے بارور ہو۔"

مبارک ہو وہ شہؐ پردے سے باہر آنے والا ہے
گدائی کو زمانہ جس کے دَر پر آنے والا ہے

☆

حضرت سیّدنا عبداللہؓ بغرضِ تجارت ملک شام کو تشریف لے گئے، واپس آتے ہوئے یثرب (مدینہ النبیؐ) میں ٹھہرے اور بیمار ہو کر یہیں کے رہ گئے۔ سردارِ قریش حضرت عبدالمطلبؓ کئی روز سے اپنے چہیتے بیٹے حضرت عبداللہؓ کی آمد کا انتظار کررہے تھے۔ وہ مکہ سے باہر بے آب و گیاہ پہاڑوں میں نظریں جمائے کھڑے رہتے اور قافلے کی آمد کے منتظر رہتے۔ سورج مشرق سے طلوع ہوتا، پھر نصف النہار پر آکر رک جاتا اور پھر آہستہ آہستہ مغرب کی طرف جھکنے لگتا اور پھر آخر کار تھکا ماندہ، مغرب میں روپوش ہو جاتا۔ مسلسل کئی روز یہ معمول رہا کہ سورج طلوع ہوتا اور غروب ہوتا رہا مگر حضرت عبدالمطلبؓ کے لختِ جگر کا روشن چہرہ اُنہیں نظر نہ آتا۔ بڑھاپے سے بھرے چہرے پر تھکن کے آثار نمودار ہو جاتے۔ وہ جھکے جھکے، تھکے ماندے، بوجھل قدموں سے واپسی کا سفر طے کرتے ہوئے پریشاں گھر آجاتے۔

حد بھی کوئی انتظار کی ہے
چاندنی دُھوپ ہو چلی ہے

☆

دوسری طرف حضرت آمنہؓ مکان سے باہر آتیں اور شمال کی طرف سے آنے والے راستے پر اپنی نگاہیں مرکوز کر لیتیں۔ اُنہیں اپنے سرتاج کا انتظار تھا۔ دیکھتے دیکھتے وہ

راستہ غبار آلود ہو جاتا اور تاریکیوں میں ڈوبنے لگتا۔ مگر اُن کے دل کی قندیل روشن نہ ہوتی۔ اُن کا یہ روز کا معمول تھا۔ اسی طرح سے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سر جھکائے بوجھل قدموں سے واپس آتے تو اُن کے دل کی کلی بھی مرجھا جاتی، آنکھوں میں نمی تیرنے لگتی اور پھر انتظار کا ایک نیا دن شروع ہو جاتا۔

چشم گریاں ، دل بریاں، غمِ ہجراں، لب خشک
اک اُلفت سے تری بڑھ گئے آزار کئی

☆

حضرت عبدالمطلبؓ روزانہ دروازے پر آکر بہو کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھتے۔ وہ انتظار کی اِس کیفیت کو بخوبی سمجھتے تھے۔ کرب کی وہ گھڑیاں گزارنا محال تھا۔ اُن سے انتظار کی یہ شدت دیکھی نہ جا رہی تھی۔ اُن کا دل بھی تو لہولہو ہو رہا تھا۔ آنکھوں میں نمی بہنے کے لیے مچلتی تھی۔ مگر وہ ضبط کے بندھن سے اُسے روکے ہوئے تھے۔ اگر ضبط کا یہ بندھن ٹوٹ جاتا تو آنسوؤں کے اس طوفان میں سب کچھ بہہ جاتا۔

مجھے تو ناز تھا ضبطِ غمِ دردِ محبّت پر
یہ آنسو آج کیوں بے تاب ہو ہو کر نکلتے ہیں

☆

حضرتِ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تسلّی دیتے ہوئے حضرت عبدالمطلبؓ یہ فرماتے:
''بیٹی ! آج بھی کوئی نہیں آیا، آج بھی کسی قافلے کی آمد کے آثار دکھائی نہیں دیتے۔ تم حوصلہ رکھو! اللہ تعالیٰ (جل شانہٗ) نے چاہا تو کل ضرور ہمارا عبداللہ (رضی اللہ عنہ) ہمارے پاس ہوگا۔ قافلے نے راستے میں کہیں لمبا پڑاو ڈال لیا ہوگا۔''

کیا تیرے انتظار کا حاصل ہے انتظار
کیا تیرے اِنتظار کی حد انتظار ہے

☆

حضرت آمنہؓ چند یوم سے حضرت عبدالمطلبؓ کی ڈھارس اور اُمید سے بھرپور یہ باتیں سن کر خاموش ہو جاتیں، اُن کا دل ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ دن گزرتے جا رہے تھے مگر قافلے کا کہیں نام ونشان تک نہ سنا۔

آج پھر دل سے تیری یاد اُبھر آئی ہے
سرد پلکوں پہ سُلگتا ہوا آنسو بن کر

☆

ایک دن حضرت عبدالمطلبؓ صحنِ کعبہ میں اپنی مسند شریف پر آرام فرمارہے تھے کہ اُن کی آنکھ لگ گئی۔ اُنہوں نے دیکھا کہ ایک ننّھا سا درخت ہے، یہ درخت دیکھتے دیکھتے، بڑھتے ہوئے آسمان کو چھونے لگا ہے۔ پھر یہ درخت پھیلتے پھیلتے، مشرق ومغرب پر محیط ہو جاتا ہے اور اُس سے نُور کی شعائیں پھوٹ رہی ہیں۔ ساری دُنیا اُس درخت کے سامنے سجدہ ریز ہے۔ وہ درخت کبھی آنکھوں سے روپوش ہو جاتا ہے اور کبھی دعوتِ نظارہ دیتا ہے۔

☆

پھر حضرت عبدالمطلبؓ نے ایک عجیب نظارہ دیکھا کہ قریش کی ایک جماعت اس درخت کی ٹہنیوں سے لٹک رہی ہے اور قریش کی ایک دوسری جماعت اُس درخت کو کاٹنے کے لیے دوڑتی پھر رہی ہے۔ اتنے میں ایک خوبرو جوان اس جماعت کے قریب آتا ہے اور اُسے وہاں سے بھگا دیتا ہے۔ دریں اثناء حضرت عبدالمطلبؓ آگے بڑھ کر اُس درخت کا پھل توڑنا چاہتے ہیں تاکہ اُس کا ذائقہ چکھ سکیں۔ یہ دیکھ کر نوجوان اُن سے کہتا ہے:

''اے سردارِ قریش! اِس درخت کا پھل آپؓ کے لیے نہیں ہے۔ آپؓ کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے، اس کا پھل تو اُن کی قسمت میں ہے جو اُس درخت کی شاخوں سے لٹک رہے ہیں۔''

قسمت کی خوبی دیکھئے کہ ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لبِ بام رہ گیا

☆

اس دوران حضرت عبدالمطلبؓ کی آنکھ کھل جاتی ہے اور وہ بیدار ہو کر اُٹھ بیٹھتے ہیں۔ خواب کے مناظر اُن کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتے ہیں۔ وہ حیران ہیں کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے۔ وہ فوراً ایک کاہنہ کے پاس جاتے ہیں اور اُس سے اپنا خواب بیان کرتے ہیں۔ وہ کاہنہ خواب کی تفصیل سنتی ہے تو اُس کے چہرے پر حیرت کے اثرات نمودار ہو جاتے ہیں۔ وہ غور سے حضرت عبدالمطلبؓ کے چہرۂ اقدس کو دیکھنے لگتی ہے، اور پھر کچھ سوچ کر یوں گویا ہوتی ہے:

''اگر آپؓ نے واقعی یہ خواب دیکھا ہے تو یہ بڑا مبارک خواب ہے۔ تمہاری نسل سے ایک ایسی ہستی کا ظہور ہوگا، جس کی حکمرانی مشرق و مغرب اور شمال سے جنوب تک چاروں طرف ہوگی مگر تم اُس کو نہ دیکھ سکو گے۔''

اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیریؑ ذات باعثِ تکوینِ روزگار
(اقبالؒ)

☆

حضرت عبدالمطلبؓ اپنے خواب کی تعبیر سن کر واپس گھر آجاتے ہیں۔ دن اپنی رفتار سے بھاگے جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہؓ کا انتظار اُنہیں اور بو جھل کر دیتا ہے۔ ایک دن آپ (حضرت عبدالمطلبؓ) مکہ سے باہر پہاڑیوں کی طرف دیکھ رہے تھے، اُنہیں دُور سے گرد اُڑتی ہوئی دکھائی دی۔ اُن کا دل خوشی و مسرت سے جھوم اُٹھا۔ یقیناً یہ کسی قافلے کی آمد کے آثار تھے۔ ہوسکتا ہے یہ وہی قافلہ ہو، جس میں اُن کے جگر کے ٹکڑے عبداللہؓ آرہے ہوں۔

تیرے انتظار نے خوب دکھائے لہرے
صبح سے شام ہوئی اور شام سے پچھلے پہرے

☆

قافلہ قریب تر آتا جارہا تھا۔ حضرت عبدالمطلبؓ کی بے چینی بڑھتی جارہی تھی۔ وہ قافلے کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگے۔ قافلہ قریب آ گیا۔ یہ قریش ہی کا قافلہ تھا۔ مسافروں کے چہروں پر تھکن کے آثار تھے۔ حضرت عبدالمطلبؓ کی بے چین اور بے تاب نگاہیں، اپنے لختِ جگر حضرت عبداللہؓ کو تلاش کررہی تھیں مگر وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے بے چین ہو کر ایک سوار سے پوچھا، ''میرا عبداللہؓ کہاں ہے؟'' نوجوان سے جواب دیا:

''اے سردارِ قریش! واپسی پر عبداللہؓ ہمارے ساتھ تھے۔ یثرب (مدینہ منورہ) پہنچتے ہی اُنہیں تیز بخار نے آلیا۔ نقاہت کی وجہ سے وہ چل نہیں سکتے تھے، کمزوری بڑھ گئی، بدیں وجہ وہ اپنے ننھیال میں رُک گئے، ٹھیک ہوتے ہی آجائیں گے، آپ پریشان نہ ہوں۔''

☆

حضرت عبدالمطلبؓ سر جھکائے وہاں سے چلے آتے ہیں، دل بجھا بجھا سا ہے، وہ اپنے نورِ نظر کو دیکھنے کے لیے ماہیٔ بے آب ہیں۔ مکان کے دروازے پر حضرت آمنہؓ سر جھکائے کھڑی ہیں۔ وہ آج پھر حضرت عبدالمطلبؓ کو اکیلے دیکھ کر مرجھا سی گئیں۔ حضرت عبدالمطلبؓ اُن کے سر پر دستِ شفقت رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بیٹی! قافلہ تو آ گیا ہے۔ مگر عبداللہؓ نہیں آیا، تم فکر نہ کرو، اِن شاءاللہ تعالیٰ، وہ ٹھیک ہو جائے گا تو پھر واپس آجائے گا۔ تم حوصلہ رکھو! حارث (حضرت عبدالمطلب کے بڑے بیٹے) کو یثرب (مدینہ منورہ) بھیجتا ہوں، وہ اُسے اپنے ساتھ لے آئے گا۔''

☆

حضرت عبدالمطلبؓ کی باتیں سن کر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پریشان ہو جاتی ہیں اور حضرت عبداللہؓ کی علالت کا سن کر فکرمند ہو جاتی ہیں۔ اور دل ہی دل میں سوچنے لگتی ہیں:

''عبداللہ بیمار ہیں اُنہیں تیمارداری کے لیے میری ضرورت ہوگی۔ مجھے

اس وقت اُن کے پاس ہونا چاہیے۔''

آنکھوں میں نمی بڑھنے لگی تو آپؓ سر جھکائے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ عبداللہؓ بیمار ہیں، میرے خدا! کیا کروں؟ عبداللہ، عبداللہ کہتے ہوئے اُن کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے، سسکیاں لبوں پر آنے کے لیے مچلنے لگیں مگر حلق میں آ کر ہی وہ دم توڑ گئیں۔ اُنہوں نے ضبط کی مالا ٹوٹنے نہ دی اور صبر کا دامن مضبوطی سے تھام لیا۔

بلبل شیراز حضرت مصلح الدین شیخ سعدیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے ''صبر'' کے بارے میں کیا خوب کہا ہے:

صبوری بُوَد کارِ پیغمبرانؑ

نہ پیچند زیں رُوئے دیں پروراں

ترجمہ: ''صبر کرنا پیغمبروںؑ کا کام ہے، اس لیے دین دار لوگ اس سے منہ نہیں موڑتے ہیں۔''

☆

حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنے بڑے صاحبزادے حارث کو مدینہ بھیجا مگر اُن کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی حضرت عبداللہؓ راہیٔ ملکِ بقا ہو چکے تھے۔ تقدیر اپنا کام کر گئی۔ حضرت عبداللہؓ اِس بیماری و علالت سے جانبر نہ ہو سکے اور وہ ایک ماہ مسلسل علیل رہ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔

بجھ گیا زیست کا دیا آخر

جس کا ڈر تھا وہی ہوا آخر

☆

حارث نے مکہ سے واپس آ کر جب حضرت عبداللہؓ کی خبرِ رحلت سنائی تو سارا گھر ماتم کدہ بن گیا، مکہ میں کہرام برپا ہو گیا اور حضرت آمنہؓ پر جو قیامت ٹوٹی، اُس کا اندازہ اُن کے سوا اور کون کر سکتا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عبداللہؓ کی وفاتِ حسرتِ آیات

پر فرشتوں نے غمگیں ہو کر بڑی حسرت کے ساتھ کہا:

''الٰہی! تیرا نبی (ﷺ) یتیم ہو گیا۔''

اِس پر اللہ رب العزت جل جلالہٗ نے ارشاد فرمایا:

''کیا ہوا، میں اُس کا حامی و ناصر اور محافظ ہوں۔''

تو وارث و مالک ہے حسین کائنات کا — ہر اک شگفتہ روز کا، تاریک رات کا

تو نے رواں دواں کیا عالم حیات کا — وارث تو ہی ہے یارب اس شش جہات کا

☆

حضرت آمنہؓ نے اپنے شوہر نامدار حضرت عبداللہؓ کی وفاتِ حسرتِ آیات پر جو دلدوز ''مرثیہ'' کہا، ملاحظہ فرمائیے اور اُن کے درد و غم اور رنج والم کا اندازہ کیجیے۔

عفا جانبِ البطحاء من ابنِ هاشم — وجاور لبعد اخارجا فی الغماغم

دعته المنایا دعوة فاجا بها — وما ترکت فی الناس مثل ابن هاشم

عشیة راحوا یحملون سَرِیره، — تعاوره اصحابه فی التزاحم

فان تک غالته المنایا وریبها — فقد کان معطاء کثیرا التراحم

ترجمہ: ''بطحا کی آغوش ہاشم کے صاحبزادے سے خالی ہوگئی۔ وہ بانگ وخروش کے درمیان ایک لحد میں آسودۂ خاک ہو گئے۔

۲۔ اُن کو موت نے ایک پکار لگائی اور اُنہوں نے لبیک کہہ دیا، اب موت نے لوگوں میں ابنِ ہاشم جیسا کوئی انسان نہیں چھوڑا۔

۳۔ (کتنی حسرت ناک تھی) وہ شام جب لوگ اُنہیں تخت پر اُٹھائے لے جا رہے تھے۔

۴۔ اگر موت اور موت کے حوادث نے اُن کا وجود ختم کر دیا ہے (تو اُن کے نقوش نہیں مٹائے جا سکتے) وہ بڑے دانا (دلِ دانا چشمِ بینا والے) اور رحم دل تھے۔''

☆

حضرت عبداللہ کا کل یہ ترکہ تھا، پانچ اُونٹ، بکریوں کا ایک ریوڑ، ایک حبشی لونڈی، جن کا نام ''برکہ'' تھا اور کنیت ''اُمّ ایمن'' یہی اُمِ ایمن ہیں، جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو گود میں کھلایا تھا۔ حضور سیّد عالم ﷺ ساری زندگی اُمّ ایمنؓ کی دلجوئی فرماتے رہے اور اپنے غلام حضرت زید بن حارثہ سے اُن کا نکاح کر دیا اور اُن کے شکم سے حضرت اُسامہؓ پیدا ہوئے۔

جو اُن کے دَر کی گدائی پر ناز کرتا ہے
خدا بھی اُس کو بہت سرفراز کرتا ہے

☆

حضور سیّد عالم ﷺ ابھی شکمِ مادر میں ہی تھے کہ سایۂ عاطفت، سرِ اقدس سے اُٹھالیا گیا کہ اللہ عزوجلّ وشانہٗ کے محبوب یتیم پیدا ہونے والے تھے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ میں شعبِ بنی ہاشم کے اندر ۱۲ ربیع الاول سنہ عام الفیل سوموار (پیر) کے دن چاندنی رات میں سحری کے نورانی وقت ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو وہ مبارک لمحہ آپہنچا، جو پوری انسانیت کا مقصود تھا۔ جس لمحہ کے انتظار میں کتنی زندگیاں ختم ہوئی تھیں اور کتنی آنکھیں اشکبار رہی تھیں۔ یہ وہ حسین ترین لمحہ ہے جس میں تشریف لانے والے اللہ جل شانہٗ کے وہ محبوب اعظم ﷺ ہیں، جن کے لیے اس بزمِ کائنات کو سجایا گیا، جن کے لیے اپنا ''رب'' ہونا ظاہر کیا تھا اور جن کی خاطر جنّت سجی تھی۔

ہوئی انوار کی بارش قدم رکھا محمد ﷺ نے
زمیں کو چومنے عرشِ معلّٰی بار بار آیا

☆

حضرتِ آمنہؓ فرماتی ہیں کہ بارھویں شب کی چاندنی حضرت عبدالمطلبؓ اپنی ساری اولاد کو لے کر ''حرم شریف'' میں گئے ہوئے تھے تاکہ کعبہ شریف کی گری ہوئی دیواروں کو مرمت کیا جائے۔ میرے پاس کوئی مرد اور عورت نہ تھی۔ میں اپنی تنہائی پر رونے

لگی اور کہہ رہی تھی:

''ہائے یہ تنہائی۔ اس وقت نہ کوئی عورت ہے جو میری مدد کرے، نہ کوئی سہیلی ہے جو غم خواری کرے اور نہ کوئی لونڈی جو مجھے سہارا دے۔''

پھر فرماتی ہیں کہ اپنے مکان کے ستونوں کی طرف نظر کی، کیا دیکھتی ہوں کہ وہ پھٹ گیا اور چاندسی چار عورتیں اُس سے ظاہر ہوئیں۔ اُنہیں انوار نے آغوش میں لے رکھا تھا اور اُنہوں نے سفید رنگ کا لباس پہن رکھا تھا، جس سے کستوری کی خوشبو آرہی تھی۔

☆

مجھے محسوس ہوا کہ وہ عبد مناف کی بیٹیاں ہیں کیونکہ حسن و جمال اور مناسب قد و قامت اس خاندان کا ورثہ تھا۔ اِن میں سے پہلی آگے بڑھی اور کہا، ''اے آمنہؓ! تمہاری مانند کون ہے، تم سیّد البشرؐ سے حاملہ ہو۔'' یہ کہہ کر میری داہنی جانب بیٹھ گئیں۔ میں نے پوچھا! آپ کون ہیں؟ کہنے لگیں، میں سب انسانوں کی ماں ''حوا'' ہوں۔ پھر دوسری آگے بڑھی اور کہا، اے آمنہؓ! تمہاری مانند کون ہے؟ تم اُس ہستی مقدس سے حاملہ ہو، جو پاک و صاف، علم و معرفت اور حقائق و معارف کا بحرِ بے کنار، نور مجسّم اور کائنات کا کھلا راز ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ میری بائیں جانب بیٹھ گئیں۔ میں نے پوچھا، آپ کون ہیں؟ کہنے لگیں، حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی بیوی ''سارہ'' ہوں۔ پھر تیسری آگے بڑھیں اور کہا، ''اے آمنہؓ! تمہاری مانند کون ہیں؟ کہنے لگی، تم اُس ذاتِ اقدس سے حامل ہو جو اللہ جل جلالہٗ و شانہٗ کے حبیبؐ اعظم ہیں اور بہت تعریفوں والے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ میری پشت کی جانب بیٹھ گئیں۔ میں نے پوچھا، آپ کون ہیں، کہنے لگی، ''آسیہ'' بنت مزاحم ہوں (یعنی فرعون کی بیوی آسیہ)۔ پھر چوتھی آگے بڑھیں، وہ ان سب سے زیادہ شان والی، رعب اور حسن و جمال والی تھیں۔ اُنہوں نے کہا تمہاری مانند کون ہے؟ ''تم فخرِ عالمﷺ کی ماں بننے والی ہو، جو روشن معجزات اور دلائل والے، روشن آیات کے حامل اور اہلِ زمیں و آسماں کے سردار ہیں۔'' یہ کہہ کر میرے سامنے بیٹھ گئیں اور فرمایا! ''اے آمنہؓ! اپنا جسم میری طرف مائل کرو۔''

میں نے پوچھا، آپ کون ہیں؟ کہنے لگیں، ''میں مریم بنت عمران (حضرت عیسیٰؑ علیہ السّلام کی والدہ) ہوں۔ہم تمہاری دایہ ہیں اور ولادتِ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی خدمت سرانجام دینے آئی ہیں۔

☆

حضرت آمنہؓ (تمام اُمت کی مائیں اُن کے قدموں پر نثار) ارشاد فرماتی ہیں کہ اِن چاروں عورتوں کی آمد سے میں مانوس ہو گئی۔اس دوران لمبے لمبے نوری پیکر نظر آنے لگے، جو میرے حجرہ (مبارک) میں مسلسل داخل ہونے لگے، اُن کی آوازیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی تھیں۔یوں محسوس ہوتا تھا کہ مکان کی دیواریں میری طرف جھکی ہوئی ہیں اور میرے دائیں بائیں نوری بادل اُڑ رہے ہیں۔اُدھر میلادِ حبیب ﷺ کی خوشی میں جبریل امین علیہ السّلام کو حکم دیا گیا کہ اے جبریلؑ!

''جنت میں پینے کے جام بہترین خوشبوؤں سے بھر دو۔اے رضوان! جنتی حوروں سے کہو کہ وہ بھی بناؤ سنگار کر لیں، پاکیزہ خوشبوؤں کے منہ کھول دو کیونکہ تمام مخلوقات کے سردار حضرت محمد ﷺ ظہور فرمانے والے ہیں۔

اے جبریلؑ! محبوب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے لیے جو نورِ مجسّم، سب سے مقرّب، افضل اور اعلیٰ ہیں، قرب وصال کے سجادے پھیلا دو، مالکِ دوزخ کو حکم دے دو کہ جہنّم کے دروازے بند کر دے اور رضوان سے کہہ دو کہ جنت کے دروازے کھول دے۔

اے جبریلؑ خود حلۂ بہشتی پہن کر زمین کے طول وعرض میں اعلان کر دو کہ محبّ ومحبوبؐ اور طالب ومطلوبؐ کے ملنے کا وقت آ گیا ہے۔''

ندا آئی دریچے کھول دو ایوانِ قدرت کے
نظارے خود کرے گی آج قدرت شانِ قدرت کے

☆

جبریلِ امین علیہ السّلام مع فرشتوں کے مکہ مکرمہ کے پہاڑوں پر آ کھڑے

ہوئے، اور اُن دیگر فرشتوں نے کعبہ شریف کو گھیر لیا، جن کے پاؤں سفید کافوری بادلوں کی طرح تھے۔ یہ ایک منفرد نورانی ولادت تھی، جس میں عجیب واقعات اور انوار و تجلّیات کے ساتھ حسین و جمیل بہشتی خواتین کا بھی ظہور ہوا۔ اس ساعتِ سعید میں سارا گھر بقعہ نُور بن گیا۔ انوار و تجلّیات نے نہ صرف اس مکان کو بلکہ کائنات کو بھی اپنے حصار میں لے لیا اور ہر چیز چاندنی میں نہا گئی۔ اس موقعہ پر عناصرِ کائنات ہی نہیں، ساکنانِ عرش بھی حرکت میں آ گئے۔ ہر شے رقصاں تھی اور ہر طرف دھوم مچی ہوئی تھی کہ حضرت سیّدہ طیبہ آمنہؓ کے اُس نُور کا ظہور ہونے والا ہے جو ظلمتوں کو اُجالے اور تاریکیوں کو روشنیاں عطا کرے گا، دلوں کو انوار اور نگاہوں کو بصیرتیں بخشے گا۔ وہ بے مثال ہوگا، باکمال ہوگا اور نہ اُس جیسا کوئی ہوا، نہ ہوگا۔

نہ جانے کس کی آمد ہے کہ تارے
دور رویہ مشعلیں لے کر کھڑے ہیں

☆

حضرت سیّدہ طیبہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وقتِ ولادت اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے میری آنکھوں اور نگاہوں سے تمام حجابات اُٹھا دیئے اور مجھے سرزمینِ شام میں بصریٰ کے محلات نظر آنے لگے۔ حضرت آمنہؓ ارشاد کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ تین عظیم الشان جھنڈے مشرق، مغرب اور کعبۃ اللہ کی چھت پر نصب تھے۔ اِسی اثناء میں مجھے پرندوں کا غول نظر آیا، جن کی چونچیں سونے کی طرح تھیں اور پَر آبدار موتیوں کی طرح۔ اُنہوں نے میرے حجرہ نور میں آ کر جواہرت نچھاور کرنا شروع کر دیئے اور میرے اردگرد اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی تسبیح پڑھنا شروع کی۔ اس دوران فرشتے فوج در فوج میرے ہاں اُترتے رہے۔ اُن کے ہاتھوں میں سونے اور چاندی کے عطردان تھے، وہ اُن سے مختلف قسم کی خوشبوئیں چھڑک رہے تھے اور بلند آواز سے رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام پڑھ رہے تھے۔

ہوا چاروں طرف اقصائے عالم میں پکار آئی
بہار آئی بہار آئی بہار اندر بہار آئی

☆

حضرت سیّدہ آمنہؓ کا ارشادِ گرامی ہے کہ چاند، خیمہ کی طرح میرے سر پر ضوفگن ہو گیا اور ستارے خوبصورت قندیلوں کی طرح لٹک گئے اور مجھے سفید کافوری شربت پیش کیا گیا، جو ''مشک'' سے زیادہ ''خوشبودار''، ''دودھ'' سے زیادہ ''سفید'' اور ''شہد'' سے زیادہ ''میٹھا'' تھا۔ مجھے شدید پیاس محسوس ہو رہی تھی لہٰذا میں نے اُسے پی لیا۔ میں نے اُس سے لذیذ مشروب نہ کبھی دیکھا اور نہ پیا۔ شربت نوش کرنے کے بعد مجھ پر ایک عظیم نور ظاہر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک سفید رنگ کا پرندہ میرے کمرے میں آیا، میرے قلب پر سے پرواز کی اور مقصودِ کائنات ﷺ کی جلوہ گری ہو گئی۔

مخدومۂ کائنات حضرت سیّدہ آمنہ ﷺ مزید ارشاد فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام، چاند کا ٹکڑا تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ حسین و جمیل۔ آپ حضورؐ نے تشریف لاتے ہی اپنے دونوں بازو زمین پر ٹیک دیئے اور ایک مٹّھی مٹی لے کر مٹّھی بند کر لی اور آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا:

''اَللّٰہُ اَکْبَر کَبِیراً ، اَلْحَمْدُلِلّٰہِ کَثیراً''

☆

حضرتِ عثمانؓ بن ابوالعاص فرماتے ہیں:

''میری والدہ ماجدہ نے مجھے بتایا کہ جب حضرت سیّدہ آمنہ طیبہ طاہرہؓ کے حضور سیّد عالم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ولادت باسعادت ہوئی تو میں اُس وقت موجود تھی۔ گھر میں ہر طرف نور ہی نور تھا۔ ستارے اِس طرح جھکے آ رہے تھے کہ مجھے ایسا لگتا تھا جیسے میرے اوپر ہی گر پڑیں گے۔ حضرت آمنہؓ کے بطنِ اطہر سے ایسا نور نکلا کہ سارا گھر روشن ہو گیا اور ہر طرف نور اُجالا ہو گیا۔''

ہوئی انوار کی بارش قدم رکھا محمدؐ نے
زمیں کو چومنے عرشِ معلّٰی بار بار آیا

☆

ایک روایت کے مطابق حضرت سیّدہ آمنہؓ کا ارشاد ہے میں (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اُس دن کے واقعات پر تعجّب کر رہی تھی کہ تین آدمی آئے، وہ اس قدر خوبصورت تھے کہ گویا سورج اُن کے چہروں سے طلوع ہو رہا ہے۔ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ (لوٹا) تھا، جس سے ''مشک'' کی خوشبو آ رہی تھی۔ دوسرے کے ہاتھ میں زمرد کا طباق تھا، جس کے چار کنارے تھے اور ہر کنارے پر سفید موتی جڑا ہوا تھا۔ کسی نے کہا، یہ تمام دُنیا ہے، مشرق و مغرب اور بحر و بر۔ ''اے حبیب ﷺ! اِسے پکڑ لو۔'' یہ سن کر میں (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) گھومی کہ دیکھوں، آپ (ﷺ) کہاں سے پکڑتے ہیں۔ آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے درمیان سے پکڑا۔ پھر آواز آئی:

''ربِ کعبہ کی قسم! محمد (ﷺ) نے کعبہ کو پکڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ (جل جلالہٗ و شانہٗ) نے کعبہ کو آپ ﷺ کے لیے قبلہ اور مسکن مبارک بنا دیا۔''

پھر میں نے دیکھا کہ تیسرے کے ہاتھ میں خوب لپٹا ہوا، ایک سفید ریشمی کپڑا ہے، اُس نے کھولا، اُس سے ایک شاندار انگوٹھی نکالی اور میری طرف آیا۔ طباق والے نے وہ انگوٹھی لے لی اور اُسے سات مرتبہ لوٹے میں موجود پانی سے دھویا۔ پھر اُس سے آپ ﷺ کے شانوں کے درمیان ''مُہر'' لگائی۔ پھر ''مُہر'' کو ریشمی کپڑے میں لپیٹ کو مشک کا دھاگہ باندھ دیا اور اپنے پروں پر رکھ لیا۔ بعدازاں آپ ﷺ کے کان مبارک میں کوئی بات کہی، جسے میں سمجھ نہ سکی۔ (حضرت ابنِ عباسؓ کی رائے میں یہ شخص حضرت رضوان خازنِ جنت تھے) پھر فرمایا:

''اے محمد ﷺ! تمہیں بشارت ہو، ہر نبیؑ کا علم آپ ﷺ کو دے دیا گیا۔ آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اُن سب سے زیادہ علم والے ہیں اور زیادہ بہادر ہیں۔ آپ ﷺ کے پاس کامیابیوں کی چابیاں ہیں اور آپ ﷺ کو رعب و دبدبہ عطا ہوا ہے۔ اے اللہ (جلّ جلالہٗ و شانہٗ) کے خلیفہ! جو شخص بھی آپ ﷺ کا نام مبارک سنے گا، اُس کا دِل آپ ﷺ کے دیکھے بغیر ہی لرز جائے گا۔''

☆

حضرت آمنہؓ مزید فرماتی ہیں کہ اس کے بعد سفید بادل آیا اور نومولود کو چھپالیا اور میری نظروں سے غائب کر دیا۔ پھر میں نے کسی کی آواز سنی وہ ندا دے رہا تھا کہ محمد (ﷺ) کو مشرق و مغرب کی سیر کراؤ اور سمندروں میں بھی لے جاؤ تا کہ سب ان (ﷺ) کے نام اور ذات وصفات کو پہچان لیں کہ اُن کا نام ''ماحی'' ہے یعنی مٹانے والا۔ آپ (ﷺ) اپنے وقت میں شرک کی تمام نشانیوں کو مٹا ڈالیں گے۔

اس کے بعد اچانک آپ (ﷺ) میری نگاہوں کے سامنے ظاہر ہوئے، اُس وقت سفید (صوف) کے لباس میں ملبوس تھے۔ نیچے سبز ریشم بچھا ہوا تھا۔ آبدار موتی سے بنی ہوئی تین چابیاں اُن کی مٹھی میں تھیں۔ کوئی کہہ رہا تھا:

''محمد ﷺ نے فتح و نصرت، نبوت اور خزانوں کی چابیوں پر قبضہ کرلیا ہے۔''

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایتِ اُولیٰ تمہیں تو ہو

☆

پھر دوسرا بادل نمودار ہو، اُس سے گھوڑوں کے ہنہنانے اور پروں کے پھڑ پھڑانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ اس بادل نے بھی اُنہیں (ﷺ) ڈھانپ لیا اور میری نظروں سے آپ ﷺ غائب ہو گئے۔ میں نے سنا، کوئی کہہ رہا تھا کہ:

''محمد ﷺ کو مشرق و مغرب اور انبیائے کرامؑ کے اماکنِ ولادت پر لے جاؤ اور جن و انس، درندوں اور پرندوں سے اور ہر قسم کی رُوحانی مخلوق سے اُن کا تعارف کراؤ۔ اُنہیں حضرت آدم علیہ السّلام کی ''صفات'' حضرت نوح علیہ السّلام کی ''رقت اور گریہ زاری''، حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ''خصلت اور دوستی''، حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی ''زبان'' حضرت یعقوب علیہ السّلام کی ''بشارت''، حضرت یوسف علیہ السّلام کا ''حسن'' حضرت داؤد علیہ السّلام کی ''آواز''، حضرت ایوب علیہ السّلام کا ''صبر''، حضرت یحییٰ علیہ السّلام کا ''زُہد''، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی ''سخاوت'' عطا فرماؤ اور ''اخلاق انبیاءؑ'' سے معمور

کردو۔"

ماجدؔ مجھے یہ فخر ہے اُسؐ کا غلام ہوں
دونوں جہاں میں جسؐ کا مقابل کوئی نہیں

☆

پھر دوبارہ آپ (ﷺ) میری نگاہوں کے سامنے ظاہر ہوئے۔ اُس وقت ایک سبز پارچہ ریشم آپ ﷺ کی مٹھی مبارک میں تھا۔ کسی نے کہا:

"مبارک ہو! حضرت محمد ﷺ نے پوری دنیا پر قبضہ کرلیا ہے اور ساری مخلوق اُن کی غلامی میں آگئی ہے۔"

محمد ﷺ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
یعنی خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

☆

حضرت سیّدہ طیبہ طاہرہ آمنہؓ فرماتی ہیں:

"آپؐ کی ولادت مبارک کے بعد جب میں نے آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی طرف دیکھا تو سجدہ میں تھے اور آپ ﷺ نے اپنی مبارک انگلیاں اس طرح اُٹھا رکھی تھیں، جیسے کوئی انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت کرنے والا ہوتا ہے۔"

صورت و سیرت میں ہیں سب انبیؑا سے خوب تر
اور پھر علم و کرم، زہد و تقویٰ میں برتری ہر ایک پر

☆

باعثِ تخلیقِ کائنات فخرِ موجودات حضور سیّد عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت بعض واقعات، نبوت کے پیش خیمے کے طور پر ظہور پذیر ہوئے یعنی ایوانِ کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے۔ مجوس کا آتش کدہ ٹھنڈا ہو گیا، بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا اور اُس کے گرجے منہدم ہو گئے۔ چنانچہ ولادتِ سعید کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عبدالمطلبؓ

کے پاس پوتے کی خوش خبری بھجوائی، وہ شاداں شاداں، فرحاں فرحاں تشریف لائے اور آپ ﷺ کو خانہ کعبہ لے جا کر اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ سے دُعا کی، اُس کا شکر ادا کیا اور آپ ﷺ کا نام نامی اسمِ گرامی محمد (ﷺ) تجویز کیا۔ یہ عرب میں معروف نہ تھا پھر عرب کے دستور کے مطابق ساتویں دن آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا "عقیقہ" کیا۔

راحتِ انس و جاں رب کے محبوبؐ کی — عالمِ خلق میں وقتِ جلوہ گری
جدؒ والا نشاں فخرِ آلِ منافؒ — صحنِ کعبہ میں جو کر رہے تھے طواف
یہ نویدِ مسرت جو اُن کو ملی — کھل اُٹھی سنتے ہی اُن کے دل کی کلی
پاتے ہی یہ خبر شکرِ رب العلیٰ — سب سے پہلے کیا جان و دل سے ادا
شادماں دل لیے لائے تشریف گھر — جدِ والا نشاں والیٔ خشک و تر
دیکھ کر خوش ہوئے اپنا لختِ جگر — لے لیا بڑھ کر ہاتھوں میں نُورِ نظر
چوما اور سینے سے بھی لگایا اُسے — اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک جو پایا اُسے
اپنے لختِ جگر طفلِ ذیشان کو — سربسر رحمتِ ربِ رحمٰن کو
لے گئے اپنے ہمراہ اللہ کے گھر — نوری چادر لپیٹے ہوئے حق نگر
پیش آیا عجب واقعہ دلربا — گزرے جس جس جگہ سے حبیبؐ خدا
اُن کے اعزاز و اکرام کو سب کے سب — جھک گئے جتنے اشجار تھے با اَدب

(علامہ جاوید القادری)

☆

جب حضور سیّد العالمین ختم المرسلین ﷺ کا سن مبارک چھ برس کا ہوا تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ سیّدہ طیبہ طاہرہ حضرت آمنہؓ کا ارادہ ہوا کہ وہ اپنے متوفی شوہر کی یادِ وفا میں یثرب (مدینہ طیبہ) جا کر اُن کی قبر مبارک کی زیارت کریں۔ چنانچہ، آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنے یتیم لختِ جگر محمد ﷺ، اپنی خادمہ اُم ایمنؓ کو لے کر اپنے سرپرست وسسر حضرت عبدالمطلبؓ کی معیت میں کوئی پانچ سو کلومیٹر کی مسافت طے کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔ وہاں

ایک ماہ تک قیام کر کے واپس ہوئیں، ابھی ابتدائے راہ (مقامِ ابواء) میں تھیں کہ علالت نے آلیا اور پھر یہ بیماری شدت اختیار کرتی چلی گئی اور سفر کو جاری رکھنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہوگیا۔ تقدیر کا نوشتہ غالب آگیا۔ آپؓ کو اپنے وصالِ پرملال کا یقین ہوگیا تو آپؓ نے اپنے یتیم نوعمر نورِ نظر، سیدِ انس وجاں ﷺ کے چہرۂ انور پر نظرِ شفقت ڈالی اور بھیگی پلکوں کے ساتھ اپنے شہزادے (ﷺ) کو اپنے آخری لمحات میں نصیحت بھرے کلمات ارشاد فرمائے۔ وہ کلمات درحقیقت وہ تاریخی کلمات ہیں جو آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں اور وہ صرف ''نصیحت''، ہی نہیں بلکہ آپؓ کے کلمات وملفوظات کو اگر بغض کی عینک اُتار کر پڑھا جائے اور نظرِ انصاف سے دیکھا جائے تو آپؓ کے دامنِ اقدس کی کفروشرک بلکہ ہر طرح کی برائی سے پاک دامنی، پاکیزگی اور طہارت آفتابِ نصف النہار کی طرح آشکار ہوجاتی ہے، جن کے سننے اور پڑھنے سے اہلِ محبّت کو ایمان کی تازگی مل جاتی ہے۔

وہ تیرا حسنِ خطابت وہ تیراؓ طرزِ کلام
اب نہیں ملتی زمانے میں کوئی ایسی مثال

☆

اِن شعری کلمات وملفوظاتِ طیبہ کا ترجمہ کچھ یوں ہے:

''اے صاف ستھرے لڑکے! اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ تجھ میں برکت رکھے۔ اے بیٹے اُن کے، جنہوں نے مرگ کے گھیرے سے نجات پائی، بڑے انعام والے بادشاہ اللہ عزوجل کی مدد سے جس صبح کو قرعہ ڈالا گیا، سو (۱۰۰) بلندوبالا اونٹ اُن (حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کے فدیہ میں قربان کیے گئے۔ اگر ٹھیک اُترا، جو میں نے خواب دیکھا ہے، تو تُو سارے جہان کی طرف پیغمبر (ﷺ) بنایا جائے گا، جو تیرے نیکوکار باپ ابراہیم (علیہ السّلام) کا دین ہے۔ میںؓ تجھے، اللہ (جل جلالہٗ) کی قسم دے کر بتوں سے منع کرتی ہوں کہ قوموں (دوسروں لوگوں کے ساتھ مل

کر) اِن بتوں کی دوستی نہ کرنا۔" کیونکہ بقول صائب تبریزی:

صحبتِ ناجنس ، آتش رابہ فریاد آورد
آب در روغن چو باشد می کُند شیون چراغ

ترجمہ: (ناجنس کی صحبت آگ کو بھی فریادی بنا دیتی ہے کیونکہ پانی تیل میں مل جاتا ہے تو دیا بھی رونا (پھڑ پھڑانا) شروع کر دیتا ہے۔)

☆

قارئین کرام! ذرا غور فرمایئے! اشہبِ فکر کو دوڑایئے اور حضرت سیّدہ طیبہ وطاہرہ آمنہؓ کی توحید پرستی، بتوں سے بیزاری، حضور پرنور سیّد عالم ﷺ کی بعثتِ عامہ وتامہ اور دینِ ابراہیمی علیہ السّلام کی پاسداری، سب "ذکرِ خیر" ہے۔ کیا ایمان کسی اور چیز کا نام ہے اور خاتمہ بالخیر کسے کہتے ہیں؟ لیجیے! ملاحظہ فرمایئے کہ اِن اشعار کے بعد بھی کچھ ارشاد فرمایا:

☆ "ہر زندہ کو مرنا ہے اور نئے کو پرانا ہونا ہے۔ اور کوئی کیسا ہی بڑا کیوں نہ ہو، ایک دن فنا ہونا ہے۔"

☆ "میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ رہی ہوں اور میرا ذکر ہمیشہ خیر سے رہے گا۔"

☆ "میں کیا خیرِ عظیم چھوڑ چلی ہوں اور کیا طیب وطاہر اور ستھرا اور پاکیزہ (بیٹا) مجھ سے پیدا ہوا۔"

☆

آخر وہ لمحہ آ پہنچا کہ حضرت آمنہؓ کی آخریں نگاہیں پیارے بیٹے کی بلائیں لے رہی تھیں اور حضور پرنور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ننھّے ذہن میں اتنا بھی نہیں ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ لیکن جب حضرتِ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گردن مبارک ڈھلک گئی تو آپ ﷺ یہ کہتے ہوئے اپنی ماں سے لپٹ گئے:

"امّاں۔ امّاں۔ امّاں۔ آپؓ بولتی کیوں نہیں۔"

دی گئیں تھیں جنہیں جینے کی دُعائیں بہت
تجھ کو اے موت! وہی لوگ بہت یاد رہے

☆

ذرا تصوّر کریں، کیسے حضور ﷺ اپنی ماں (اُمت کی تمام مائیں اُن کے مقدس قدموں پر نثار ہوں) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سرہانے بیٹھے اُنہیں دیکھ رہے ہوں گے؟ کیسے اُن کی آنکھوں سے موٹے موٹے خاموش آنسو نکلے ہوں گے؟ مدینہ منورہ میں رحلت ہوتی تو کوئی نانا یا ماموں سنبھال لیتا، مکہ معظّمہ میں یہ سانحہ پیش آتا تو چچا موجود تھے۔ جنگل، بیاباں میں معصوم بچہ ماں کے سینے پر سر رکھ کر ہچکیاں لے رہا ہوگا، جس کی دُنیا اندھیر ہوگئی تھی۔ عجیب عالم تھا۔ بوڑھا دادا رنج والم کی تصویر بنے ہوش کھو بیٹھا تھا۔ زمین و آسمان بھی سوگوار تھے۔ پہاڑ اور ہوائیں بھی یقیناً رو رہی ہوں گی۔ آسمان پر فرشتے بھی اشکبار ہوں گے۔ جب اسی کرب و اذیّت کے عالم میں بستی والوں کی مدد سے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ''ابواء شریف'' میں ایک پہاڑی کے دامن میں سپردِ خاک کر کے حضرت عبدالمطلبؓ، آپ حضور ﷺ کو اپنے دامنِ شفقت کے ساتھ لے کر قافلہ کے ساتھ چلنے لگے تو ایک بار پھر قبر انور سے لپٹ لپٹ کر روتے رہے۔ ''ماں! آپؓ کہاں چلی گئیں، مجھے چھوڑ کر کہاں چلی گئیں؟

اتنا اُداس شام کا منظر نہ تھا کبھی
اے کاروانِ شہر کوئی ساتھی بچھڑ گیا

آہ! یہ دلدوز سانحہ ۵۷۷ء میں پیش آیا۔ اناللّٰہ و اناالیہ راجعون۔ شاید اقبالؔ نے ایسی ہی صورتِ حال کے پیشِ نظر کہا تھا:

وقت کے فسوں سے تھمتا نالۂ ماتم نہیں
وقت زخمِ تیغِ فرقت کا کوئی مرہم نہیں

☆

آج اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے نبی حضور سیّد عالم ﷺ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ''یتیم'' ہوگئے۔ آپ ﷺ نے اپنے والد گرامی حضرت عبداللہ کی تو شفقت بھی نہ دیکھی تھی۔ صرف اُن کی قبر مبارک ہی دیکھی تھی اور اب والدہ ماجدہؓ بھی قبر میں آرام فرما ہوگئیں۔

کم سنی، بے آب و گیاہ صحرا اور سفرِ تنہائی (ماں کے بغیر سفر)۔ اَب آپ ﷺ کے ساتھ حبشی خادمہ ''اُمِّ ایمن'' اور غموں سے چور چور بوڑھے دادا حضرت عبدالمطلبؓ رہ گئے۔ چنانچہ بوڑھے عبدالمطلبؓ اشک برساتی آنکھوں کے ساتھ اپنے پوتے (ﷺ) کو لے کر مکہ مکرمہ پہنچے۔ اُن کا دل اپنے اس یتیم پوتے کی محبّت و شفقت کے جذبات سے تپ رہا تھا، کیونکہ اُنہیں اب ایک نیا چرکا لگا تھا، جس نے اُن کے پرانے زخم (پیارے بیٹے حضرت عبداللہؓ کی رحلت کے) کرید دیئے تھے۔ حضرت عبدالمطلبؓ کے جذبات میں پوتے کے لیے اتنی رقت تھی کہ اُن کی صلبی اولاد میں سے بھی کسی کے لیے ایسی رقت نہ تھی۔ چنانچہ قسمت نے آپ کو تنہائی کے جس صحرا میں لا کھڑا کیا تھا، حضرت عبدالمطلبؓ اُس میں آپ ﷺ کو تنہا چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے بلکہ آپ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو اپنی اولاد سے بڑھ کر چاہتے اور بڑوں کی طرح اُن کا احترام کرتے تھے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ پر جو قربان نہیں ہے
وہ سجدہ کرے لاکھ مسلمان نہیں ہے

☆

ابنِ ہشام کا بیان ہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ کے لیے خانہ کعبہ کے سائے میں فرش بچھایا جاتا۔ اُن کے سارے بیٹے فرش کے اردگرد بیٹھ جاتے۔ حضرت عبدالمطلبؓ تشریف لاتے تو فرش پر بیٹھتے۔ اُن کی عظمت و شوکت کے پیشِ نظر اُن کا کوئی بیٹا فرش پر نہ بیٹھتا لیکن رسول اللہ ﷺ جلوہ افروز ہوتے تو فرش پر ہی بیٹھتے۔ ابھی آپ کم عمر بچے تھے، آپ علیہ التحیہ والثناء کے چچا حضرات آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو پکڑ کر فرش سے اُتار دیتے لیکن جب حضرت عبدالمطلبؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انہیں ایسا کرتے دیکھتے تو فرماتے:

''میرے اس بیٹے کو چھوڑ دو بخدا اِس کی شان نرالی ہے۔''

حسنِ یوسفؑ، دمِ عیسیٰؑ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند، توُ تنہا داری

☆

پھر اُنہیں (ﷺ) کو اپنے ساتھ اپنے فرش پر بٹھا لیتے، اپنے دستِ اقدس سے اُن کے (ﷺ) کی پیٹھ مبارک سہلاتے اور اُن (ﷺ) کی نقل و حرکت کو دیکھ کر خوش ہوتے۔ ابھی آپ ﷺ کی عمر مبارک آٹھ سال دو مہینے دس دن ہوئی تھی کہ دادا حضور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا سایۂ شفقت بھی اُٹھ گیا۔

سائے پسند آئے نہ پروردگار کو
بے سایہ کر دیا حبیبِ کردگار کو

☆

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک، رحلت کے وقت پچیس برس تھی، سنِ وصال ۵۷۷ء سے ۲۵ نکالیں تو آپ کی سنِ ولادت ۵۵۲ء بنتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ غلبۂ اسلام کے بعد حضور ﷺ ایک مرتبہ ایک ہزار مسلح مجاہدین کے ہمراہ ''ابواء'' کے مقام پر اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر شریف کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ پر وہاں رقت طاری ہوگئی اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی فرطِ تاثر سے رو پڑے:

آج پھر دل سے تری یاد اُبھر آئی ہے
سرد پلکوں پہ سُلگتا ہوا آنسو بن کر

☆

حضور سیّدِ عالم ﷺ کو اپنے قیام کی بہت سے باتیں یاد رہ گئی تھیں۔ جب آپ ﷺ عرصۂ دراز کے بعد یہاں جلوہ فرما ہوئے تو یہاں کے در و دیوار کے ساتھ بچپن کی جو یادیں وابستہ تھیں، آپ اکثر و بیشتر اُن کا تذکرہ فرماتے تھے۔ جب آپ ﷺ ایک دفعہ بنوعدی کے منازل پر سے گزرے تو فرمایا:

''اِسی مکان میں میری والدہ ماجدہ (حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

ٹھہری تھیں۔ یہی وہ تالاب ہے جس میں، میں نے تیرنا سیکھا۔ اسی میدان میں ایک لڑکی انیسہ کے ساتھ کھیلا تھا۔"

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

☆

تریسٹھ سال (۶۳ سال) کی عمر مبارک میں اپنی زندگی مبارک کے آخری برس جب رسولؐ اللہ، اہلِ ایمان کے ساتھ "حجۃ الوداع" کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے جا رہے تھے تو آپ ﷺ اُس رستے سے گزرے، جدھر سے بچپن میں اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ گزرے تھے۔ اس بار آپ ﷺ کے ہمراہ، اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ جب آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام "ابواء شریف" کے مقام پر پہنچے تو وہاں قبروں سے گزرتے ہوئے ایک قبر کے سامنے افسردگی کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور دیر تک روتے رہے، حتیٰ کہ آپ ﷺ کا رونا دیکھ کر حضرت عائشہؓ بھی رو پڑیں۔ یہ آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی والدہ ماجدہ (اُن کے قدموں پر اُمت کی مائیں نثار ہوں) حضرت سیّدہ طیبہ طاہرہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی قبر شریف تھی۔

طور یک بار تجلّی گاہِ سبحان گردید　　ہست ہر لحظہ بریں روضہ تجلّیٔ دگر
صورتش لوء لوئے صافی، چو قصورِ جنت　　خاکِ آں پاک زمیں است چوں مشکِ ازفر

۱۔ "طورِ سینا پر تو ایک بار تجلّی اللہ سبحانہ، کی پڑی مگر یہاں تو ہر لحظہ بار بار ویسی تجلّی پڑتی ہے۔"

۲۔ اس روضہ کی صورت بڑے آبدار مصفّٰی موتیوں کی طرح ہے، جیسے جنت کے محلات ہیں۔ اس پاک زمین کی خاک تیز خوشبو والی خالص مُشک کی طرح ہے۔"

☆

''ابواء شریف'' مکہ مکرمہ اور مدینہ منوّرہ کے تقریباً نصف میں واقع ہے جو کہ ''وادیٔ ودّان'' کا ایک گاؤں ہے۔ ''ودّان'' اور ''ابواء شریف'' میں تقریباً چھ یا آٹھ میل کا فاصلہ ہے۔ ان کے اتصال اور قربت ہی کی وجہ سے یہاں واقعہ ہونے والا ''غزوۂ ابواء'' یا ''غزوہ الودّان'' مشہور ہے۔ ''ابواء''، ''وُدّان'' اور ''مستورا'' ایک ہی رقبہ ہے جو ''ضمرہ، غفار اور کنانہ قبائل'' پر مشتمل ہے۔ لیکن ''ابواء'' اپنی اہمیت اور عظمت کے اعتبار سے دونوں سے ممتاز اور اَولیٰ ہے۔ ''مستورہ'' موجودہ سڑک کے کنارے واقع ہے۔ قہوہ پینے اور کھانا کھانے کے لیے قافلے یہاں رُکتے ہیں۔ ''مستورہ'' کے مشرق میں ۲۸ کلومیٹر کے فاصلے پر ''ابواء'' واقع ہے۔ آج کل اسے ''حریبہ یا خریبہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ راستہ ناہموار اور پتھر بکثرت پائے جاتے ہیں۔

سلسلۂ روز و شب باقی ہے جب تک
اُن کی مرقد پر ہو نازل ابرِ رحمت

☆

''ابواء شریف'' کی آبادی پانچ چھ ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ لوگوں کی گزر اوقات کھیتی باڑی اور مال مویشی پالنے پر ہے۔ یہاں کے باشندے نیک خصال، صداقت، امانت میں اچھے اور فسق و فجور سے متنفّر ہیں۔ اُن کے تنازعات عقلاء اور صلحاء ہی نپٹاتے ہیں۔ ''ابواء'' کا علاقہ بارہ کلومیٹر لمبا اور تین کلومیٹر چوڑا ہے۔ یہ بعض جگہوں سے کشادہ اور بعض سے تنگ ہے۔ شمال کی جانب سے اسے پہاڑ نے گھیر رکھا ہے اور جنوب کی سمت سے سیاہ ٹیلے اس کا احاطہ کیے ہوئے ہیں، جن کی لمبائی پانچ سو میٹر ہے۔ حضرت آمنہؓ کی ''قبر مبارک'' کی برکت سے یہ علاقہ بہت خوشحال اور پرامن ہے۔

ابواء ما بجنتِ اعلیٰ برابر است
آہستہ پا بنہ کہ ملک سجدہ می کنند

☆

کسی کی سیرت کا احاطہ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے، چہ جائیکہ سیرت بھی سیّدالانبیاء علیہ التحیہ والثناء کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہو۔ تاہم جو کچھ معلوم ہو سکا، وہ نذرِ قارئین ہے:

۱۔ حضور سیّدِ عالم ﷺ کے والدِ گرامی حضرت عبداللہؓ نے جو ترکہ چھوڑا تھا وہی حضرت آمنہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا اثاثہ تھا۔ آپؓ نے نہایت سادہ زندگی بسر کی۔ کبھی کبھار تنگ دستی کا مرحلہ بھی آیا تو آپؓ نے کسی قسم کا شکوہ نہ کیا اور نہ ہی اس تنگ دستی کا کسی سے ذکر کیا۔ آپؓ بہت صابر و شاکر ہستی تھیں اور یہ دونوں خوبیاں اخلاقِ فاضلہ کا جوہر ہیں۔ اللہ کریم جل جلالہٗ نے بھی صابرین و شاکرین کے لیے جنت کی بشارت دی ہے۔

کوئی گلہ ، کوئی شکوہ نہیں تو حیرت کیا
کہ صبر آدمیّت کمال کر دیتا ہے

☆

۲۔ بیوگی کی زندگی کو نہایت صبر و سکون سے گزارا، کسی سے کوئی لڑائی جھگڑا یا گلہ شکوہ نہ کیا۔ بلکہ خاندان والے آپؓ کے حسنِ سلوک، شرافت اور سنجیدگی کی وجہ سے آپؓ سے بہت محبّت کرتے تھے۔ اور آپ کا دل و جان سے احترام رکتے تھے۔ آپؓ کے سسر عالی مقام، والاشان حضرت عبدالمطلبؓ نے ہمیشہ آپؓ کی قدر کی ہے۔ یہاں تک کہ جب کبھی آپؓ نے مدینہ منورہ جانے کی اجازت چاہی تو بخوشی اجازت دے دی۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں
(میر درد)

☆

۳۔ حضور سیّد عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی والدہ ماجدہؓ سوکھا گوشت کھایا کرتی تھیں، اِس سے اُنؓ کی کفایت شعاری اور سلیقہ مندی کا پتہ چلتا ہے

اور یہ خوبی بڑی سمجھ دار خواتین میں ہی پائی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ عقبہ بن عمرو، حضرت پرنور ﷺ کے سامنے کھڑے ہوئے تو خوف سے کانپنے لگے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''طبیعت میں آسانی پیدا کر، میں کوئی جابر بادشاہ نہیں ہوں، میں تو قریش کی ایک خاتونؓ کا لڑکا ہوں، جو سوکھا گوشت کھاتی تھیں۔''

خاکساری نے دکھائیں رفعتوں پہ رفعتیں
اس زمیں سے واہ واہ کیا آسمان پیدا ہوئے

☆

۴۔ حضرت آمنہؓ پڑھی لکھی خاتون تھیں۔ شعر کہتی تھیں۔ آپ نے اپنے برگزیدہ بیٹے، حضور پرنور سیّد عالم ﷺ کی شان میں ایک ''قصیدہ'' لکھا تھا، دمِ آخر جو الفاظ اُنؓ کی زبانِ اقدس پر تھے، اُن کا مطلب ہے:

''کل برابر آتا رہے گا، نئی چیزیں پرانی ہوتی جائیں گی۔ بزرگ فنا ہوں گے۔ میں مرجاؤں گی، لیکن میرا دُکھ باقی رہے گا۔ میں خیر و نیکی چھوڑ کر جا رہی ہوں، کیونکہ میں نے ایک طیب و طاہر لڑکے (ﷺ) کو پیدا کیا ہے۔''

ہر مرتبہ کو بود بہ عالم بُروست ختم
ہر نعمتے کہ داشت خدا، شد بُرو تمام

ترجمہ: (عالم (دنیا) کے تمام مراتب آپ ﷺ پر ختم ہیں، ہر وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے بنائی ہے، آپ ﷺ پر تمام ہوگئی ہے۔)

☆

۵۔ آپؓ کو اپنے شوہر نامدار حضرت عبداللہؓ سے بے حد محبّت تھی اور آپؓ کی زندگی قابلِ صد رشک تھی۔ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کو پروانہ وار چاہتے تھے۔ اُن کے درمیان شکر رنجی اور اختلاف پیدا ہونے کی کوئی روایت نہیں ملتی، بلکہ انتہائی محبّت کی

مختلف جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ اگرچہ جناب حضرت عبداللہؓ جلد ہی رحلت فرما گئے اور آپؓ کو بیوہ رہنا پڑا، لیکن بیوگی کے ان پانچ چھ سال کی مدت میں آپؓ کے دل میں اپنے عالی مرتبت شوہر کی یاد ہمیشہ کچوکے دیتی رہی اور اُن کی محبّت کے ہاتھوں مجبور ہو کر آپؓ نے مدینہ منورہ کا سفر اختیار فرمایا تھا تاکہ اُن کی قبرِ انور دیکھ کر قلبی راحت کا مرہم حاصل کر سکیں، مگر اس دید سے زخم مندمل ہونے کی بجائے اور بھی گہرے ہو گئے اور اُن ہی کے ہاتھوں واپسی پر ''ابواء'' کے مقام پر آپؓ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ یہ انتہا درجے کی محبّت تھی۔ یہ وفاداری، یہ محبت اور یادیں آپؓ کی سیرت کا حسین پہلو ہیں۔ آپؓ نے اپنے شوہرِ گرامی قدر کی یاد میں ''مرثیہ'' بھی کہا ہے۔ جس کے چند اشعار کا ترجمہ زیبِ قرطاس ہے:

> ''فرزندِ ہاشم کی خبرِ مرگ نواحِ بطحا (مکہ) لے جاؤ۔۔۔ بیرونِ شہر اور ارضِ غماغم (مدینہ) میں اس کی زیارت کرو۔۔۔ اجلِ مقدر نے اُس کو بلا لیا اور اُس نے قبول کر لیا۔۔۔ اور حقیقتاً بنی نوعِ انسان میں ابنِ ہاشم کا مثل نہیں ہے۔۔۔ اُس کے اصحاب کمال اندوہ و ملال کے ساتھ اُس کو سر پر (تابوت) اُٹھا کر ہاتھوں مقبرہ تک لے گئے۔۔۔ اور از راہِ محبّت وہ نوبت بہ نوبت کاندھا بدلتے اور اُس کے اوصاف باری باری بیان کرتے تھے۔ خواہ موت نے اُسے ہم سے دُور ہی کر دیا۔۔۔ مگر اِس میں تو شک نہیں کہ وہ بہت زیادہ سخی اور غریبوں کا بہت زیادہ ہمدرد تھا۔۔۔''

☆

۶۔ آپؓ توحید پرست تھیں، کسی بت کے استھان (جگہ) پر جانے یا اُن کے چڑھاوے میں سے کچھ کھانے کا ذکر نہیں ملتا۔ نہ آپؓ نے کبھی کسی بت کی پوجا کی تھی۔ آپؓ اوہام پرستی کے بھی سخت خلاف تھیں۔ چنانچہ حمل کے دوران جب بوڑھی عورتوں نے کہا کہ آسیب اور شر سے بچاؤ کے لیے آپؓ کچھ دنوں کے لیے لوہا گردن میں لٹکائیں اور کچھ بازوؤں سے باندھ لیں تو آپؓ نے اُن کی سخت مخالفت کی، لیکن جب اُن کا

دباؤ بڑھ گیا تو مجبوراً اُن کی بات مان لی، تاہم چند روز کے بعد جب معلوم ہوا کہ یہ سب چیزیں گر گئی ہیں تو دوبارہ باندھنے سے صاف انکار کر دیا۔

آپؓ نے اپنے فرزندِ ارجمند حضور سیّد عالم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کو رضاعت کے لیے حلیمہ سعدیہؓ کے حوالے کرتے وقت اُس سے فرمایا تھا:

''میں اپنے بچے کو خدائے ذوالجلال (جل شانہٗ) کی پناہ میں دیتی ہوں، اُس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اُسے شتر پر سوار دیکھوں اور دیکھوں کہ وہ غلاموں اور درماندہ لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والا ہے۔''

☆

اس بات سے اللہ (جل شانہٗ) کی وحدانیت اور اُس سے استعانت کا یقین کس قدر نمایاں ہوتا ہے اور اخلاقِ فاضلہ یعنی غلاموں، غریبوں اور درماندہ لوگوں سے ہمدردی کا جوش کس قدر اُبلتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں کہ آپؓ بھی ''دینِ حنیف'' کی پابند تھیں، توحید پرست تھیں اور اخلاقِ فاضلہ سے مالا مال تھیں اور اپنے بیٹےؐ سے بہت سی آرزوئیں وابستہ کیے ہوئے تھیں۔

۷۔ حضور ﷺ کی ولادت مبارک سے قبل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بارہا مختلف بشارتیں ہوئیں۔ آپؓ نے انوار و تجلّیات کو دیکھا، عالمِ بالا کی عورتوں کو دیکھا، اپنے بدن سے نُور نکلتا اور پھیلتا ہوا۔ یہ سب باتیں آپؓ کی روحانی عظمت کا بین ثبوت ہیں۔

۸۔ حضرت عبداللہؓ کی لونڈی برکہ (اُمِّ ایمنؓ) سے آپؓ بہت شفقت کا برتاؤ کیا کرتی تھیں اور اس پیار کا برکہ (اُمِّ ایمنؓ) کو بھی ساری عمر احساس رہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کتنی نیک دل، شفیق اور مہربان تھیں۔

تیرے احسان رہ رہ کر سدا یاد آئیں گے ہم کو
کریں گے ذکر ہر مجلس میں اور دہرائیں گے اُن کو

☆

اُمّ النبی علیہ السّلام کے امتیازات اور قرآن

(ترتیب و تہذیب: ڈاکٹر محمد صداقت علی فریدی)

قرآنِ حکیم نے اُمہات الانبیاء علیہم السّلام کے منفرد امتیازات بیان فرمائے ہیں، جن کی اجمالی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔ قرآن نے بیان فرمایا ہے کہ نبیؑ کی ماں، صاحبِ وحی ہوتی ہے، (بصورتِ الہام) وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی اُمِّ مُوْسٰی اَنْ اَرْضِعِیْهِ کی قرآنی شہادت موجود ہے۔

۲۔ نبیؑ کی نبوّتؑ اور رسالتؑ کا سب سے پہلا ادراک عالمِ شہادت میں نبیؑ کی ماں ہی کو ہوتا ہے، اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْکَ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ کی شہادت قرآن میں موجود ہے۔

۳۔ نبیؑ کی ماں کے دل پر نورِ الٰہی کے جلوے نازل ہوتے ہیں، لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ کی صورت میں قرآن کی شہادت موجود ہے۔

۴۔ نبیؑ کی ماں کا دودھ پاکیزہ ہوتا ہے، اور عظمتِ یقین سے دُھلا ہوتا ہے، وَحَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ کی گواہی قرآن نے دی ہے۔

۵۔ نبیؑ کی ماں اہلِ بیتِ نبوّتؑ میں شامل ہوتی ہے، فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰٓی اَهْلِ بَیْتٍ یَّکْفُلُوْنَهٗ کی گواہی قرآن میں موجود ہے۔

۶۔ اس کائنات میں نبیؑ کی ماں نبیؑ کی ذات کے لیے سب سے اعلیٰ خیر خواہ ہوتی ہے۔ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ کی صورت میں گواہی موجود ہے۔

۷۔ نبیؑ کی ماں کی آنکھوں کی ٹھنڈک نبیؑ ہی ہوتا ہے۔ کَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا کا اعلان واضح ہے۔

۸۔ نبیؑ کی ماں لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوتی ہے۔ وَ لَا تَخَافِیْ وَ لَا تَحْزَنِیْ کی صورت میں قرآن گواہی دے رہا ہے۔

(سورہ القصص ۶ تا ۱۳)

۹۔ نبیؑ کی ماں سب سے پہلے اس عالمِ شہادت میں صاحبِ بشارت الیہہ ہوتی ہے۔ فَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ کی صورت گواہی دیتا ہے۔

۱۰۔ نبیؑ کی ماں صاحبِ امرِ الٰہی ہوتی ہے، صاحبِ رحمات اور برکات ہوتی ہے، قَالُوْٓا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَکٰتُهٗ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ کی شہادت قرآن دیتا ہے۔

۱۱۔ نبیؑ کی ماں مشیّتِ الٰہیؒ کا خصوصی اہتمام ہوتی ہیں۔ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ کی شہادت قرآن دیتا ہے۔

۱۲۔ نبی علیہ السّلام کی ماں اپنے وضع قطع، اخلاق و سیرت، کردار کی عظمت، تہذیب و تمدن، فضائل و مناقب اور دینی و روحانی مرتبوں کی عظمت میں بے مثل و بے مثال ہوتی ہیں۔ وَ لَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی کی صورت میں قرآن گواہی دیتا ہے۔

۱۳۔ نبیؑ کی ماں عابدہ اور زاہدہ ہوتی ہے۔ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ (مریم کا معنی عابدہ زاہدہ) کی صورت میں قرآن کی شہادت موجود ہے۔

۱۴۔ نبیؑ کی ماں، شیطان مردود کے وسوسوں اور شر سے محفوظ ہوتی ہے، وَ اِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کی قرآن گواہی دیتا ہے۔

۱۵۔ نبیؑ کی ماں بارگاہِ رب العزت میں مقبولیت کی اعلیٰ معراج پر فائز ہوتی ہے۔ فَتَقَبَّلَهَا

رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ

۱۶۔ نبیؑ کی ماں فطری اور طبعی طبیعت کی تربیت خدائے ذوالجلال کی حسین تربیّت کا شاہکار ہوتی ہے۔ وَاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا کی صورت میں قرآن میں موجود ہے۔

۱۷۔ نبیؑ کی ماں ابتدا ہی سے مخدومہ کائنات ہوتی ہے اور اُس کی خدمت کے لیے کسی عام آدمی کا انتخاب نہیں ہوتا بلکہ کائنات کے اعلیٰ ترین اور عظیم ترین اور پاکیزہ ترین شخص کا انتخاب ہوتا ہے، وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا کی صورت میں قرآن گواہی دیتا ہے۔

۱۸۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ماں کے لیے خورد ونوش کا ساز وسامان فطری تصورات سے بلند و بالا ہوتا ہے، كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا کی صورت میں قرآن میں موجود ہے۔

۱۹۔ نبیؑ کی ماں کے لیے رزق کا اہتمام اللہ تعالیٰؐ کی بارگاہِ خاص سے ہوتا ہے، قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ کی صورت میں ہوتا ہے۔

۲۰۔ نبیؑ کی ماں کا رہائشی ماحول عظمتوں اور برکتوں سے معمور ہوتا ہے، هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ کی صورت میں قرآن میں موجود ہے اور خود صاحبِ نبوّتؑ اس بات پر یقین رکھتے ہوئے ان کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر دُعا کرتے ہیں، یہ اس بات کی سند ہے کہ نبیؑ کی ماں کا حرم قبولیتِ دُعا کا بہترین ماحول ہے، کیونکہ نبیؑ کے عمل نے خود اس بات کی تصدیق کی ہے۔

۲۱۔ نبیؑ کی ماں کی بارگاہ کی وجاہت کا یہ عالم ہے، وہاں کھڑے ہو کر مانگی جانے والی دُعا کی قبولیت کا صرف وعدہ ہی نہیں کیا جاتا بلکہ فوراً قبول کر کے مطلوبہ چیز کو مہیا کیا جاتا ہے، اور اُس بارگاہ کی برکت سے ملنے والی نعمت اپنی شان میں بے مثل و مثال ہے، فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى

مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ کی صورت میں قرآن میں موجود ہے۔

۲۲۔ نبیؑ کی ماں مقامِ مصطفائیت ﷺ پر فائز ہوتی ہے۔وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ

۲۳۔ نبیؑ کی ماں طہارتوں کی اعلیٰ معراج پر ہوتی ہے،وَطَهَّرَكِ کی صورت میں قرآن بول رہا ہے۔

۲۴۔ نبیؑ کی ماں تمام جہانوں کی عورتوں سے فضیلت اور مرتبۂ کمال میں اعلیٰ و بالا ہوتی ہے: وَ اصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ کی صورت میں قرآن گواہی دیتا ہے۔

۲۵۔ نبی علیہ السّلام کی ماں صاحب بشارات عظیمہ ہوتی ہے۔اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ

۲۶۔ نبی علیہ السّلام کی ماں عفت و عصمت، حیا و وقار کی اعلیٰ معراج پر ہوتی ہے،وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا

۲۷۔ نبیؑ کی ماں صاحبِ تقدس ہوتی ہے۔صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ

۲۸۔ نبیؑ کی ماں بندگی کا اعلیٰ معیار ہوتی ہے، اور خدا کی کامل فرمانبردار بندی ہوتی ہے۔ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ (سورہ التحریم:۱۷) کا قرآنی ثبوت موجود ہے۔

۲۹۔ نبیؑ کی ماں صاحبِ مرتبہ ہوتی ہے۔بس مرتبۂ اطاعتِ خداوندی اُن کو حاصل ہوتا ہے، جو رکوع و سجود کرنے والی ہوتی ہیں۔يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَ اسْجُدِيْ وَ ارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔

۳۰۔ نبیؑ کی ماں کا تذکرۂ عظمت کرنا فرضِ عین قرار پاتا ہے۔وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ

۳۱۔ نبیؑ کی ماں ہمیشہ پردۂ عظمت میں محجوب اور ملبوس ہوتی ہے۔فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا کی صورت میں قرآن گواہی دیتا ہے۔

۳۲۔ نبیؑ کی ماں کی بارگاہ کا تقدس یہ ہے کہ اُن کے حضور فرشتوں کے رسول حضرت

جبرائیل علیہ السّلام طرزِ نیاز میں صورتِ بشر میں ڈھل کر آتے ہیں: فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْھَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّا کی صورت میں قرآن گواہ ہے۔

۳۳۔ نبیؑ کی ماں تقویٰ اور طہارت کی اعلیٰ معراج پر ہوتی ہے۔ قَالَتْ اِنِّیٓ اَعُوْذُبِا الرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتُ تَقِیًّا میں قرآن گواہ ہے۔

۳۴۔ نبیؑ کی ماں کی بارگاہ میں بیٹے کی صورت میں پیکرِ نبوت بطور ہدیہ پیش کیا جاتا ہے۔ اور بطور تحفہ پیش کیا جاتا ہے۔ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا کے لفظ شہادت دے رہے ہیں۔

۳۵۔ نبیؑ کی ماں عفت مآب، عصمت مآب اور عزت مآب ہوتی ہے، ابتدائے حیات سے لے کر انتہائے حیات تک پارسائی، پاکدامنی اور پرہیزگاری اُس کا خمیر ہوتا ہے۔ وَلَمْ اَکُ بَغِیًّا کی صورت میں قرآن گواہی دے رہا ہے۔

۳۶۔ نبیؑ کی ماں کے ہاں نبیؑ کی ولادت، اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی عظمت وجلالت کی علامت ونشانیاں ہوتی ہیں اور کائنات بھر کے لیے رحمت و برکت ہوتی ہیں: وَ لِنَجْعَلَہٗٓ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا کی قرآن میں گواہی موجود ہے۔

۳۷۔ نبیؑ کی ماں اگر کہیں گھبرائے تو رحمتِ الٰہی اُسے ندا دیتی ہے، ''اے اُمِ نبیؑ! گھبراؤ نہیں، اللہ عزوجل کی رحمت تیرے ساتھ ہے۔'' وَ لَا تَخَافِیْ وَ لَا تَحْزَنِیْ کی قرآن گواہی دیتا ہے۔

۳۸۔ نبیؑ کی ماں کی عزت وتوقیر کی خاطر اس کے قدموں کے نیچے ٹھنڈی اور میٹھی نہر جاری کردی جاتی ہے۔ قَدْ جَعَلَ رَبُّکِ تَحْتَکِ سَرِیًّا کی شہادت قرآن دیتا ہے۔

۳۹۔ نبیؑ کی ماں کی عزّت کی خاطر کھجور کے خشک تنے کو سرسبز وشاداب کیا جاتا ہے اور فی الفور وہ تنا تروتازہ، پکی اور میٹھی کھجوروں سے بھر جاتا ہے۔ وَ ھُزِّیٓ اِلَیْکِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْکِ رُطَبًا جَنِیًّا کی قرآن میں شہادت موجود ہے۔

۴۰۔ نبیؑ کی ماں کے اعزاز کی خاطر اللہ تعالیٰ (جل جلالہٗ) براہِ راست اُن سے مخاطب ہوتا

ہے۔ فَکُلِیْ وَ اشْرَبِیْ وَ قَرِّیْ عَیْنًا قرآن گواہ ہے۔

۴۱۔ نبیؑ کی ماں کے تمام آباء اور تمام اُمہات پاکیزہ اور مطہّرہ ہوتے ہیں: مَا کَانَ اَبُوْکِ امْرَاَ سَوْءٍ وَمَا کَانَتْ اُمُّکِ بَغِیًّا کی صورت میں قرآن بول رہا ہے۔

۴۲۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی والدہ مکرّمہ کی عظمتوں کو قدرت نے پہلے مرتبۂ غائب میں اعلیٰ عظمتوں کے ساتھ محفوظ رکھا۔ بعد ازاں اُن کے مرتبے کی عظمت کو اپنی مشیّت کے خصوصی اہتمام کے ساتھ محبوبِ مکرم ﷺ کے قلبِ منوّر پر وحی کی عظیم صورت میں نازل فرمایا۔ قرآن اِس کی یوں گواہی دیتا ہے: ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَآ اِلَیْکَ (آلِ عمران)

۴۳۔ اُمہات الانبیاء صلوات اللہ وسلمہ علیہن وعلیہم السّلام کی تمام عظمتوں، برکتوں اور رحمتوں کو بیان کرنا، نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ پر فرض قرار دیا گیا اور پھر آپؐ کی وساطت سے پوری اُمت پر فرض قرار دیا گیا کہ اُن کی تعظیم فرض ہے، توقیر فرض ہے، اُن کی عظمت کا اعتقاد فرض ہے، اُن کی اخلاقی عصمتوں کا اعتقاد فرض ہے۔ اُن کی اخلاقی عصمتوں کا اعتقاد بھی فرض ہے اور رُوحانی عظمتوں کا اعتقاد و بیان بھی فرض ہے کیوں کہ یہ سب کچھ دلائل قطعیہ سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ اُم النبیؐ ہونے کی نسبت و حیثیت سے یہ تمام امتیازات اور اعزازات انہیں میسر ہیں۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ جو انفرادی یا اجتماعی امتیازات اور اعزازت جملہ انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کی والداتِ مکرمات کو حاصل ہیں، وہ تمام کے تمام اعزازات، انعامات، امتیازات و برکات محسنۂ عالمین سیّدہ ساداتِ عالمین اُم محمد (مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ) حضرت بی بی آمنہ سلم اللہ علیہا کو بدرجہ اتم حاصل ہیں اور ان کے علاوہ لاتعداد امتیازات، اعزازات و انعامات اُن کو میسر ہیں۔ سب سے بڑا اعزاز و انعام اور فضل و کمال یہ ہے کہ وہ امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی والدۂ محتشمہ، مکرمہ اور محترمہ ہونے کا اعزاز پا چکی ہیں، جس کی مثال ازل تا ابد پوری کائنات میں نہیں، نہ میسر

ہے اور نہ ممکن ہے، اللہ اکبر۔

☆

ان کی مدلل تفصیل کتاب میں مختلف مقامات پر آپ کو معلوم ہو جائے گی اور ایسے ہی اقتضاءً اور کبھی نصاً محسنِ عالمین سیّدنا ابومحمد عبداللہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو بھی حاصل ہیں۔ اُن کے لیے اِس بزم کون و مکاں میں سب سے بڑا بے مثل و بے مثال اعزاز محمد کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا والد گرامی ہونا ہے۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْد۔

بنابریں اِن تقدس مآب نفوسِ قدسیہ کا تذکرہ و بیان کرنا اہم ترین فرض ہے۔ اُم النبی ﷺ کی علت مؤثرہ ہونے کے حوالے سے اور ابوالنبی ﷺ ہونے کے حوالے سے کیونکہ یہ علت منصوص اور مقیس علیہ میں بھی موثر ہے اور قطعی ہے اور غیر منصوص مقیس میں یہ علتِ علّت مؤثرہ مقیس علیہ کی نسبت زیادہ موثر ہے۔ کیونکہ یہ نفوسِ قدسیہ ابوینِ مصطفیٰ ﷺ ہونے کا شرف پا چکے ہیں اور الحمدللہ تعالیٰ امام الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے والدین ہیں۔

☆

لٰہذا ان نفوسِ قدسیہ کی عظمت و رفعت پر یقین رکھنا فرض ہے، اِن کی تعظیم و توقیر کرنا فرض ہے اور ان سے محبّتِ قلبی و ایمانی رکھنا فرض ہے اور ان کی عظمتوں، رفعتوں اور فضیلتوں کو بیان کرنا، روایت کرنا یقیناً یقیناً فرض ہے۔ دلائل گزشتہ اوراق میں بیان ہو چکے ہیں۔ پوری اُمتِ مسلمہ پر فرض ہے کہ وہ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ کے حکم عالی کے مطابق امام الانبیاء خاتم المرسلین شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی حد سے بڑھ کر تعظیم و توقیر کریں۔ یہی اُن کے ایمان کی ابتدا، ارتقاء اور بقا ہے جب کہ خود رسالت پناہِ عالم ﷺ اپنے پیکرِ نبوت ﷺ پر واجب سمجھتے ہیں۔ اپنے پیارے والدین کریمین طیبین و طاہرینؓ کی حد سے بڑھ کر تعظیم کرتے اور اس تعظیم میں اس قدر آگے بڑھ گئے ہیں کہ اُن کی تعظیم کی خاطر اپنی

نبویؐ نماز اُن کے بلاوے پر قربان کردینے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ دوستو! کوئی تو مرتبہ ہے، کریم آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے پیارے والدین کریمین علیہما الصّلوٰۃ والسّلام کا کہ اُن کی تعظیم وتوقیر کی عظمت کی خاطر اس حد تک صاحبِ شریعت ﷺ چلے گئے۔

☆

قارئین محترم!

۱۔ اگر نبیؑ کی ماں صاحبِ وحی اور الہام ہوتی ہے، تو میرے آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی والدہ کریمہ کو بار بار بارگاہِ قدس سے الہامات ہوتے رہے۔ فرشتوں کی صورت میں بھی اور اللہ تعالیٰ بذاتِ خود بھی الہام فرماتا رہا، یہ اس وقت کی بات ہے جب رحمتِ عالم ﷺ، محسنۂ عالم حضرت بی بی آمنہؓ کے شکمِ رحمت میں جلوہ افروز تھے۔

۲۔ جس طرح اُمہات الانبیاءؑ کو سب سے پہلے اس عالمِ شہادت میں اپنے بیٹوں کی نبوت اور رسالت کا ادراک ہوتا رہا، عین ایسے ہی میرے کریم آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی والدہ ماجدہؓ کو بھی نبوّت کا ادراک ہوتا رہا، جس کی آپ ﷺ نے بار بار بشارت دی۔

۳۔ اگر نبیؑ کی ماں کے دل پر نورِ الٰہی کے جلوے نازل ہوتے ہیں، تو میرے کریم آقا ﷺ کی ماں کے قلبِ منوّر پر لاتعداد انوار وتجلّیاتِ الٰہیہ کا ظہور ہوتا رہا۔

۴۔ اگر کسی نبیؑ کی ماں کا دودھ پاکیزہ ہوتا ہے، تو میرے نبی ﷺ کی مقدس ماں کا دودھ سب سے پاکیزہ تھا۔

۵۔ اگر کسی نبیؑ کی ماں ''اہلِ بیتِ نبوّت'' میں شامل ہوتی ہے، تو میرے نبیؐ کی ماں بدرجۂ اتم ''اہلِ بیتِ نبوّت'' کی پہلی اکائی مسلم ہوئی ہیں۔

۶۔ اگر کسی نبیؑ کی ماں کی بابت، قرآن خیر خواہی کی دلیل بیان کرتا ہے، تو میرے نبی ﷺ کی ماں کی خیر خواہی سب پر غالب ہے۔

۷۔ اگر کسی نبیؑ کی ماں کے لیے بیٹا آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تو میرے آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بھی اپنی ماں کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، بلکہ دل کا چین اور سکون بھی ہیں۔

۸۔ اگر کسی نبیؑ کی ماں لَاخَوفٌ عَلَیھِمْ وَلَا ھُمْ یَحزَنُونَ کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں تو میرے نبیؐ کی ماں بدرجہ اتم لَا خَوفٌ عَلَیھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحزَنُونَ کا مصداقِ اوّل ہیں۔

۹۔ اگر کسی نبیؑ کی ماں اِس عالم شہادت میں صاحبِ بشارات ہوئی ہیں تو میرے کریم آقا ﷺ کی ماں پر تو بشاراتِ الٰہیہ کا نور ہمہ وقت غالب رہتا ہے۔

۱۰۔ اگر کسی نبیؑ کی ماں صاحبِ رحمت و برکت ہوتی ہے، تو میرے نبی تو بدرجۂ اتم رحمت و برکت کا باعث ہیں، تو کیوں نہ ہوں کیونکہ وہ رحمۃ للعالمین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ماں مبارکہ ہیں، بے مثل، بے مثال ہیں اور میرے پیارے نبی ﷺ کی ماں ہیں۔

۱۱۔ اگر کسی نبیؑ کی ماں مشیّتِ الٰہی (جل جلالہٗ) کا خصوصی اہتمام ہوتی ہے تو میرے آقا و مولا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ماں بدرجۂ اُتم مشیّتِ الٰہی کا خصوصی اہتمام ہوں گی۔

۱۲۔ اگر کسی نبیؑ کی ماں اپنی وضع قطع، اخلاق و سیرت کی عظمتِ فضائل و مناقب اور دینی اور روحانی مرتبوں کی عظمتوں میں بے مثال ہوتی ہیں تو میرے آقا علیہ السّلام کی والدہ ماجدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اِن مرتبوں میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ اِن مرتبوں میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ بے مثل و بے مثال ہیں۔

۱۳۔ نبیؑ کی ماں، شیطان مردود کے وسوسوں سے محفوظ ہوتی ہے تو میرے آقا ﷺ کی ماں، اللہ تعالیٰ عز و جل کی حفاظت و ضمانت کے سبب سے اعلیٰ درجے پر محفوظ تھیں۔

۱۴۔ اگر نبیؑ کی ماں، بارگاہِ رب العزت میں اعلیٰ مقام پر فائز ہوتی ہیں، تو میرے آقا ﷺ کی ماں، اللہ کریم جل شانہٗ کی بارگاہ میں سب سے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

۱۵۔ اگر نبیؑ کی ماں کی فطری تربیت خداوند تعالیٰ کے نوری جلوؤں میں ہوتی ہے تو میرے آقا ﷺ کی ماں کی فطری تربیت سب سے اعلیٰ نوری جلوؤں میں ہوگی۔

۱۶۔ اگر کسی نبیؑ کی ماں مخدومۂ کائنات ہوتی ہے تو میرے نبیؐ راج دلارے نبی ﷺ کی ماں تمام انبیاءؑ کی ماؤں کی بھی مخدومہ ہیں اور محسنۂ کائنات ہیں۔

۱۷۔ نبیؑ کی ماں کا رہائشی ماحول عظمتوں اور برکتوں سے معمور ہوتا ہے اور اُن کے حضور

مانگی جانے والی دعائیں درجۂ قبولیت رکھتی ہیں، تو میرے محبوب ﷺ کی ماں کا آنگن اور اُن کی رفعتوں کا ماحول اس عظمت کے حوالے سے سب سے بلند و بالا ہے۔

۱۸۔ اگر کسی نبیؑ کی ماں کی عزّت کی خاطر اُس کے قدموں کے نیچے سے نہر جاری ہو جاتی ہے، تو میرے نبی ﷺ کی ماں کی عزت کی خاطر جنت کی نہروں کا رُخ اُنؓ کی طرف موڑ دیا گیا۔

۱۹۔ اگر کسی نبیؑ کی ماں کو مصطفائیت ﷺ کا مقام ملا ہے، تو میرے نبی ﷺ کی ماں کو سب سے اعلیٰ مصطفائیت ﷺ کا مرتبہ ملا ہے۔

۲۰۔ اگر کسی نبیؑ کی ماں کو مرتبۂ طہارت میں معراج ملی تو میرے نبی ﷺ کی ماں کی طہارت اور پارسائی سب سے اعلیٰ و بالا ہے۔

۲۱۔ اگر کسی نبیؑ کی ماں کا تذکرۂ عظمت فرض ہے تو میرے نبی ﷺ کی ماں کا تذکرۂ عظمت کرنا فرضِ عین ہے۔

۲۲۔ اگر کسی نبیؑ کی ماں پردۂ عصمت میں محفوظ و محجوب ہے تو میرے نبی ﷺ کی ماں اس حوالے سے سب سے اعلیٰ درجے پر ہیں۔

۲۳۔ اگر کسی نبیؑ کی ماں کی تکریم کے لیے نوری فرشتے آتے ہیں تو میرے نبی ﷺ کی ماں کی تکریم کے لیے اس سے کہیں زیادہ فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

۲۴۔ اگر کسی نبیؑ کی ماں عفت مآب اور عصمت مآب ہوتی ہے تو میرے نبی ﷺ کی ماں اس مرتبۂ عظمت میں سب سے اعلیٰ ہیں۔

۲۵۔ اگر کسی نبیؑ کی ماں کے ہاں نبیؑ کی ولادت اللہ عزوجل کی عظمت کی علامت اور نشانیاں ہوتی ہیں، اور کائنات بھر کے لیے رحمت ہوتی ہے تو میرے نبی ﷺ کی ماں کے ہاں نبی ﷺ کی ولادت خود اللہ تعالیٰ کی عظمت کی دلیل اور رحمت ہے۔

۲۶۔ اگر کسی نبیؑ کی ماں کی عزّت کی خاطر خشک کھجور کو سرسبز کیا جاتا ہے تو میرے نبی ﷺ کے باپ (حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کے ٹیک لگانے سے خشک تنے ہرے ہو

جاتے تھے۔

۲۷۔ اگر کسی نبیؑ کے والدین کا خاندانی پس منظر مقدس ہوتا ہے تو میرے نبی ﷺ کے والدین کا خاندانی پس منظر اس سے کہیں اعلیٰ وارفع ہے، گویا جو شرافتیں اُمہاتُ الانبیاءؑ میں انفرادی طور پر موجود ہیں، وہ مرتبے اور شرافتیں سب کے سب میرے نبی ﷺ کے والدین میں بدرجہ اتم موجود ہیں، دلائل گزر چکے ہیں، مطلوبہ مقام پر دیکھ لیے جائیں۔

اب اتنی مدلّل گفتگو کے بعد علمائے کرام کس بات کے انتظار میں سرگرداں ہیں کہ اُن نفوسِ قدسیہ کی یاد منانے میں، اُن کے ذکرِ خیر کے لیے جلسہ یا محافل منعقد کرنے سے شرمارہے ہیں اور اُمت کو اس کارِ خیر سے روشناس کرانے میں پس وپیش سے کام لے رہے ہیں۔ بالخصوص میرا اُن مشائخ کرام اور سجادہ نشینان سے سوال ہے کہ کیا آپ کے آباؤ اجداد، والدین نبی آخرالزماں ﷺ کے آباؤ اجداد کریمین علیہم السّلام سے زیادہ مقدس ہیں؟ جن کا بار بار سالانہ ماہانہ عرس مناتے ہو۔ اگر ایسا نہیں اور ہرگز نہیں تو ہم پر فرض ہے کہ پہلے والدین کریمینِ مصطفیٰ ﷺ اور آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے مقدس بزرگوں کا عرس منائیں، بعد میں اپنے آباؤ اجداد اور والدین کا ورنہ یہ سب مشیخیت ایک تجارت کے سوا کچھ نہیں، ایک داؤ کے سوا کچھ نہیں کیونکہ یہ بات مسلّم ہے کہ ہمارے اسلاف کو، آباؤ اجداد کو جو کچھ بھی ملا ہے، یہ سب فیضان ہے، رسالت پناہِ عالم صلی اللہ وعلیہ وآلہ ووالدیہ وسلم کا اور رسالت پناہِ عالم صلی اللہ وعلیہ وآلہ ووالدیہ وسلم کا پیکر نبویؐ خود ترکیب پایا ہے۔ محسنۂ عالمین اُمِ محمدؐ سیّدہ حضرت بی بی آمنہ سلم اللہ علیہا اور محسنِ عالمین آقائے نعمت و رحمت و برکت جناب سیدنا ابو محمدؐ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب علیہما السّلام کے مرج البحرین کی برکت سے۔

☆

بولیے جناب! اب بھی کوئی شک رہ گیا ہے؟ اگر مسکین کی بات علمی اعتبار سے بے غبار ہے تو پھر انتظار مت کیجیے، قدم بڑھائیے اور اس عظمتوں سے لبریز کارِ خیر میں اپنے

عرسوں میں ابتداوالدینِ مصطفیٰ ﷺ کے عرس مبارک کی برکات سے کیجیے۔ پھر برکتوں اور رحمتوں کا منظر دیکھیے۔ سخت الفاظ کی پیشگی معذرت چاہتا ہوں۔ بس صرف آپ ٹھنڈے دل سے اس مسکین کی مختصر سی کاوش (کتاب) پر غور فرمائیں اور ہاں، اگر کہیں آپ کو علمی سقم نظر آئے تو اصلاح فرمائیں۔ جواب کے لیے حاضر ہوں اور میں جانتا ہوں کہ آپ کا خلوص علمی، تبحرِ دین کا درد، دینی سرگرمیاں، جدوجہد اور کام مجھ مسکین سے کہیں زیادہ ہیں۔ آپ کے مقابل میری کوشش محض سمندر کے ایک ناپید قطرے کے بھی برابر نہیں۔ پس میں نے تو آپ کے عظمت والے ضمیر کے دروازے پر بھکاری بن کر دستک دی ہے۔ اب آپ کی کریم النفسی کیا جواب دیتی ہے یہ آپ جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ جانتا ہے۔

☆

میں مدرسین حضرات سے بھی عرض کروں گا کہ اس محبّت کو داخل درس فرمائیں۔ مصنّفین سے عرض کروں گا کہ اس عظمت کو اپنی تصانیف کا حسن بنائیں، محققین سے عرض کروں گا کہ اپنی علمی تحقیق کا کچھ حصہ اس عظمت کے لیے بھی وقف فرمائیں، شعراء سے عرض کروں گا کہ اپنی سخن دانی، سخن وری کے جوہر اس برکت کے حصول کے لیے بھی دکھائیں۔ اساتذہ کرام اور علماء حقِ ریزہ خواری اور حقِ نمک خواری ادا کرنے کے لیے اس عنوان سے بھی تھوڑی سی وفا کریں اور دانشور بھی اس وقت اس عظیم مرتبے میں غور فرمائیں۔ خصوصاً دینی ادارے اس بابت اپنا کردار ادا کریں۔ اگر یہ کردار مربوط علمی انداز میں مدلل طور پر ادا کیا ہوتا تو ''سانحۂ ابواء شریف'' رُونما نہ ہوتا اور اپنا روایتی تساہل چھوڑ دینا ہی حق نمک خواری ہے۔ ورنہ کل قیامت کے دن کیا جواب دیں گے! تمام طبقات اُٹھیں اور حق نمک خواری ادا کریں، ورنہ ہم رسول اللہ ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے۔

تلخ نوائی سے مجھے رکھیو معاف غالبؔ
آج درد سا میرے پہلو میں سوا ہوتا ہے

☆

تلخ نوائی کی پھر سے معذرت چاہتا ہوں، اہلِ ثروت حضرات اس مبارک عمل میں اپنا بھرپور مالی تعاون فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وشانہٗ آپ کو دونوں جہانوں کی عظمتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین!

(''وجاہتِ والدینِ مصطفیٰؐ اور قرآن''، ڈاکٹر محمد صداقت علی فریدی مطبوعہ کامونکی ضلع گوجرانوالہ، ۲۰۱۵ء، ص ۳۴۹ تا ۳۶۳)

☆

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضور پُرنور سیّدِ عالم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی والدہ ماجدہ سیّدہ طاہرہ آمنہؓ کے والد گرامی کا اسم مبارک حضرت وہب تھا۔ آپ کے نسب میں کوئی بھی فرد ایسا نہیں گزرا کہ جس نے کبھی بھی کسی برائی کا ارتکاب کیا ہو۔ سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والدِ گرامی اور والدہ ماجدہ حسب ونسب کے اعتبار سے اشرف واعلیٰ حیثیت کے مالک تھے۔ حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت آمنہؓ حسب ونسب کے اعتبار سے قریش میں افضل ترین خاتون تھیں۔ خود حضور رسول اللہ ﷺ کی زبانِ حق بیان سے دو قبائل (بنو ہاشم و بنو زہرہ) کو تمام انسانی قبائل میں سب سے زیادہ افضل اور بہترین قبیلے قرار دیا گیا۔

☆

خصوصیاتِ بنو زہرہ

حضرت ابن عباسؓ اپنے والد گرامی حضرت عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبدالمطلبؓ نے فرمایا کہ میں یمن گیا تو وہاں ایک اہلِ زبور نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کس خاندان سے تعلّق رکھتے ہیں؟ میں نے کہا قریش سے، اُس نے کہا کہ قریش کے کس قبیلہ سے، میں نے کہا، بنو ہاشم سے۔ وہ اہلِ زبور کہنے لگا کہ اے عبدالمطلبؓ! اگر تم اجازت دو تو میں تمہارا جسم دیکھ سکتا ہوں۔ میں نے کہا، ہاں، لیکن ستر والا حصہ نہ ہو۔ چنانچہ

اُس نے میرا ایک نتھنا دیکھا، پھر دوسرا کھول کر دیکھا اور کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارے ایک ہاتھ میں حکومت ہو گی اور دوسرے میں نبوّت۔ مگر یہ خصوصیت ہم نے ''بنوزہرہ'' کے لیے پڑھی ہے۔ یہ تمہارے اندر ایسے آ گئی؟ کہنے لگا، اب تم واپس جاؤ اور بنوزہرہ میں شادی کرلو۔

☆

قبیلہ بنوزہرہ

بنوزہرہ قریش میں سے ایک معزز و معتبر خاندان ہے جو بنوزہرہ بن کلاب (حکیم) کی اولاد ہیں، زہرہ بن کلاب، نبی محتشم ﷺ کے جدِاعلیٰ ''قُصیٰ'' کے بھائی تھے۔ زہرہ کے دو بیٹوں سے اُن کی نسل بڑھی۔ حارث بن زہرہ اور عبدمناف بن زہرہ۔ عبدمناف، سیّدہ آمنہؓ کے جدِامجد (دادا محترم) ہیں۔ ان کو بھی کافی عزت و شہرت نصیب ہوئی۔ قبیلہ بنوہاشم کے سردار حضرت سیدنا عبدالمطلبؓ اور قبیلہ زہرہ کے سردار وہب بن عبدمناف دونوں آپس میں دوست تھے۔ کئی سفر ایک ساتھ کیے اور کئی ایک اہم و مشترکہ مہمّات کے لیے بھی دونوں شخصیات ایک ساتھ نظر آتی تھیں۔ یہ تمام ہستیاں شرافت، نسب اور طہارتِ نفس میں ممتاز مقام رکھتی تھیں۔ سیّدہ آمنہؓ کی تمام والدات طاہرات تھیں۔ ہاشمی گھرانے کا بنوزہرہ سے قریبی تعلّق تھا۔ حضورِ پُرنُور ﷺ کے جداعلیٰ حضرت قصیٰ اور زہرہ کے زمانے سے ہی یہ دونوں پاکیزہ خاندان پیار و محبّت کی زنجیر میں پروئے چلے آ رہے تھے۔ حضرت عبدالمطلبؓ بنوہاشم کے سردار اور حضرت وہب بنوزہرہ کے سردار تھے۔ قریش کو جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو دونوں سردار باہمی مشورہ کے لیے اکٹھّے ہو جاتے تھے۔

☆

سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بچپن

خاندانِ بنوزہرہ کی طیبہ وطاہرہ خاتونِ اعظم نبیٔ مکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ سیّدہ آمنہؓ

کا بچپن بڑا پاکیزہ اور قابلِ رشک تھا۔ آپؓ اعلیٰ حسب ونسب کی مالک تھیں اور یہی شرف اُس وقت کے معاشرہ میں قابل فخر سمجھا جاتا تھا۔ آپ ہمہ وقت پردہ میں رہتی تھیں لیکن اس پردہ داری کے باوجود آپؓ کی پاکیزہ سیرت وکردار کی خوشبو پورے مکہ شریف میں پھیلی ہوئی تھی۔ سرکار دوعالم ﷺ کی زبان مبارک سے بنو ہاشم کے بعد سب سے زیادہ احترام وستائش قبیلہ بنو زہرہ کی روایت ہوئی ہے اور اِن دو قبائل قریش کو تمام انسانی قبائل میں سے زیادہ شریف ومحترم اور افضل قرار دیا گیا ہے۔

☆

سیّدہ آمنہؓ حسن وجمال میں بےنظیر اور عصمت وپارسائی میں بےمثل تھیں۔ اُن کی شرم وحیا اور پردہ کی سخت پابندی، بنوزہرہ میں ایک مثال تھی۔ حضرت اُمِّ ایمنؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت آمنہؓ کی خدمتِ عالیہ میں شب وروز رہنے کے باوجود میں نے کبھی اُن کا جسم مبارک ٹخنوں سے اُوپر برہنہ نہیں دیکھا، یہاں تک کہ وہ اپنی مالکن کی کلائی یا گردن بھی نہ دیکھ سکیں۔ حضرت سیّدہ طیبہ طاہرہؓ اپنی قوم میں ''سیدۃ النساء'' کے لقب سے معروف تھیں۔ اور قریش کی سب سے افضل خاتون تھیں۔

☆

زمانۂ فترت

جس زمانہ میں کسی نبیؑ کی دعوت وتبلیغ نہ ہو، اُس کو ''فترت کا زمانہ'' کہا جاتا ہے اور اہلِ فترت کی بخشش کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ شرک اور بت پرستی سے بچے رہیں۔ اِس میں کسی کو بھی انکار یا اختلاف نہیں کہ حضور پرنور ﷺ کے والدین کریمینؓ کا زمانہ ''زمانۂ فترت'' تھا۔ دوسری بات یہ کہ آپؐ کے والدین کریمینؑ نے کبھی بت پرستی نہیں کی، بلکہ سرکار ﷺ کی والدہ ماجدہؓ کا تو بت پرستی سے منع فرمانا ثابت ہے۔

☆

شادی مبارک

جن دِنوں سیّدہ آمنہؓ کے رشتہ کی بات چلی تو آپؓ کے والد گرامی حضرت وہب

بن عبد مناف کا انتقال ہو چکا تھا اور حضرت آمنہؓ اپنے چچا وہیب بن عبد مناف کی سرپرستی میں تھیں۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنے صاحبزادے سیّدنا عبداللہؓ کے لیے سیّدہ آمنہؓ کا رشتہ طلب کیا تو حضرت آمنہؓ کے چچا جان وہیب بن عبد مناف نے قبول کر لیا اور حضرت عبداللہؓ اور حضرت سیّدہ آمنہؓ کا نکاح ہو گیا اور پھر اسی مجلس میں حضرت عبدالمطلبؓ نے حضرت وہیب کی بیٹی سیّدہ ہالہ سے اپنا نکاح پڑھوایا جن کے بطن مبارک سے حضرت سیّدنا حمزہؓ پیدا ہوئے۔

☆

دستور اور رواج کے مطابق حضرت عبداللہؓ نے نکاح کے بعد اپنے سسرال میں تین رات قیام فرمایا اور حضرت عبداللہ کی جبینِ اقدس پر چمکنے والا نور جب حضرت آمنہؓ کے شکمِ اطہر میں منتقل ہوا تو حضرت سیّدہ آمنہؓ کی رُوحِ تاباں پر انوار و تجلّیات کا آغاز ہو گیا، حتیٰ کہ انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئیں اور حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہو گئی۔

☆

وصالِ حضرت آمنہؓ

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کی تفصیل ہم کسی اور مضمون میں دے چکے ہیں۔ حضرت سیّدہ آمنہ طاہرہ طیبہؓ بھی بیوگی کے ابتدائی سالوں میں ہی تھیں کہ یثرب (مدینہ منوّرہ) میں اپنے شوہر نامدارؓ کی قبر مبارک کی زیارت کر کے اپنے لختِ جگر حضور ﷺ کے ہمراہ واپس مکہ مکرمہ آ رہی تھیں کہ مقام ''ابواء شریف'' میں اچانک طبیعت خراب ہو گئی اور آخری وقت قریب آ پہنچا۔ اُس وقت حضور پرنور سیّد العالمین راحتہ العاشقین ﷺ کی عمر مبارک چھ سال تھی۔ سیّدہ آمنہؓ اپنے لختِ جگر نورِ نظر کی طرف متوجہ ہوئیں اور درج ذیل اشعار ارشاد فرمائے۔ اِن اشعار مبارکہ میں آپؓ نے اپنے لختِ جگر کی نبوّت پر بھی قبل از وقت اعلان فرما دیا تھا۔

بارک فیک اللّٰہ من غلام

یا ابن الذی من حومۃ الحمام

''بچے! اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے۔ اے وہ! جو موت کا شکار ہونے والے باپ کا فرزند ہے۔''

نجابعون الملک المنحام

فودی غداۃ الضرب بالسھام

''وہی جو انعام کرنے والے مالک کے فضل سے نجات پا گیا اور قرعہ اندازی کرنے والے دن اُس کا فدیہ ادا کر دیا گیا۔''

بمائۃ من اھل سوام

ان صح ماابصرت فی المنام

''چرنے والے سو اونٹوں کا فدیہ دیا گیا تھا اگر وہ خواب سچا ہے جو میں نے دیکھا ہے۔''

فانت مبعوث الی الانام

تبعث فی الحل و فی الحرام

''تو پھر تُوؑ خلقِ خدا کا نبیؑ بننے والا ہے۔ تُو وادئ بطحا اور آس پاس کے لوگوں کے لیے معبوث ہوگا۔''

تبعث فی الحقیق والاسلام

دین ابیک البر ابراھام

''تیریؑ یہ بعثت حق اور اسلام کے ساتھ ہوگی! تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین ہی نیکی ہے۔''

فاللّٰہ أنھاک عن الاصنام

ان لاتوالیھا مع الاقوام

''اللہ تعالیٰ (جلّ شانہٗ) نے تجھےؑ بت پرستی سے پاک رکھا ہے، تاکہ توؑ لوگوں سے مل کر اُن بتوں کو دوست نہ بنائے۔''

☆

علامہ زرقانیؒ ''شرح مواہب لدنیہ'' میں ان اشعارِ مبارکہ کو نقل کرنے کے بعد علامہ

سیوطیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ اشعار اِس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت آمنہؓ "موحدہ" تھیں۔ انہوں نے "دینِ ابراہیمی" کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ آپ کا فرزند (ﷺ) اسلام کے ساتھ (جلّ جلالہٗ) کی طرف سے معبوث ہوگا اور بتوں کی دوستی سے اپنے فرزند (ﷺ) کو منع بھی فرمایا۔ کیا یہ "توحید" نہیں ہے؟ کیا ان عقائد کے سوا "توحید" کسی اور چیز کا نام ہے؟

حضرت سیّدہ طیبہ آمنہؓ کی زبانِ اقدس پر آخری سانس لینے سے قبل یہ الفاظ تھے:

"ہر زندہ نے مرنا ہے اور ہر نئی چیز فنا ہونے والی ہے۔ میں اب دُنیا سے جا رہی ہوں، لیکن میرا ذکرِ خیر باقی رہے گا، کیونکہ میں "خیر" (حضورِ پُر نور ﷺ) کو چھوڑے جا رہی ہوں اور میں نے "پاک ذات" (حضور سیّد عالم ﷺ) کو جنا ہے۔"

ان ارشاداتِ مبارکہ کے بعد حضرت سیّدہ آمنہؓ اپنے ربِ کریم (جلّ جلالہٗ و شانہٗ) کی بارگاہ میں پیش ہوگئیں۔ ان للّٰہ و انا الیه راجعون۔

☆

سیّدہ آمنہؓ کی تدفین

حضرت سیّدہ آمنہؓ کے وصال کے بعد "ابواء شریف" میں ہی پہاڑی پر قبر کھودی گئی اور عفت مآب خاتون رضی اللہ عنہا کو لحد میں اُتار دیا گیا۔ حضور سیّد عالم ﷺ اپنی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہؓ کے سرہانے افسردہ اور پرملال مگر صبر و شکر کے ساتھ تشریف فرما تھے لیکن چشمانِ مبارکہ سے آنسوؤں کا سیلاب رواں تھا، جور کنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

آنکھوں پہ اختیار ہے اچھا نہ روئیں گے
پر دلِ زار زار پہ تو اختیار نہیں

☆

مزارِ مقدس حضرتِ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مزارِ مقدس "ابواء شریف" میں ہے۔ "ابواء شریف" ایک مقام جو مکہ مکرمہ اور

مدینہ منورہ کے راستے میں واقعہ ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ اپنی والدہ ماجدہؓ کی رحلت، بعثت سے قبل اور بعد میں بھی اُن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے تشریف لایا کرتے تھے اور اس مقام پر اُن ﷺ کا رُکنا اور دُعا مانگا بھی ثابت ہے۔ حضور پرنور ﷺ اپنے دستِ مبارک سے اپنی والدہ ماجدہؓ کی قبر شریف کو سنوارتے۔ پھر ایک ٹھنڈی آہ نکلتی اور گریہ وزاری کا طوفان اُمڈ آتا۔ آپ ﷺ کے جان نثار صحابہؓ بھی سراپا غم اور سراسر آہ و بکا میں مبتلا ہو جاتے۔ یہ سرمدی منظر اُمت کے لیے مثال ہے اور اس بات کا قطعی اعلان ہے کہ سیّدہ آمنہ مومنہؓ جنت کے پھول ہیں اور جن کی مہک مصطفیٰ کریم ﷺ کے مشامِ جان کو مہکا رہی ہے۔

☆

حضرت آمنہؓ کا مزار مبارک تمام زمانوں میں اہلِ ایمان کے لیے مرکزِ توجہ رہا، سفرِ حرمین کے دوران آتے جاتے قافلے یہاں رُکتے، سنتِ نبویؐ پر عمل کرتے اور سعادتِ دارین حاصل کرتے رہے حتیٰ کہ خود سیّد عالم ﷺ بھی آتے جاتے اپنی والدہ ماجدہؓ کے مزارِ مقدس پر حاضر ہو کر اپنے دل کی پیاس بجھاتے اور اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان فراہم کرتے۔

☆

حضور سیّد عالم ﷺ کو اپنی عظیم ماں سیّدہ النساء آمنہ طیبہ طاہرہؓ سے انتہا درجہ محبّت و عقیدت تھی اور آپ کا قلب مبارک ہمیشہ اپنی والدہ ماجدہؓ کی یاد میں معمور رہتا تھا اور اکثر مواقع پر آپ ﷺ اس کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے۔ حضور پُرنور ﷺ نے ماں کے عظیم رشتہ کو وہ بلند مرتبہ اور عظمت عطا فرمادی تھی جو مقامِ بشریت میں سب سے اعلیٰ و مکرم ہے۔ ایک موقعہ پر حضور سیّد عالم ﷺ نے ''ماں'' کی عظمت کو اس طرح بیان فرمایا: ''الجنة تحت أقدام الأمهات'' (جنت ماؤں کے قدموں کے تلے ہے۔)

☆

(والدینِ مصطفیٰ ﷺ، افتخار احمد حافظ قادری، مطبوعہ راولپنڈی، مئی ۲۰۱۸ء، ص ۱۰۴ تا ۱۲۴۔)

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(تحریر: مولانا محمد فیض احمد اویسی بہاول پوری رحمۃ اللہ علیہ)

سیّدہ طیبہ طاہرہ اُمِ امام الرسل ﷺ کے ایمان و نجات میں شک و شبہ میں رہنا انتہائی بدبختی کی علامت ہے، اس لیے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہؓ نے تو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی زیارت نہیں کی لیکن سیّدہ آمنہؓ نے تو دورانِ حمل سے لے کر اپنی رحلت مبارک تک خود حضور سرورِ عالم ﷺ کے اَن گنت کمالات و معجزات ملاحظہ فرمائے۔ اُن میں بعض ایسے معجزات بھی ہیں، جنہیں مخالفین صحیح، مرفوع اور متّصل مانتے ہیں۔

☆

یاد رہے کہ فقیر نے حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ کے رسالہ ''الدرۃ الکامنہ فی ایمان آمنہؓ'' کا نام اُن کی بعض تصانیف میں پڑھا تو نہ ملا۔ اس کتاب کی تلاش میں حرمین طیبین کے اکثر کتب خانوں سے پتہ کیا مگر ندارد۔ اس کتاب ''الدرۃ الکامنہ فی ایمان عبداللہؓ و آمنہؓ'' کی اپنی تالیف میں سے علیحدہ بی بی آمنہؓ کے ذکرِ خیر میں غیر ارادی طور پر طوالت ہوگئی تو اسے علیحدہ تصنیف قرار دے کر اس کا نام ''الدرۃ الکامنہ فی ایمانِ آمنہؓ'' رکھا۔ اس کتاب کی تلخیص عرض کی جا رہی ہے۔

☆

مجموعۂ احادیث و کتبِ سیّر و موالید سے وہ روایات جو حضور سرورِ عالم ﷺ کے سیّدہ آمنہؓ کے شکمِ اطہر میں تشریف لانے سے لے کر تا وصالِ حضرت آمنہؓ ہمارے موقف کی تائید کے لیے کافی ہیں۔ وہ روایات اکثر صحاح کی ہیں اور ایسی بھی ہیں جن سے مخالفین اپنی بعض ضروریات کے لیے استدلال کرتے ہیں۔ چند نمونے حاضر ہیں۔

۱۔ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نورِی " کے ارشادِ برحق پر اہمارا ایمان ہے۔ وہی نور اٹھارہ ہزار عالم میں علوی عوالم سے سیر کرتے ہوئے عالمِ سفلی کے قریب پہنچے، جس کی خبر خود صاحب خبر ﷺ نے دی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے:

"کُنتُ نورًا بَینَ یَدَ رَبّی قَبلَ خَلقِ آدَمَ بِاَربَعَةَ عَشرَ اَلفَ عَام"

"میں آدم علیہ السّلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار (جل جلالہٗ) کے حضور میں ایک نور تھا۔"

("المواھب اللدنیہ" ص ۱۰ اجلد ا، "زرقانی شریف" جلد، "جواہر البحار" ص ۷۷۶، "انوار المحمّدیہ" ص ۹، "نشر الطیّب" ص ۷، "تفسیر روح البیان" ص ۳۷۰، جلد ۲، "حجۃ اللہ علی العالمین، ۲۱۶)۔

☆

صحابہ کرام علیہم رضوان نے نبی پاک صاحبِ لالوک ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں عرض کیا۔ اَخبِرنَا عَنْ نَفسِکَ "یارسول اللہ ﷺ! ہمیں اپنی ذات وصفات کے متعلّق کچھ ارشاد فرمائیے۔" اِس پر حضورِ پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اَنَا دَعوَةُ اَبِی اِبرَاھِیمَ وَبُشریٰ عِیسٰی عَلَیهِ السَّلَامُ وَرَأَتَ اُمِّی حِینَ حَمَلَتْ بِیْ اَنَّهٗ، خَرَجَ مِنهَا نورًا ضَاَتْ لَهٗ قَصُورُ الشَّام"

"میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دُعا کا نتیجہ ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی بشارت ہوں اور جب میں اپنی والدہ ماجدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے حمل میں آیا تو اُنہوں نے دیکھا کہ ایک نور کا اُن سے ظہور ہوا، جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے، وہ نور میں (ﷺ) ہوں۔"

("دلائل النبوّت، بیہقی، ص ۱۱۰، جلد ا، "دارمی شریف" ص ۱۷، جلد ا،

''خصائص الکبریٰ''، ص ۱۱۴، جلد ۱، ''تفسیر ابنِ کثیر'' ص ۲۶۰، جلد ۴، ''زرقانی شریف'' ص ۱۱۶، جلد نمبر ۱، ''جواہر البحارۃ'' ص ۱۴۴، ص ۴۱، ''سیرتِ حلبیہ'' ص ۷۷، جلد ۱، ''البدایہ الالنہایہ ابنِ کثیر'' ص ۲۷۵، جلد ۲، ''سیرتِ النبویہ اللدحان'' ص ۲۷، ''مشکوٰۃ شریف'' ص ۵۱۳)

☆

جس خوش قسمت ماں کو ایسے نُورِ عالی کی امانت سپرد ہوئی، اُس کے لیے ایسے ویسے گمان رکھنا، بد قسمتی نہیں تو اور کیا ہے۔ اسی نور کو جس بشریت کے خمیر مبارک میں جگہ ملی، اُس کی گرد کعبہ و بیت المعمور اور عرش سے افضل و اعلیٰ ہے۔

شرف میں بڑھ کے، ثریا سے، مشتِ خاک اُس کی!
کہ ہر شرف ہے، اِسی دُرج کا دُرِّ مکنون!
(اقبالؒ)

☆

حضرت بی بی آمنہؓ فرماتی ہیں:

''لَمَّا وَلَدْتُہٗ خَرَجَ مِنْ نَوْجِی نُوْرٌ، اَضَآءَ قُصُورَ الشَّامِ''

''جب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کو میں نے جنا تو مجھ سے نُور نکلا، جس سے اُنؓ کے سامنے شام کے محلات روشن ہو گئے۔''

(''خصائص الکبریٰ'' ص ۱۱۶، جلد ۱، ''مواہب الدُنیہ'' ص ۲۲، ''زرقانی'')

☆

حضرت سیّدہ آمنہؓ فرماتی ہیں کہ رَأَیْتُ کَاَنَّ شِھَاباً خَرَجَ مِنِّی اَضَآءَ تْ لَہٗ الارضُ (میں نے دیکھا کہ مجھ سے روشن ستارہ ظاہرہ ہوا، جس سے پوری زمین منوّر اور روشن ہو گئی۔)

(''خصائص الکبریٰ'' ص ۱۱۶، جلد ۱، ''المواہب الدنیہ'' ص ۲۲، جلد ۱، ''سیرت حلبیہ'' ص ۷۷، جلد ۱)

بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں:

"لَمَّافَصَلَ مِنِّی خَرَجَ مَعَهُ نورًااَضاءَ لَهُ مَابَیْنَ الْمَشرِقِ وَالْمَغْرِبِ"

"جب حضور پرنور ﷺ پیدا ہوئے تو اُن سے ایسا نور ظاہر ہوا، جس سے مشرق ومغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہوگئی۔"

(مواہب اللدنیہ، ص۲۲، جلد۱، "خصائص الکبریٰ" ص۱۱۵، جلد۱، "سیرتِ حلبیہ" ص۹۱، جلد۱، "انوارِ المحمدیہ" ص۱۶، "البدایہ والنہایہ" ص۲۶۴، جلد۲، "ماثبت بالسنۃ" ص۵۳)

☆

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "الوفاء باحوال المصطفیٰ (ﷺ) میں روایت درج فرماتے ہیں:

"اِنَّ اُمَّهُ رَأتِ حِیْنَ وَضَعَتَهُ نورًا اَضاءَ تْ مِنهُ قُصُورُ الشَّام"

"بے شک نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی والدہ ماجدہؓ نے دیکھا کہ جب اُنہوں نے نبی پاک ﷺ کو جنا تو حضور پاک ﷺ کے نور سے شام کے محلات منوّر اور روشن ہوگئے۔"

("کتاب الوفاء" ص۳۶، جلد۱، "سیرتِ حلبیہ" ص۹۲، جلد۱، "دلائل النبوت"، للبیہقی، ص۶۹، جلد۱، "ماثبت من السنۃ" ص۵۳، "مجمع الزوائد" ص۲۲۲، جلد۸، "اصاف الراغبین" ص۱۰)

☆

مکتبۂ دیوبند کے نامور عالم دین مولانا اشرف علی تھانوی اپنی کتاب "نشر الطیّب" میں لکھتے ہیں:

"حمل رہنے کے وقت آپ (ﷺ) کی والدہ ماجدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے ایک نور دیکھا، جس سے شہرِ بصریٰ علاقہ شام کے محل اُن کو نظر آئے۔"

(نشر الطیب، ص۱۷)

☆

اہلحدیث جماعت کے سرکردہ عالمِ دین مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اپنی کتاب ''سیرتِ مصطفیٰ'' (ﷺ) جلد ۱، ص ۱۴۷ میں لکھتے ہیں:

۱۔ ''حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہ) نے دیکھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا ہے، جس سے میں نے شام کے شہر بصریٰ کے محلات دیکھ لیے۔''

۲۔ ''بے شک رسول اللہ (ﷺ) کی والدہ ماجدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے بھی آپ ﷺ کی ولادت کے وقت ایک نور دیکھا، جس سے شام کے محلّات روشن ہو گئے۔'' (ایضاً)

☆

حضور سیّدِ عالم ﷺ کا نور مبارک حضرت سیّدنا آدم علیہ السّلام سے حضرت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ تک مبارک اور پاک پشتوں اور رحموں سے منتقل ہوتا ہوا، جب سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے صدفِ رحم میں قرار پکڑا، وہ رات جمعۃ المبارک کی رات تھی۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے رضوان خازنِ جنت کو حکم دیا کہ جنت الفردوس کے دروازے کھول دے اور منادی کرنے والے فرشتے کو حکم دیا کہ وہ آسمانوں اور زمین میں پکار کر دے کہ:

''اے ساکنانِ زمین و آسمان سن لو، اور آگاہ ہو جاؤ کہ نبی آخر الزمان ہادیٔ دو جہان (ﷺ) کا نور آج رات اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے بطن میں قرار پکڑے گا اور پھر لوگوں کی طرف ایسے حال میں ظہور فرمائے گا کہ وہ بشیر و نذیر ہوگا۔''

☆

اس کے بعد عالمِ ملکوت و جبروت پہ یہ ندا کی گئی کہ مقاماتِ مقدسہ و مشرفہ کو معطّر اور نہایت خوشبودار بناؤ اور مقربین ملائکہ صوفیہ جو اہلِ صدق و صفا ہیں، وہ مقاماتِ مقدسہ میں عبادت کے مصلّے بچھائیں، اس لیے کہ آج وہ نور جو آدم علیہ السّلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک اصلاب طاہرہ میں مستور و مخفی چلا آتا ہے، سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا جو اپنی قوم کی تمام عورتوں سے حسباً و نسباً اصلاً و فرعاً، حسناً و جمالاً افضل و اطیب ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ و شانہٗ نے یہ فخر اور عزت و عظمت عطا فرما کر مخصوص کیا ہے، کہ بطنِ مبارک میں منتقل ہوا ہے۔ (زرقانی

علی المواہب، ص۱۰۵، جلد۱)

☆

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حمل کی رات کوئی ایسی جگہ اور مکان نہ تھا، جو نور سے منور نہ ہوا ہو اور قریش کے تمام چوپائے گویا ہو گئے تھے اور یہ کہتے تھے۔ ربِ کعبہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ جو دُنیا کی ''امان'' اور اہلِ دنیا کے ''آفتاب'' ہیں، اُن کا حمل ٹھہر گیا ہے اور دُنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت اور بت صبح کے وقت اوندھے پائے گئے۔ مشرق و مغرب کے وحشی، چرند و پرند اور دریائی جانوروں نے ایک دوسرے کو بشارت دی۔ (زرقانی علی المواہب، ص۱۰۸، جلد۱)

☆

زمین سرسبز و شاداب ہو گئی۔ سوکھے درخت ہرے اور پھل دار ہو گئے۔ قریش جو سخت تنگی میں مبتلا تھے، ہر طرف سے خیر کثیر کے آنے سے خوش حال ہو گئے اور اس قدر خیر و برکت ہوئی کہ اس سال کا نام ''سنۃ الفتح والا ابتہاج'' (یعنی فتح و تروتازگی و خوش حالی کا سال) رکھا گیا۔ (مواہب معہ زرقانی، ص۱۰۵، خصائص الکبریٰ، ص۵۷، جلد۱)

☆

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ثُمَّ اِنَّ اُمِّی رَاءَ ت فِی مَنَامِهَا ان الذی فی بطنها نور''

''پھر میری والدہ محترمہ نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے پیٹ میں نُور ہے۔'' (مواہب، ص۱۰۷، جلد۱)

☆

حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ مدتِ حمل میں مجھے کسی قسم کی ذرّہ بھر کوئی تکلیف یا کوئی شکایت یا اُن چیزوں کی خواہش جو حاملہ عورتوں کو ہوا کرتی ہے نہیں ہوئی۔ بلکہ طبیعت یا ان چیزوں کی خواہش جو حاملہ عورتوں کو ہوا کرتی ہے نہیں ہوئی۔ بلکہ طبیعت میں فرحت، جسم میں

خوشبو اور چہرے میں چمک پیدا ہوگئی اور میں نے کسی عورت کے حمل کو نہیں دیکھا جو اس حمل سے زیادہ خفیف اور برکت میں اس سے زیادہ عظیم ہو۔ (زرقانی علی المواہب، ص ۱۰۹)

هَذَا وَقَدْ حَمَلَتْ اُمُّ الْحَبِيْبِ بِهٖ

وَلَيْسَ فِیْ حَمْلِهَا كُوبٌ وَلَا ضَرَرٌ

ترجمہ: "بے شک حبیب ﷺ کی والدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اُس حبیب ﷺ کے ساتھ حاملہ ہوگئی اور اس حمل میں کسی قسم کی نہ کوئی تکلیف ہے اور نہ کوئی نقصان۔"

☆

ایک دوسرے خواب میں حضرت آمنہؓ سے کسی کہنے والے نے کہا کہ کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ تم سیّد العالمین خیر البریہ ﷺ اور اس اُمت کے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو۔ جب وہ (علیہ السّلام) پیدا ہوں تو اُن کا نام محمد (ﷺ) رکھنا اور یہ تعویذ اُن کے گلے میں ڈال دینا۔ جب میں (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بیدار ہوئی تو ایک سونے کا صحیفہ میرے سر پر پڑا تھا، جس پر یہ لکھا ہوا تھا:

اُعِيْذُ ، بِالصَّمَدِ الْوَاحِدِ

مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ

ترجمہ: "اُس اللہ تعالیٰ (جو ذات وصفات میں) یکتا و بے نیاز ہے، کی ہر حاسد کے شر سے محمد (ﷺ) کی حفظ ونگہبانی چاہتی ہوں۔"

وَكُلِّ خَلْقٍ رَائِدٍ

من قَآئِمٍ وَّ قَآعِدٍ

ترجمہ: "اور اُس سے جو سیدھے راستے سے ہٹا ہوا ہے اور فساد پر آمادہ ہے۔"

مِنْ نَافِسٍ اَوْ عَاقِدٍ

وَكُلِّ خَلقٍ مَارِدٍ

ترجمہ: اور جادوگر سے جو گرہوں میں سحر پھونکتا ہے اور اُس مخلوق سے جو سرکش و

نافرمان ہے۔"

☆

احادیث وتواریخ میں ہے کہ ابھی حضورِ اکرم ﷺ شکمِ مادر ہی میں تھے کہ آپ ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہؓ قریش کے چند تاجروں کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام گئے، واپسی کے وقت کھجوریں خریدنے کے لیے مدینہ منورہ میں اُترے، وہیں بیمار ہوکر انتقال فرما گئے۔ آپؓ کی رحلت پر حضرت سیّدہ آمنہؓ نے یہ دلدوز اشعار کہے:

عَفَا جَانِبُ البَطْحَا مِنْ اِبْنِ هَاشِمِ

وَجَاوَرَ لَحْدًا خَارِجاً فِی الْغَمَاغِمِ

ترجمہ: ''بطحا کی سرزمین آل ہاشم (عبداللہؓ) سے خالی ہوگئی اور وہ کفن میں لپٹے ہوئے اپنے اہل سے بہت دُور قبر میں چلے گئے ہیں۔''

دَعَتْهُ الْمَنَایَا دَعْوَةً فَاَجَابَهَا

وَمَا تَرَکَتْ فِی النَّاسِ مِثْلَ اِبْنِ هَاشِمِ

ترجمہ: ''موت نے اُن کو اچانک پکارا اور اُنہوں نے اُس کی دعوت کو قبول کیا۔ افسوس موت نے ابنِ ہاشم (حضرت عبداللہؓ) کی مثل لوگوں میں کوئی نہیں چھوڑا۔''

عَشِیَّةَ رَاحُوا یَعْمِلُوْنَ سَرِیْرَهٗ

تَحَاوَرَهٗ اَصْحَابُهٗ فِی التَّزَاحُمِ

ترجمہ: ''اُن کے دوست، شام کے وقت اُن کا جنازہ محبّت و پیار سے اُٹھا کر چلے تو ازراہِ محبّت وہ باری باری کندھا دینے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے۔''

فَاِنْ یَکُ غالتهُ الْمَنَایَا وَ رَیْبُهَا

فَقَدْ کَانَ مِعْطَآءً کَثِیْرًا التَّرَجُمِ

ترجمہ: ''اگرچہ موت اور اُس کے اسباب نے عبداللہؓ کو اچانک پکڑ لیا ہے (مگر

ہم اُن سے جدا ہو گئے) جو بلاشبہ بہت زیادہ سخی اور بہت زیادہ مہربان و پیار کرنے والے تھے۔" (طبقاتِ ابن سعد، ص ۱۰۰، جلد ۱)

☆

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہؓ کی رحلت ہوئی تو ملائکہ نے عرض کیا کہ "ہمارے پروردگار (جلّ جلالہٗ وشانہٗ) تیرا نبی (ﷺ) یتیم ہو گیا۔" اللہ تعالیٰ (جل شانہٗ) نے فرمایا: "میں اُس کا حافظ و مددگار ہوں۔" (مواہب و زرقانی، ص ۱۵۵، جلد ۱)

☆

حضرت امام جعفر صادقؒ ایک بڑا اہم نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ کو اس لیے "یتیم" کر دیا گیا (اور سارے سہارے توڑ دیئے گئے تھے) تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ آپ ﷺ کی سربلندیاں فلاں شخص کی شرمندۂ احسان ہیں۔" (مواہب، زرقانی، خصائص کبریٰ، ص ۴۷)

سائے پسند آئے نہ پروردگار کو
بے سایہ کر دیا حبیبؐ کردگار کو

(ابوینِ مصطفیٰؐ، مولانا محمد فیض احمد اویسی، بہاولپور، طبع دوم، فروری ۱۹۹۹ء، ص ۱۷۹ تا ۱۸۹)

☆

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا سفرِ مدینہ

(ڈاکٹر سیّد حامد حسن بلگرامیؒ کی ایمان افروز تحریر)

جب آنحضرت ﷺ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُن ﷺ کو لے کر مدینہ منورہ گئیں۔ سیرت نگاروں کا خیال ہے کہ یہ سفر اس لیے کیا گیا کہ حضور ﷺ کو اپنے دادا حضرت عبدالمطلب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ننھیال کے لوگوں سے ملا دیا جائے، جن کا تعلّق ''قبیلہ بنی نجار'' سے تھا۔ مولانا شبلی نعمانی سچ فرماتے ہیں کہ سفر کی اِس توجیہ سے یہ بات زیادہ قرینِ قیاس ہے کہ حضرت آمنہؓ نے یہ سفر اِس لیے کیا کہ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت فرمائیں اور اِس عاجز کے نزدیک یہ بات بھی قرینِ قیاس ہے کہ مالکِ قضا و قدر نے، جسے حضرت آمنہؓ کی مدتِ حیات ختم ہونے کا علم تھا، اُن کے دل میں یہ تمنا ڈالی ہو کہ دُرِ یتیم ﷺ کے والد ماجد کی قبر دکھا دی جائے، تاکہ یہ یادیں اُن ﷺ کے ذہن نشین رہیں۔

بہر حال جب آپؓ مدینہ منورہ سے واپس آ رہی تھیں تو مقامِ ابواء پر پہنچ کر بیمار ہو گئیں۔ وہیں انتقال ہوا اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ اس وقت اُن کی عمر تیس سال (۳۰) کی تھی۔ آپؓ کی دایہ اُمِ ایمن جو آپ ﷺ کے ہمراہ تھیں، آپ ﷺ کو لے کر مکہ واپس آئیں۔

مؤرّخین کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نے عروجِ اسلام کے بعد ایک ہزار مجاہدین کے ہمراہ اپنی والدہ ماجدہؓ کی قبر کی زیارت فرمائی۔ آپ ﷺ آبدیدہ ہوئے اور صحابہ کرامؓ بھی متاثر

ہوئے بغیر نہ رہے۔

☆

یہاں اس بات کا ذکر کرنا قارئین کرام کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ابو کبشہ حضرت آمنہؓ کے دادا تھے۔ اُن کی کنیت ''ابو کبشہ'' تھی۔ وہ بتوں کی پرستش میں قریش کے مخالف تھے۔ اِسی بنا پر آنحضرت ﷺ کو اُن سے تشبیہ دی جاتی ہے اور آپ ﷺ کو ''ابن ابی کبشہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

☆

(''نورِ مبین''، ڈاکٹر سیّد حامد حسین بلگرامیؒ، کراچی، طبع سوم، اگست ۱۹۹۳ء، ص ۱۹۵ تا ۱۹۶، ۳۸۱)

واہ رُتبہ تیرا سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

(مولانا محمد سرور قادری رضوی گوندلوی)

امام الانبیاء، سیّد المرسلین، فخرِ موجودات، باعثِ تخلیق کائنات، حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کی والدہ ماجدہ ساجدہ عابدہ صالحہ طیبہ طاہرہ مکرمہ معظّمہ، حکیمہ سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فضائل ومناقب کے اعلیٰ درجات پر فائز ہیں۔

آمنہ بی بیؓ صاحبِ حرمت ، اللہ اکبر ، اللہ اکبر
اُن پر رب کی خاص ہے رحمت ، اللہ اکبر اللہ اکبر

☆

جب سیّدہ آمنہؓ کا عقدِ نکاح حضرت سیّدنا عبداللہؓ سے ہوا، اُس وقت بھی آپؓ اعلیٰ اوصاف سے متّصف تھیں یعنی آپؓ اُس وقت اپنی قوم کی خواتین کی سردار تھیں۔

"ھی یومئذ سیّدة النّساء قومھا"

دونوں جہاں میں نامِ نامی زندہ ہے پائندہ ہے
اُن کی ہے کونین میں رفعت اللہ اکبر اللہ اکبر

☆

اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ نے آپؓ کو جمال وکمالات وہ عطا فرمائے تھے کہ جن کی وجہ

سے آپؓ کو اپنی قوم کی ''حکیمہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

آپؓ کا ذکر ادب سے کرنا اُمت کا معمول رہے
آپؓ کا نام ہے وجۂ سعادت اللہ اکبر اللہ اکبر

☆

پھر حضرت سیّدہ والدہ مکرمہؓ کی عظمت وفضیلت کی سب سے بڑی اور اہم وجہ یہ ہے کہ آپ امام الانبیاء ﷺ کی والدہ ماجدہ ہیں۔

ختم الرسلؐ کی ماں کا رتبہ رب نے آپؓ کو بخشا ہے
رب نے بڑھائی آپؓ کی عظمت اللہ اکبر اللہ اکبر

☆

حضرت علیؓ سے مرفوعاً روایت ہے، فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السّلام، حضور سیّد عالم ﷺ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ:

''بے شک اللہ تعالیٰ (جل جلالہٗ) آپ (ﷺ) کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے اُس صلب پر جس میں آپ (ﷺ) رہے ہیں اور اُس شکمِ اطہر پر جس نے آپ (ﷺ) کو اُٹھایا اور اُس گود پر جس نے آپ (ﷺ) کو کھیلایا، دوزخ کی آگ کو حرام کر دیا ہے۔''

گھر آنگن میں آمنہؓ بی کے احمدؐ مرسل آئے ہیں
کتنی مبارک تھی وہ ساعت اللہ اکبر اللہ اکبر

☆

حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ہر قرن وطبقہ میں تمام قرونِ بنی آدمؑ کے بہتر سے بھیجا گیا ہوں، یہاں تک کہ اس قرن میں، جس میں مَیں پیدا ہوا ہوں۔'' (بخاری)

آمنہؓ بی بی کی اُلفت جو دل میں طاہر راسخ ہے
اُن پہ فدا ہے ساری اُمت اللہ اکبر اللہ اکبر

☆

سیّد المرسلین ﷺ کی ولادت مبارک کے وقت سیّدہ والدہ مکرمہؓ نے روشن نشانیاں دیکھیں، اُن میں سے آپؐ کا دینِ ابراہیمؑ پر ہونا ظاہر ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہؓ نے وہ نور دیکھا جو آپؐ کے بدن سے نکلا، اُس نے ملکِ شام کے محلات جگمگا دیئے۔

نور سارا تیرا سیّدہ آمنہؓ وارہ رتبہ تیرا سیّدہ آمنہؓ
آپؐ کو جو ملا سیّدہ آمنہؓ کب کسی کے مقدر میں ہے وہ مرتبہ

☆

تاجدارِ ختم نبوت ﷺ نے فرمایا:

''اگر میں اپنے والدین، دونوں یا دونوں میں سے ایک کو پاتا اور میں نمازِ عشاء میں سورہ فاتحہ پڑھ چکا ہوتا تو اس حالت میں میری والدہ مکرمہ مجھے آواز دیتیں کہ ''اے محمد (ﷺ) تو میں (نماز چھوڑ کر) جواب دیتا کہ: لاجھتھا لبیک۔ میں حاضر ہوں۔''

آمنہؓ اَمن ایمان دا مرکز ، دُھما پیاں وچ جہاناں
کُلّی ماواں وچہ قسم خدا دی ، اِس ماں دیا اُچیاں شاناں

سیّدہ والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''جب نورِ محمدی (ﷺ) کی میں امانت دار بن گئی تو میں نے عالمِ خواب میں ایسی شخصیات کو دیکھا کہ جن کے چہرے سے آثارِ ملاحت اور جسم سے بہترین خوشبو نیز انوار و تجلّیات ظاہر تھے، وہ شخصیات سلام کے بعد مجھے رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کی مبارک وبشارت دیتیں۔''

حورو ملائک دینے سلامی آپؐ کے دَر پر آتے ہیں
آئینہ ساماں آپؐ کی فطرت اللہ اکبر اللہ اکبر

☆

قارئین کرام! جیسا کہ علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ پہلے مہینے حضرت آدمؑ،

دوسرے ماہ حضرت شیثؑ، تیسرے ماہ حضرت ادریسؑ، چوتھے ماہ حضرت نوحؑ، پانچویں ماہ حضرت ھودؑ، چھٹے ماہ حضرت ابراہیمؑ، ساتویں ماہ حضرت اسماعیلؑ، آٹھویں ماہ حضرت موسیٰؑ، نویں ماہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہم السّلام) تشریف لائے اور فرمانے لگے:

> ''اے آمنہؓ! مبارک تمہیں کہ تم نبیٔ مکرمؐ سے فیض یاب ہو، تم سے تمام تکالیف و مصائب و آلام دُور ہو گئے۔ اے آمنہؓ! تمہیں مبارک ہو کہ وہ اللہ پاک (جل جلالہٗ) جس نے تمہارے بطن میں نورِ محمدی (ﷺ) کو جلوہ گر کیا۔ آسمانوں کا رب تمہیں مبارک باد دیتا ہے۔''

☆

قارئین کرام! خیال رہے کہ تشریف لانے والے حضرات انبیاء کرام علیہما السّلام اِن الفاظ کے ساتھ سلام کرتے تھے:

السلام علیک یارسولؐ اللہ

السلام علیک یاحبیبؐ اللہ

یعنی الگ الگ القابات اور صیغۂ خطاب ''ک'' اور حرفِ ندا ''یا'' کے ساتھ رسولِ اکرم ﷺ کو سلام کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ اگر آپ ﷺ کی ولادتِ باسعادت سے قبل السلام علیک یارسول اللہ، السلام علیک یا حبیبُ اللہ کے مبارک الفاظ کے ساتھ ''سلام'' پیش کیا جا سکتا ہے تو پھر آپ ﷺ کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد بھی جائز ہے۔

بمصطفیٰ ﷺ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اُوست
اگر باُو نرسیدی تمام بولہبی است

(اقبالؒ)

بے ادبی کرنے کا سوچا اور خوف طاری ہو گیا

(تحریر: قاری غلام رسول قصوری)

قریشِ مکہ کو حضور پاک ﷺ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر کا علم تھا۔ حتیٰ کہ جب ہندہ بنتِ عتبہ مشرکین کے لشکر کے ساتھ ''ابواء'' (ابواء شریف) کے مقام سے گزری جو بدر کے مقتولین کا بدلہ لینے کے لیے مدینہ جا رہا تھا، تو اُس نے حضور ﷺ کو ایذا دینے کے لیے بہتر حربہ یہی سمجھا کہ اُن ﷺ کی والدہ ماجدہؓ کی قبر مبارک اکھیڑ کر وجود پاک قابو میں کر لیا جائے۔ اُس نے قریش کی حفاظت کے خیال سے اُمِ محمد ﷺ سیدہ آمنہؓ کے اعضاء کو سب سے بہتر پایا۔ ہشام بن ہاشم اسلمی روایت کرتے ہیں کہ ہندہ نے اپنے خاوند ابوسفیان سے کہا:

> ''ہمیں محمد ﷺ کی والدہ کی قبر اکھیڑ کر اعضاء کو قبضے میں کر لینا چاہیے تاکہ اس جنگ میں تم سے اگر کوئی قید ہو گیا تو اُن اعضاء کے بدلے میں اُسے چھڑا لینا۔''

☆

ابوسفیان نے قریش سے ابھی اس بات کا ذکر نہیں کیا تھا کہ ہندہ پر انتہائی خوف اور لرزہ طاری ہو گیا۔ اُس نے چیخ چیخ کر اپنے خاوند سے کہا: ''اِسے رہنے دو، ہم پر ہلاکت

کا یہ دروازہ مت کھولو۔'' اس پر کافروں پر ہیبت طاری ہوگئی اور اُنہوں یہ ارادہ ترک کر دیا۔

کافر ہر فرد و فرقہ ، دشمن ہمارا

مرتد ، مشرک ، یہود ، گبر و ترسا

☆

زمانے کے حوادث اپنے نقوش ثبت کرنے لگے۔ اب محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور حکمرانی کا پرچم ہرسُو لہرا رہا تھا۔ رخشِ عمر بہت آگے بڑھ چکا تھا مگر اپنی والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ آمنہؓ کی یاد ذہن سے محو نہیں ہوتی تھی۔ آپ حضور ﷺ نے مدینے کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اُن مقامات سے گزرے جو آپ ﷺ نے نصف صدی پہلے دیکھے تھے۔ جب آپ ﷺ نے عدی بن نجار کے محلّہ کو دیکھا تو فرمایا:

''یہاں میں اپنی والدہ ماجدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ساتھ آیا تھا اور اس گھر میں میرے والد ماجد حضرتِ عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قبر ہے۔''

مہرت نہ عارضی ست کہ جائے دگر شود

باشیرِ دردروں شد و با جاں بدر شود

ترجمہ: (اے میرے والدین کریمینؓ! آپ کی محبّت عارضی نہیں کہ (دل سے) نکل جائے، (یہ) دُودھ کے ساتھ اندر داخل ہوئی ہے اور جاں کے ساتھ باہر نکلے گی۔)

☆

جب آپ ﷺ بنی عدی کے قلعے کے قریب سے گزرے تو آپ ﷺ کے قلبِ مبارک پر رقت طاری ہوگئی۔ فرمایا:

''یہاں میں اپنے ماموں زادوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اور بنونجار کے تالاب میں تیراکی سیکھی۔''

آپ ﷺ کو اپنی والدہ ماجدہؓ کی یثرب (مدینہ منورہ) میں رہائش گاہ، ماموں زاد

اور والد گرامی (حضرت عبداللہؓ) کے ننھیال کے گھر نہیں بھولے تھے، یہ سب کیا تھا، صرف والدہ محترمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی نسبتِ پاک کا فیض تھا۔ آپ ﷺ کو وہ گھر کبھی نہیں بھولا، جہاں آپ ﷺ کی ولادت مبارک ہوئی اور جسے آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی رحلت شریف کے بعد دروازے بند کر کے خالی چھوڑ دیا گیا۔

پاک اِس اُجڑے گلستاں کی نہ ہو کیوں کر زمیں
خانقاہِ عظمتِ اسلام ہے یہ سرزمیں
(اقبالؒ)

☆

حضور انور ﷺ کی حیاتِ ظاہری کے ابھی سات برس بھی نہیں ہوئے تھے کہ سیّدہ آمنہؓ ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئیں۔ مگر اب پھر ایسا وقت آیا محمد ﷺ منصبِ رسالتؐ پر فائز ہو گئے۔ ہر طرف اسلام کا پرچم چھانے لگا مگر سیّدہ آمنہؓ کی یادیں آپ ﷺ کبھی بھی فراموش نہ کر سکے۔

ع کون یادوں کو زنجیر پہنائے گا

یہ اپنی پیاری ماںؓ سے والہانہ محبّت اور اُنؓ کی دلآویز یادوں ہی کا ثمر تھا کہ آپ ﷺ نے کتنی ہی عمر رسیدہ عورتوں کو ''ماں'' سمجھ کر نواز دیا۔ آپ نے اپنی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہؓ کو کئی مرتبہ بہت زیادہ انعامات واکرامات سے نوازا اور اُن کی بیٹی شیماء بنت حارث کو نوازا۔ اسی طرح حضور ﷺ انور کو اپنی والدہ ماجدہؓ سے اتنی محبّت تھی کہ جس کا بھی اُن کی امی جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تعلّق رہا، اُسے تمام زندگی نوازا۔

تیرےؐ احسان رہ رہ کر سدا یاد آئیں گے ہم کو
کریں گے ذکر ہر مجلس میں اور دہرائیں گے اُن کو

☆

بچپن کے حالات، بیتے ہوئے ایّام کی تلخیاں، اپنی امی جانؓ کی رفاقت میں

گزرے ہوئے وہ لمحات، یثرب (مدینۃ النبیﷺ) کی طرف پہلا سفر اور اپنے ننھیال کے بچوں کے ساتھ کھیلنا، یہ سب چیزیں آپﷺ کو یاد تھیں۔ ان میں کوئی چیز بھی آپؐ کو بھولی نہیں تھی۔ جب آپﷺ نے ہجرت فرمائی تو اُن ٹیلوں پر چکر لگاتے رہے جن کو نصف صدی پہلے دیکھا تھا۔ جب آپﷺ تمام تفکّرات سے آزاد اور بچپن کی عمر شریف میں تھے۔ سیرت نگار بیان کرتے ہیں کہ آقا رسول اللہﷺ نے بنی عدی بن نجار کے محلے کو دیکھ کر فرمایا تھا:

''یہاں پر میری ماںؓ، میرے ساتھ اُتری تھیں اور اس گھر میں میرے والد گرامی حضرت عبداللہؓ کا مزار مبارک ہے۔''

ذرا سی خاک لادے اے صبا اُس آستانے کی
یہی تدبیر ہے بگڑی ہوئی قسمت بنانے کی

☆

بنی عدی کے قلعے کو دیکھ کر آپﷺ کا دل بھر آیا اور فرمایا:

''ہم اُس قلعہ میں انیسہ نامی ایک انصاری بچی کے ساتھ کھیلا کرتے تھے، میرے ننھیال کے دوسرے بچے بھی ساتھ ہوتے اور بنی عدی بن نجار کے تالاب میں میں نے تیرنا سیکھا۔''

میرے ماضی کے سرسبز لمحو!
پلٹ آؤ کہ تنہا رہ گیا ہوں میں

☆

ماخذ

''شانِ والدینِ مصطفیٰﷺ'' قاری غلام رسول قصوری، لاہور، دسمبر ۲۰۱۸ء، ص ۴۱۲ تا ۴۱۴

☆

خیال جو ذہن سے کبھی غائب نہیں ہوتا

(تحریر: ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن، (مصر))

لختِ جگر کی عمر سات برس ہونے سے پہلے ہی سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زیرِ خاک چلی گئیں۔ دُنیا نے آپؓ کے وصال کے بعد حضور ﷺ کو خوشگوار زندگی بھی گزارتے ہوئے دیکھا، یہ بھی دیکھا کہ اللہ تعالیٰ (جل جلالہٗ) نے آپؐ کو منصبِ نبوّت پر فائز کیا اور پھر آپ ﷺ کو بت پرستی اور ہر گمراہی کے خلاف کامیاب تاریخی معرکے بپا کرتے بھی دیکھا۔

☆

لیکن جب تک آپ ﷺ اِس ظاہری دُنیا میں جلوہ فرما رہے۔ ماں کا حسین تصوّر آپؐ کے ذہن (مبارک) میں باقی رہا۔ آپ ﷺ جہاں بھی تشریف لے گئے، جہاں بھی جلوہ افروز ہوئے، ماں (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی یادیں ساتھ رہیں۔ انھوںؓ نے آپ ﷺ کے قلبِ اقدس پر رحمت ورافت اور اُلفت ومحبّت کے انمٹ نقوش ثبت کیے۔ آپ ﷺ کے نزدیک مامتا کا مقام اس قدر بلند ہے کہ اُس کی بلندی کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا۔

☆

آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں اپنی رضاعی والدہ ثویبہؓ کے ساتھ صلہ رحمی کیا کرتے تھے۔ اسی طرح سیّدہ خدیجہؓ بھی اُن کی بڑی عزت وتکریم کیا کرتی تھیں۔ جب آپ ﷺ ہجرت

کے بعد مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے تو وہاں سے آپ ﷺ اُن کے لیے کپڑے اور دوسرے تحائف بھیجا کرتے تھے۔

☆

یہاں تک کہ سات ہجری میں خیبر کی فتح سے واپسی پر اُنہیں (ﷺ) کو اُن ثویبہؓ کے وصال کی خبر ملی۔ جب ایک سال بعد آپ ﷺ کامیاب و کامران مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو فتح کی خوشی میں بھی آپ ﷺ نے حضرت ثویبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو فراموش نہیں کیا بلکہ اُنؓ کے بیٹے مسروح کے بارے میں استفسار کیا۔ آپ ﷺ کی خدمتِ بابرکت میں عرض کیا گیا کہ وہ اپنی والدہ سے پہلے ہی فوت ہو گیا تھا۔ اب اُس کا کوئی عزیز باقی نہیں رہا۔

☆

اسی طرح آپ ﷺ اپنی حبشی دائیہ ''اُمّ ایمنؓ'' کے ساتھ بھی حسن سلوک فرمایا کرتے تھے۔ یہ سفرِ یثرب (مدینہ منورہ) میں آپ کی والدہ ماجدہ (حضرت آمنہؓ) کے ساتھ تھیں۔ ابواء کے مقام پر اُنؓ کے وصال کے وقت بھی موجود تھیں۔ نبی پاک ﷺ جب بھی اُمِ ایمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی طرف دیکھتے تو آپ ﷺ پر رقت طاری ہو جاتی اور فرماتے کہ یہ میری ماں حضرتِ سیّدہ آمنہؓ کے بعد میری ماں ہیں۔

☆

اپنی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ساتھ آپ ﷺ کا حسنِ سلوک آپ ﷺ کے دل میں جاگزیں ماما کی محبّت کا مظہر ہے۔ ابوطفیل عامر بن واثلہ کنانیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جعرانہ کے مقام پر نبی کریم ﷺ کو گوشت تقسیم کرتے ہوئے دیکھا۔ میں اُس وقت بچہ تھا اور اُونٹ کی ہڈیاں اُٹھا رہا تھا۔ ایک عورت آئی۔ جب وہ حضور اقدس ﷺ کے قریب پہنچی تو آپ ﷺ نے اُس کے لیے چادر مبارک بچھا دی۔ وہ اُس پر بیٹھ گئی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ میری رضاعی والدہ ہیں۔''

☆

آٹھویں صدی ہجری میں جب رسول اللہ ﷺ ''غزوۂ طائف'' سے فتح ونصرت کے ساتھ واپس لوٹے تو آپ ﷺ کے ساتھ بنو ہوازن کی عورتوں اور بچوں سمیت چھ ہزار قیدی اور لاتعداد اونٹ اور بکریاں تھیں۔ آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بنو ہوازن کا ایک وفد جو مسلمان ہو چکا تھا، آیا۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ان قیدیوں میں آپ ﷺ کی رضاعی پھوپھیاں اور خالائیں بھی ہیں، کیونکہ حلیمہ سعدیہؓ بھی اِسی قبیلہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اُن کی اس درخواست نے آپ ﷺ کے دل مبارک پر بڑا اثر کیا اور اپنی رضاعی والدہ کی نسبت سے اُن کی اس درخواست کو قبول فرمالیا۔ آپ ﷺ کے ذہن میں اپنی والدہ ماجدہ سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تصوّر آ گیا۔ آپ ﷺ نے اُنہیں فرمایا کہ ''ان میں سے جو میرا اور بنو عبدالمطلبؓ کا حصہ ہے، وہ میں (ﷺ) تمہیں ہبہ کرتا ہوں۔ ہاں جب میں (ﷺ) ظہر کی نماز پڑھا کر فارغ ہوں تو کھڑے ہو کر یہ کہنا:

> ''ہم اپنے بچوں اور عورتوں کی واپسی کے سلسلہ میں حضور اکرم ﷺ کو اہلِ ایمان کے سامنے بطور شفیع پیش کرتے ہیں اور اہلِ ایمان کو بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں شفیع بناتے ہیں۔''

جب تم اس طرح کہو گے:

> ''میں (ﷺ) اپنے حصہ کے جنگی قیدی تمہارے حوالے کر دوں گا اور دوسرے اہلِ ایمان سے اُن کے حصہ کے جنگی قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کروں گا۔''

☆

جب حضور ﷺ ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو وہ لوگ کھڑے ہو گئے جیسے اُنہیں آپ ﷺ نے سمجھایا تھا۔ اُسی طرح اُنہوں نے اپنی گزارش کی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جو قیدی میرے اور بنو عبدالمطلبؓ کے حصہ میں آئے ہیں، وہ میں تمہیں عطا کرتا ہوں۔ یہ سن کر مہاجرین نے عرض کیا، جو جنگی قیدی ہمارے حصے میں آئے ہیں، ہم وہ اللہ

تعالیٰ (جل جلالہٗ) کے رسول (ﷺ) کی بارگاہ میں بطور نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ بنوتمیم اور بنوفزاراہ جیسے قبائل جو ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، اس بارے میں تردد سے کام لے رہے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''تم میں سے جو شخص اپنے قیدی کو چھوڑنا نہیں چاہتا، اگر وہ چھوڑ دے تو جب اللہ تعالیٰ (جل شانہٗ) سب سے پہلے جو اموالِ خیر عطا فرمائے گا اور اُس میں سے ہر مجاہد کو جو حصہ ملے گا، اُس سے چھ گنا فی قیدی ہم اُن کو معاوضہ دیں گے۔ چنانچہ اُنہوں نے بنوہوازن کی عورتوں اور بچوں کو واپس کر دیا کیونکہ اُس میں رسول اللہ ﷺ کی رضاعی پھوپھیاں اور خالائیں تھیں۔

☆

رسول اللہ ﷺ کو اپنی چچی فاطمہؓ بنت اسد (زوجہ محترمہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ذات میں بھی اپنی والدہ محترمہ حضرت آمنہؓ کی صورت نظر آتی تھی۔ یہ بچپن میں آپ ﷺ کی نگہداشت فرمایا کرتی تھیں۔ آپ ﷺ اُن کو بھی اپنی ماں کے بعد ماں تصور کرتے تھے۔ سیرت نگاروں نے حضرت عبداللہؓ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ فاطمہؓ بنت اسد کا انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی قمیص اُنہیں پہنائی اور اُن کی قبر میں لیٹے۔ ایک صحابیؓ نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! جو سلوک آپ ﷺ نے اُن سے کیا ہے، اس سے پہلے کسی سے کرتے نہیں دیکھا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابوطالبؓ کے بعد ان سے بڑھ کر کسی نے مجھے عزیز نہیں رکھا۔ میں (ﷺ) نے اُنہیں قمیص پہنائی ہے تاکہ اُنہیں جنت کا نورانی لباس پہنایا جائے اور میں (ﷺ) قبر میں لیٹا ہوا کہ اُن پر قبر کی منزلیں آسان ہو جائیں۔''

☆

حضور پرنور ﷺ کو اپنے بچے کے ساتھ پیار کرنے والی ہر ماں میں اپنی ماں کی صورت دکھائی دیتی۔ آپ ﷺ جتنا کسی کی مامتا سے متاثر ہوئے اتنا کسی اور چیز سے متاثر نہ ہوئے۔ اپنے بندوں پر اللہ تعالیٰ (جل جلالہٗ) کی رحمت کی مثال بیان کرنے کے لیے

آپ ﷺ نے والدہ کی محبّت سے زیادہ کوئی مناسب چیز نہ پائی۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ کچھ قیدی مدینہ طیبہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ اُن میں ایک عورت بھی تھی۔ جب اُس عورت نے اپنے بچے کو قیدیوں میں دیکھا تو اُسے اپنے سینے سے لگا کر دودھ پلانے لگی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا، کیا خیال ہے، یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینکے گی؟ اُنھوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ (جل جلالہٗ) اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے، جتنی یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہے۔''

☆

اِس میں ذرا بھی شک وشبہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا دل مبارک اپنی والدہ ماجدہؓ کی یاد سے معمور رہتا تھا۔ اس لیے آپؐ نے ماںتا کو وہ بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے، جو مقامِ بشریت میں سب سے اعلیٰ اور محترم ہے۔ آپ ﷺ نے جنت کو ماں کے قدموں کے نیچے رکھ دیا اور ماں کی خدمت اور اُس کے ساتھ صلہ رحمی کو جہاد فی سبیل اللہ پر مقدم قرار دیا۔ جب ایک صحابی ماریہ بن جہمہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ رضائے الٰہی کی خاطر جہاد کے لیے اجازت طلب کرنے آپ کی خدمتِ عالیہ حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اُن سے دریافت فرمایا، کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اُس نے عرض کی ہاں، تو آپ ﷺ نے اُنہیں حکم فرمایا، جاؤ! اپنی والدہ کی حسنِ ادب سے خدمت کرو۔ انہوں نے دوسری بار جہاد کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے پھر یہی حکم فرمایا۔ جب وہ تیسری مرتبہ آئے تو جہاد میں شرکت کے لیے اصرار کیا تو حضور ﷺ نے پھر وہی ارشاد فرمایا کہ ''خدا تمہارا بھلا کرے، ماں کے پاؤں کو لازم پکڑو۔ وہی تمہاری جنت ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اُس کی خدمت کرو، جنت اُس کے قدموں تلے ہے۔''

☆

انسانیت آج بھی رسول اللہ ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کو غور سے سن رہی ہے اور مستقبل میں بھی سنے گی:

''میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اور اس میں طویل قرأت کرنا چاہتا ہوں۔ پھر بچے کی آواز سن کر نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ ماں کی تکلیف مجھے سخت ناگوار گزرتی ہے۔''

☆

انسانیت کی نگاہ سے یہ چیز پوشیدہ نہیں رہے گی کہ وہ عظیم دل اپنی ماں آمنہؓ بنت وہب کے پیار اور محبّت سے معمور ہے، جو ممتا کی تکریم اور توقیر کے اعلیٰ ترین جذبات کے ساتھ دھڑک رہا ہے۔ سیّدہ آمنہؓ کے لال نبیٔ پاک صاحبِ لولاک ﷺ کے اس ارشاد کے بعد انسانیت کے لیے ماں پر فخر کرنے کے لیے اور کون سی چیز باقی رہ جاتی ہے:

''اگر میں اپنے والدین کریمینؓ یا اُن میں سے کسی ایک کو پاتا، اس حال میں کہ میں عشاء کی نماز میں ہوتا اور میں سورہ فاتحہ پڑھ چکا ہوتا اور پھر میری والدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) مجھے آواز دیتیں، ''محمد ﷺ! تو میں (ﷺ) اُن کی آواز پر لبیک کہتا۔''

ماخذ

(''امِ النبی ﷺ''، تصنیف ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن (مصر)، اُردو ترجمہ: محمد اصغر، کراچی، طبع دوم، مارچ ۲۰۱۶ء، ص ۱۸۱ تا ۱۸۶)

شعرا کا نذرانۂ عقیدت بحضور سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

(ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کے قلم سے)

مدحِ رسول ﷺ اور نعت گوئی عہدِ نبوی ﷺ میں ہی شروع ہو گئی تھی، کئی ایک عرب شعراء نے رسول اللہ ﷺ کی مدح کی، ان میں عرب کا ایک عظیم شاعر جو فحول شعراء (بڑے اور پختہ کلام شعراء) میں سے تھا اور بعثتِ نبوی ﷺ کے وقت زندہ تھا، اُس کا نام قیس اور لقب ''الاعشیٰ'' الکبیر ہے اور ضخیم دیوان کا مالک ہے، اُس نے اپنا دالیہ قصیدہ حضورؐ کی مدح میں کہا تھا جو شاعر کے دیوان میں موجود ہے۔ الاعشیٰ کے اس قصیدہ کے دو شعر ہیں:

نبی یری مالا یرون و ذکرہ　　　أغار العمری فی البلادو أنجدا

لہ صدقات ماتغب و نائل　　　ولیس عطاء الیوم یمنعہ نمدا

''آپ ﷺ ایک ایسے نبیؐ ہیں جو ایسی چیزیں جانتے ہیں، جنہیں لوگ نہیں جانتے جب کہ آپؐ کا ذکر دُنیا کے ہر نشیب و فراز میں پھیل چکا ہے، آپ ﷺ کی بخشش اور عطا میں دیر نہیں لگتی اور آج کی عطا کے بعد آنے والے کل میں بھی آپ ﷺ عطا فرماتے ہیں۔''

☆

اَعشیٰ کبیر کے علاوہ بھی بہت سے عرب شعراء نے مدح مصطفیٰ ﷺ میں حصہ لیا، خصوصاً انصار کے تین شعراء حضرت حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور عبداللہ بن رواحہؓ

نے کفارِ مکہ کے شعراء کے ''شعری حملوں'' کا خوب جواب دیا اور رسول اللہ ﷺ کی مدح میں بھی قصائد کہے، ان شعراء کے کلام میں سیّدہ آمنہؓ اور آپ کے قبیلہ بنو زہرہ کی فضیلت کو بھی موضوعِ سخن بنایا گیا ہے، حضرت حسانؓ کہتے ہیں:

اومن بنی زهرة الاخیار قد علموا

أومن بنی جمح البیض المناجید!

''کاش! میں بنو زہرہ میں سے ہوتا جو لوگوں میں چنے ہوئے نیک لوگ مشہور ہیں! یا میں بنو جمح کے شریف بہادروں میں سے ہوتا۔''

☆

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت اور عزّت کا ذکر کرتے ہوئے حضرتِ حسانؓ فرماتے ہیں:

تاللّٰہ ماحملت أنثی ولا وضعت

مثل الرسول بنی الامة الهادی

''اللہ کی قسم! نہ کسی عورت کے پیٹ میں بچے نے پرورش پائی نہ کسی نے ایسے بچے کو جنم دیا جیسے کہ رسول اللہ ﷺ ہیں جو اس امت کے نبیؐ اور ہادیؐ ہیں۔''

☆

اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ آپ ﷺ ہی اپنے والدین کریمینؓ کے اکلوتے فرزند تھے اور آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت حضرت آمنہؓ کے جسم پاک سے ایک نُور الگ ہوا، جس نے خلقِ خدا کے لیے حق کی روشنی عام کر دی اور اُس نور کو سب نے دیکھا۔ حضرت حسانؓ اِس کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یابکر آمنة المبارک بکرها ولدته محصنة بسعد الاسعد

نورا اَضاءَ علی البریة کلها من یهد للنور المبارک یهتدی

''اے حضرت آمنہؓ کے پلوٹھی کے فرزند! اور اُن کا یہ پلوٹھی کا فرزند بہت

بابرکت ہے۔ آپ ﷺ کو اُنھوں نے خوش بخت ترین گھڑی میں جنم دیا۔ ایسی حالت میں کہ وہ پاکباز و پاک دامن خاتون تھیں۔ سیّدہ آمنہؓ نے ایک ایسے نُور کو جنم دیا جو تمام مخلوق کے لیے روشن ہو کر چمکا! اب جو اِس نُور سے مستفید ہونے کے لیے رستہ پالے گا وہی اِس بابرکت نورِ حق کے طفیل ہدایت یافتہ ہوگا۔"

☆

نضر بن حارث قریش کے اُن مفسدوں میں سے تھا، جو پیغمبرِ اسلام اور مسلمانوں کو ستانے اور اُن کا تمسخر اُڑانے میں پیش پیش تھا۔ جنگِ بدر کے موقعہ پر وہ حضرت علیؓ کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا، اُس کی بیٹی قتیلہ بنت نضر بن حارث نے اس موقعہ پر کچھ شعر کہے اور رسول اللہ ﷺ کو بھجوائے۔ ان میں یہ شعر بھی تھا جس سے سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح ظاہر ہوتی ہے:

اُمحمد ، ولأنت ضن ء نجيبة

فی قومها والفحل فحل معرق!

"اے محمد ﷺ! اور آپ ﷺ تو ایک شریف و نجیب عورت (حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے فرزند ہیں جو اپنے قبیلے میں بڑی معزز و محترم تھی اور اُس کا خاوند (حضرت عبداللہؓ) بھی ایک شریف اور بہادر مرد تھا۔"

☆

مشہور "قصیدہ بردہ شریف کے شاعر امام محمد بن سعید البوصیریؒ" نے "مدح رسول اللہ ﷺ" میں متعدد قصائد لکھے ہیں۔ اُن میں سے ایک اُن کا "ہمزیہ قصیدہ" بھی ہے جو "قصیدہ بردہ" کی طرح بہت طویل ہے اور سیرتِ طیبہ کے بہت سے پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت کے حوالے سے اس قصیدے کے چار شعر ہیں:

فهنيئاء لأمنة الفضل الذی شرفت به حواء

من لحواء أنها حملت أحمد أو أنها به نفساء

يوم نالت بوضعه ابنة وهب   من فخار مالم تنله النساء

وأتت قومها بافضل مما   حملت قبل مريم العذراء

''تو اسی لیے خوشگوار اور مبارک ہو آمنہؓ کے لیے وہ فضیلت جس کا شرف اُن کے طفیل حضرتِ حوا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو بھی حاصل ہو گیا ہے۔ کون ہے جو بنتِ حواؓ کو مبارک دے کہ وہ شکم میں احمد ﷺ کو اُٹھائے ہوئے ہے یا اُس کو جنم دینے کا شرف پا چکی ہے۔ اس دن جب کہ آپ ﷺ کو جنم دے کر وہب کی بیٹی نے ایسا فخر حاصل کیا جو دوسری عورتوں میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ حضرت آمنہؓ اپنی قوم کے پاس ایک افضل ترین ہستی کو لے کر آئیں جو اُس ہستی سے بھی افضل ہے جو کنواری مریمؑ اپنے لوگوں کے پاس اٹھا لائی تھیں۔''

☆

امام بوصیریؒ کے نعتیہ قصائد میں سے ایک ''دالیہ قصیدہ'' بھی ہے۔ یہ بھی ''ہمزیہ'' اور ''میمیہ'' (قصیدہ بردہ) کی طرح خاصا طویل ہے۔ اس کے دو شعر ہیں:

الی سیّد لم تات انثی بمثله   ولا ضم حجر مثله ولا مهد

ولم يميش فى نعل ولا وطئ الثرى   شبيه له فى العالمين و نائد

''ایک ایسے آقا ﷺ تک جن کی مثل کسی اور عورت نہیں جنا، نہ اُن جیسا کسی ماں کی گود میں کھیلا نہ گہوارہ میں دیکھا گیا۔ آپ ﷺ جیسا کوئی نعلین پہن کر چلا ہے نہ اُن جیسے کسی نے زمین پر قدم رکھا ہے، نہ تو کائنات میں اُن جیسا کوئی ہے اور نہ آپ کا کوئی شریک ہوا ہے۔''

☆

عربی زبان میں نعت گوئی اور مدحِ رسول ﷺ کی امامت تو بلاشبہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، شاعر دربارِ نبوت (ﷺ) کے حصے میں آتی ہے، تاہم عربی نعت گوئی کو بامِ عروج پر پہنچانے کا شرف امام بوصیری اور علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی رحمۃ اللہ علیہا

کو حاصل ہے۔ بوصیریؒ کے ''نعتیہ قصائد'' سے یوں لگتا ہے جیسے وہ فنافی مدح رسول (ﷺ) ہیں۔! تاہم علامہ نبھانیؒ کا کمال یہ ہے کہ اُنہوں نے اپنے زمانے تک کے تمام قصائد جو نعت یا مدح رسول اللہ ﷺ میں کہے گئے، اُنہیں یکجا کر دیا ہے اور تین ضخیم جلدوں پر مشتمل کتاب کو ''المجموعۃ النبھانیۃ'' کا نام دیا ہے۔ علامہ یوسف نبھانی رحمۃ اللہ علیہ خود بھی محبتِ رسول ﷺ میں ڈوب کر نعت کہتے ہیں۔ اس مجموعہ میں اُن کے اپنے بے شمار قصائد جمع ہیں۔ بوصیریؒ کے ''قصیدہ ہمزیہ'' کی تقلید کرتے ہوئے نبھانیؒ نے بھی ایک ''ہمزیہ قصیدہ'' حضور پرنور رسول اللہ ﷺ کی نذر کیا ہے، فرماتے ہیں:

ماتت اُم النبیؐ وهو ابن ست ، وأبوه ، وبيته الاحشاء

ثم اُحیاهما القدير فحازا ، شرف الدين ، وحبذا الاحياء

وهمانا جيان من غير شک ، فترة اُوحياة ، أوحنفاء

ليس يرتاب فی نجاتهما ، انا رفيع فی الدين ، أورقعاء

كيف ترجی النجاة اللناس ممن ، ماأتی والدين منه النجاء

أيرون الدعا ماكان منه ، لما ، اُودُعا ، و خاب الدعاء

''نبی ﷺ کی والدہ ماجدہ فوت ہوئیں تو آپ ﷺ کی عمر شریف چھ برس تھی، اور آپ ﷺ ابھی ماں کے پیٹ میں ہی تھے، جب آپ ﷺ کے والد ماجدؒ اللہ (جل جلالہٗ) کو پیارے ہو گئے۔ پھر قادرِ مطلق نے اِن دونوں کو زندہ کر دیا، اس طرح انہوں نے ایمان لانے اور مسلمان ہونے کا شرف پا لیا، کیا کہنا اس زندہ کیے جانے کا اور وہ دونوں والدین کریمینؒ بلاشبہ بخشے ہوئے ہیں یا تو ''فترت'' میں پیدا ہونے کے باعث، یا زندہ کیے جانے کے طفیل یا اس لیے کہ وہ ''حنیف'' تھے یعنی ''توحید پرست'' تھے اور بت پرستی سے بیزار تھے۔ اللہ تعالیٰ (جل جلالہٗ) اُن دونوں سے راضی ہوا اور اُن سے جو ہم میں سے نیک ہیں اور جو کمینے ہیں، وہ ناراض ہوتے رہیں۔ اُن

دونوں کی بخشش میں وہی شک کرتا ہے جو مرد عقیدے میں بیکار اور نکما ہوتا ہے یا جو عورت اپنے عقیدہ میں بے کار ہوتی ہے۔ وہ لوگ بخشش کی کیا اُمید رکھتے ہیں جو دین کے سرچشمے سے بے خبر ہیں۔ کیا اُن لوگوں کو یہ پتہ نہیں کہ نبی اکرم ﷺ اُن کے لیے دعا فرمائیں اور اللہ جل شانہٗ اُن کی اس دُعا کو قبول نہ فرمائیں۔"

☆

عرب شاعر شہاب الدین محمود ولادتِ نبویؐ کا تذکرہ کرتے ہیں اور سیّدہ آمنہؓ کے ان ارشادات کو یاد کرتے ہیں، جو اُنہوں نے ولادتِ نبوی (ﷺ) سے قبل اور ولادت کے بعد بکثرت بیان فرمائے تھے، وہ کہتے ہیں:

و آمنة لم تلق فی حملک الأذا — وقد أمنت من کل ضیم و شدة

وقیل لها فی السر آمنة اُلبشری — بحمل رسول الله خیرالخلیقته

وقد ابصرت نورا اُصناء لهابه — معاهد بصری کلها و تجلت

"اے رسولِ برحق (ﷺ)! جب آپ ﷺ شکمِ حضرت آمنہؓ میں تھے تو اُنہیں آپ ﷺ سے کوئی بوجھ یا تکلیف محسوس نہیں ہوئی بلکہ وہ ہر ضیم وسختی سے بھی محفوظ و مامون ہوگئی تھیں۔ اُنہیں رازداری سے بتا دیا گیا تھا کہ اے آمنہؓ! آپؓ کو خوش خبری ہو، آپؓ، اللہ (جلّ شانہٗ) کے رسول ﷺ کی ماں بننے والی ہیں جو تمام مخلوق سے افضل و برتر ہیں اور اُنہوں نے ولادت کے وقت ایک روشنی دیکھی تھی جس کے سبب اُنہیں شہر بصریٰ کے تمام مکانات ومحلات واضح طور پر دکھائی دیئے تھے۔"

☆

جدید عربی شاعری میں مصر کے قومی شاعر احمد شوقؔی کو بہت بلند اور نمایاں مقام حاصل ہے، شوقؔی نے کئی ایک انبیائے کرامؑ کی شان میں شعر کہنے کے علاوہ دو طویل قصیدے سو (۱۰۰) سے زائد شعروں پر مشتمل کہے ہیں جو رسول اکرم ﷺ کی مدح میں ہیں

اور یہ دونوں قصیدے امام شرف الدین محمد بن سعید بوصیریؒ کی یاد دلاتے ہیں۔ اُن میں سے ایک ''قصیدہ میمیہ'' جو ''نہج البردہ'' یعنی ''قصیدہ بردہ'' کی طرز پر ہے، دوسرا ''قصیدہ ہمزیہ''، یہ بھی امام بوصیریؒ کے ''قصیدہ ہمزیہ'' کی طرز پر ہے مگر اس قصیدے میں نہ صرف شوقیؔ اپنی شاعری کی بلندیوں پر نظر آتا ہے بلکہ اُس نے ''مدح رسول ﷺ'' میں بھی عربی نعت کی چوٹی سر کر لی ہے، شوقیؔ کا ''ہمزیہ'' ولادت مبارک کے حوالے سے شروع ہوتا ہے مگر اُس میں شاعر نے جو معانی و افکار پیدا کیے ہیں اور حسین و جاذب نظر الفاظ و تراکیب میں جو جدّت پیدا کی ہے، وہ عربی نعت گوئی کو ایک نیا رنگ عطا کرتی ہے اور ایک نئے رُخ پر ڈالتی ہے، شوقیؔ کے یہ معانی و افکار اور یہ اسلوبِ بیان عربی شاعری کی بھی ایک نئی دنیا کو سامنے لاتا ہے۔ احمد شوقیؔ کے ''قصیدۂ ہمزیہ'' کا مطلع ہے:

ولدالهدى فالكائنات ضياء

وفم الزمان تبسم و ثناء

''سراپائے ہدایت (ﷺ) کی ولادت ہوئی تو کائنات روشنی بن گئی!
زمانے کا منہ تبسّم اور ثناء بن گیا۔''

☆

شاعر نے اپنے اس مطلع القصیدہ میں عربی زبان کے چار مصدر استعمال کیے ہیں۔ مشتق کے برعکس مصدر زیادہ فصیح و بلیغ اور زیادہ پر معنی ہوتا ہے۔ اسی طرح مشتق کے مقابلے میں یہ کثرت اور دوام پر بھی دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح فعل کے مقابلے میں اسم مصدر بھی زیادہ پر معنی اور فصیح ہے کیونکہ فعل حدوث یعنی واقع ہونے پر دلالت کرتا ہے جب کہ مصدر وسعت اور جامعیت کے علاوہ دوام پر بھی دلالت کرتا ہے۔ ظاہر ہے حادث ہونا ایک عارضی چیز ہے جب کہ مصدر دوام و فم الزمان دو اسموں کا مرکبِ اضافی ہے۔ فم الزمان تبسّم و ثناء خوبصورت استعارہ ہے اور مبالغہ پر بھی دلالت کرتا ہے۔ زمانے کا منہ تبسّم و ثناء ہے یعنی زمانہ سراپا مسکراہٹ اور ستائش بن گیا ہے۔ زمانہ کا منہ مسکرایا نہیں اور نہ فاعل مسکرانے والا ہے بلکہ

سراپا مسکرانا اور سراپا ستائش کرنا ہے۔ زمانہ تھوڑا مسکراتا یا ستائش کرتا ہے یہ تو اہلِ زمانہ ہیں جو مسکراتے اور ستائش کرتے ہیں! اسی طرح ہدایت دینے والا ''ہادی'' اور روشن کرنے والا یعنی ''مضئ''، بھی نہیں استعمال کیا اور نہ یہ کہا کہ ہدایت دی یا روشن کیا بلکہ مجسّم ہدایت کہا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ ہدایت دینے والے محمد ﷺ پیدا ہوئے بلکہ یہ کہا کہ سراپا ہدایت کی ولادت ہوئی اور یہ اسلوبِ کمال فصاحت و بلاغت کا عجب رنگ لیے ہوئے ہے۔

☆

پھر کہتے ہیں:

والروح والملاء الملائک حوله للذين والدنيا به بشراء

والوحی يقطر سلسلامن سلسل واللوح والقلم البديع رواء

نظمت أسامی الرسل وهی صحيفة وا اسم محمد فيها طغراء

''روح الامین جبریلؑ اور اُن کے ساتھ فرشتوں کی تمام محفل اس سراپا ہدایت کے سبب تمام دین و دنیا کے لیے خوش خبری دینے والے بن گئے۔ وحیٔ ربانی کا سلسلہ مسلسل جاری و ساری ہے۔ لوح محفوظ اور انوکھا قلم بھی تروتازہ ہیں۔ رسولوںؑ کے نام ترتیب سے لکھے گئے ہیں جو ایک صحیفہ کی شکل میں ہیں اور محمد ﷺ کا اسم پاک اس صحیفۂ رُسلؑ کا سرعنوان ہے۔''

☆

اگلے تین شعروں میں ولادت کے حوالے کے ساتھ ساتھ سیّدہ آمنہؓ کے متعلّق بھی ارشاد ہے جو حضرت حوا علیہ السّلام کی نمائندگی کرتی ہیں اور اسی کے ساتھ ہی بنو ہاشم کے توحید پرست حنفاء کا تذکرہ بھی ہے، جو اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ نورِ نبوی ﷺ، اصلابِ طاہرہ سے ارحامِ طیبہ میں منتقل ہوتا رہا۔

ياخير من جاء الوجود تحيّة من مرسلين الى الهدىٰ بک جاء وا

بيت النبيّين الذی لايلتقی لاالحنائف فيه والحنفاء

خيرالاء بوة حازهم لک آدم دون الأنام وأحرزت حواء

''اے وہ ہستی! جو ان منتخب انبیاء کرامؑ میں افضل ترین ہے، جو دنیا میں سلامتی کا پیغام بن کر آئے، وہ سب کے سب آپ ﷺ کے سبب آئے اور میثاقِ ازل کے بعد آئے۔ آپؐ کا تعلق ایسے گھرانے سے ہے، جو نبیوںؑ کا گھرانہ ہے اور جن میں صرف توحید پرست حنفاء مرد اور توحید پرست خواتین ہی باہم رشتۂ ازواج میں منسلک کیے جاتے رہے (یعنی آپ ﷺ کے آباء و اُمہات سب صالح و توحید پرست تھے۔) آپ ﷺ کی خاطر آپ ﷺ کے اُن آباواجداد کو اپنی پشت میں رکھا جو سب کے سب بھلے لوگ تھے۔ دوسروں کو یہ امتیاز حاصل نہ تھا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے لیے آپ ﷺ کی جن اُمہات کو حضرت حواؑ نے اپنے پاک رحم میں رکھا وہ بھی بہترین اور نیک مائیں تھیں۔''

☆

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حضور شعراء کا نذرانۂ عقیدت ''اگر ڈاکٹریٹ کے مقالے کا عنوان ہوتو'' شاید موضوع کے ساتھ انصاف کیا جا سکے۔ اس مختصر سی کتاب کی ایک چھوٹی سی فصل میں تو ''مشتے نمونہ از خروارے'' ہی ممکن ہے۔ عرب شعراء نے مدح رسول اللہ ﷺ کے ضمن میں سیّدہ آمنہؓ کو جو خراجِ تحسین پیش کیا ہے، وہ بھی بہت وسیع دنیا ہے۔ اسی طرح فارسی، اُردو اور دیگر پاکستانی زبانوں میں بھی سیرت و مدح رسول اللہ ﷺ کا جو لامحدود لٹریچر وجود میں آ گیا ہے، اُس میں حضرت آمنہؓ کو بھی خراجِ عقیدت واحترام پیش کیا گیا ہے۔ اس لیے اُس کے احاطہ کی کوشش بھی روا نہیں۔ البتہ دو باتیں کہنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ ایک تو یہ کہ اُردو شعراء نے ''آمنہؓ کا لال'' کی ترکیب بکثرت استعمال کی ہے۔ مثلاً حفیظ جالندھریؒ کہتے ہیں:

سلام اے آمنہؓ کے لالؐ محبوبِؐ سبحانی
سلام اے فخرِؐ موجودات ، فخرِؐ نوعِ انسانی

عارف رحمانی اس بات کو ذرا مختلف انداز میں کہتے ہیں:

اے جگرِ گوشہ آمنہؓ السّلام
حاصلِؑ مقصدِ دوسرا السّلام!

☆

غالباً ''آمنہؓ کا لال'' کی ترکیب کو اُردو زبان میں متعارف کرانے کا سہرا مصوّرِ غم علامہ راشد الخیری دہلوی کے حصے میں آتا ہے جنھوں نے ولادتِ نبویؐ کے حوالے سے ایک خوبصورت کتاب لکھی اور اس کا یہی نام رکھا تھا۔ لیکن اُردو شعراء نے حضرت سیّد آمنہؓ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے وقت ایک وسیع کینوس کو بھی سامنے رکھا ہے اور سیرت پاک کے اُس پہلو کو اپنے مختلف رنگوں میں بھی پیش کیا ہے اور شاعرانہ فکر و معنی کی بھی ایک وسیع دنیا تخلیق کر کے اُردو ادب کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ مثلاً جیسا کہ ''صاحبِ مسدّس'' (مولانا حالؔی) فرماتے ہیں:

ہوئی پہلوئے آمنہؓ سے ہویدا
دُعائے خلیلؑ و نویدِ مسیحؑا!

☆

برِّعظیم پاک و ہند میں نعت گوئی کی امامت و قیادت اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ کے حصے میں آتی ہے۔ وہ مدحِ مصطفیٰ ﷺ کے میدان میں ایک ہزار ڈھنگ رکھتے ہیں اور اُن کا اندازِ گفتار اور اسلوبِ بیان بھی اُن کا اپنا ہی ہے جو اُنہی کو زیب دیتا ہے۔ سیّدہ آمنہؓ کی قدر و منزلت کا بھی وہ کامل احساس رکھتے ہیں، اس لیے جب وہ اُن کی شانِ عظمت کا گیت گاتے ہیں تو ایک خاص انداز اپناتے ہیں جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ وہ اولوالعزم انبیائے کرام علیہم السّلام کی اُمہاتِ طیّبات میں والدہ ماجدہ مصطفیٰ ﷺ کے امتیازی رتبہ و مقام کے متعلق خصوصی تصوّر رکھتے ہیں، وہ یہ جانتے اور مانتے ہیں کہ رسول اعظم و آخر ﷺ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے نمایاں، سب سے زیادہ خوش نصیب اور سب سے اعلیٰ و برتر ہیں۔ اس لیے کہ وہ جس ہستی (ﷺ) کی ماں (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

ہونے کا فخر رکھتی ہیں، وہ بھی سب سے اعلیٰ واولیٰ نبی (ﷺ) ہیں۔ وہ ایک جگہ والدہ ماجدہ سیّدنا مسیح علیہ السّلام سے حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کی شان کا تقابل کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ ''وہی ﷺ سب سے افضل آیا'' ہیں۔

وہ کنواری پاک مریمؑ ، وہ نفخت فیہ کا دم
ہے عجب شانِ اعظم مگر آمنہؓ کا جایا

☆

وہی ﷺ سب سے افضل آیا

اوّلؐ النبیین خلقا (تخلیق میں سے پہلے نبیؐ) اور آخرؐ النبیین بعثا (ظہور میں سب سے آخری نبیؐ) حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی والدہ ماجدہ ہونے کا جو شرف سیّدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کا مقدر ٹھہرا ہے، وہ بے انتہا قابلِ فخر اور بے اندازہ باعثِ مباہات ہے۔ یہ وہ مقدر ہے جس پر تاریخ بھی ناز کرتی ہے کیونکہ یہ ایک ایسا مقدر ہے جو بے مثال و بے نظیر ہے اور جس نے سیّدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کو تاریخ انسانی کی خوش نصیب ترین ہی نہیں، عظیم ترین ماں بھی بنا دیا ہے۔ بھلا اِس سے بڑی خوش نصیبی اور اس سے بڑھ کر اور عظمت کیا ہوگی کہ سیّدہ آمنہؓ بنت وہب تاریخ کے سب سے بڑے شخص کی والدہ ماجدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہیں، جن کی بڑائی کو صرف اپنوں نے ہی نہیں بلکہ غیروں نے بھی دل سے مانا اور دنیا سے منوایا بھی۔ عصرِ حاضر کے ایک مغربی مصنّف نے دنیا کے سو منتخب بڑے انسانوں میں سب سے بڑا آدمی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کو مانا ہے۔ آخر کیوں نہ ہو، آپ ﷺ ہی کا ظہورِ مقدس ہی تو ظلمت و نور اور جہالت و علم کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ اُن کے طلوعِ آفتاب کے بعد اندھیرا نہیں اُجالا ہی اُجالا ہے۔ آپ ہی تاریخ کا وہ نقطہ ہیں جہاں سے مسلسل حق کی فتح اور باطل کی لگاتار شکست جاری ہے جو نظامِ قدرت کے مطابق فتح کی آخری منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ اقراء کا تاریخی حکم جہالت کی موت کا اعلان اور علم کی حیاتِ جاوداں کی شہادت ہے۔ وہی تو نبیؐ العلم اور رسولِؐ عدل و سلامتی ہیں، جنہوں نے آزادی و

مساوات کا ڈنکا بجا کر احترامِ آدمیّت کا اعلان فرمایا۔ بقول ایک ہندو شاعر:

ع اک عربؐ نے آدمی کا بول بالا کر دیا

ایسے رسولِ اعظم و آخر ﷺ کی والدہ ماجدہ تاریخِ انسانی کی سب سے خوش نصیب اور سب سے عظیم ماں کیوں نہ ہو؟

☆

اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ، سیّدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کی اسی شانِ عظمت کا احساس دلاتے ہیں اور سیّدہؓ کی گود کو بلند ترین ''گہوارہ'' اور اُن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذاتِ مبارک کو مہتابِ رسالت (ﷺ) کا ''بُرج'' قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

مہد والا کی قسمت پر صدہا درود

بُرجِ ماہِ رسالتؐ پر لاکھوں سلام!!

☆

ہمارے اُردو شعراء نے اپنی نعت گوئی اور مدح سرائی میں شعوری اور لاشعوری طور پر اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کی ہے اور اُن کے دیئے ہوئے معانی و افکار کو نئے سے نئے رنگ دے کر آگے بڑھایا ہے۔ پاکستان کے نعت گو شاعر حضرت صائم چشتی (فیصل آبادیؒ) بلاشبہ ایک اچھے نعت گو ہیں۔ اُنہوں نے سیّدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کی ایک خوبصورت منقبت لکھی ہے، وہ اس منقبت میں حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کے بلند مرتبہ و مقام کا احساس دلاتے اور بے نظیر و بے مثال مقدر کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ''توحیدِ ربانی'' اور ''مسلکِ حنفیّت'' پر اُن کے ایمانِ صادق کا ذکر کرتے ہوئے یہ آرزو کرتے ہیں کہ اُنہیں بھی جنت الفردوس میں حضرت سیّدہ آمنہؓ کی معیت نصیب ہو، تاکہ شفاعتِ مصطفویٰ (ﷺ) سے نوازے جائیں۔ ایک حدیثِ نبوی (ﷺ) ہے کہ شعراء تلامیذ الرحمٰن (اللہ تعالیٰ کے شاگرد) ہوتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ رحمتِ خداوندی کا اُن پر فیضان ہوتا ہے اور شعراء کو انوکھے معانی اور افکار سوجھتے ہیں۔

☆

اِس منقبت میں حضرت صائمؔ بھی ایک انوکھا تصور پیش کرتے ہیں کہ بنو ہاشم کا تمام خانوادہ جو سیّدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کا گھرانہ ہے، وہ ازل تا ابد پاک ہی پاک ہے۔ گویا حضرت عبدالمطلبؓ بن ہاشم کا تمام گھرانہ ابولہب کے سوا نبوّت سے قبل یا نبوّت کے بعد رسول ہاشمی ﷺ پر ایمان لا چکا تھا اور آپ ﷺ کے تینوں چچاؤں نے مصلحتِ دین کی خاطر دفاعِ اسلام کے لیے اپنا اپنا محاذ سنبھال لیا تھا۔

☆

حضرت صائمؔ کی یہ منقبت دیکھنے، پڑھنے اور سننے سے تعلق رکھتی ہے، فرماتے ہیں:

واہ رُتبہ تراؓ سیّدہ آمنہؓ
نور ہے آپؓ کا سیّدہ آمنہؓ

کب کس کے مقدر میں ہے، وہ ہُوا
آپؓ کو جو ملا سیّدہ آمنہؓ

ساری توحید ہے تریؓ آغوش میں
مومنہ ، مُسلمہ ، سیّدہ آمنہؓ

کس کو ایمان ہے، اُنؓ سے بڑھ کر ملا
گھر ہیں ایمان کا سیّدہ آمنہؓ

آپؓ مالک ہیں کوثر کی ، فردوس کی
نورِ حق کی ضیاء سیّدہ آمنہؓ

سارے نبیوںؑ کا سلطانؐ وسردارؐ ہے
آپؓ کا لاڈلاؐ سیّدہ آمنہؓ

آپؓ ملکہ ہیں جنّت کی ، فردوس کی
آپؓ پر ہم فدا سیّدہ آمنہؓ

سب فرشتوں کی جھکتی جبیں ہے جہاں
وہ ہے حجرہ تیراؓ سیّدہ آمنہؓ

از ازل تا ابد پاک ہی پاک ہے
سب گھرانہ تراؓ سیّدہ آمنہؓ

اپنے محتاج صائمؔ پہ بہرِ خدا
ہو نگاہِ عطا سیّدہ آمنہؓ

☆

ہم اس دلچسپ اور اہم باب کا اختتام ایک طویل منقبت پر کرتے ہیں، جو جی سی یونیورسٹی فیصل آباد کے ایک اُبھرتے ہوئے نعت گو شاعر جناب افضال احمد انورؔ نے لکھی ہے۔ یہ اُس عاشق رسول ﷺ کی عقیدت و محبّت کا عکس ہے جو وہ سیّدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کے

لیے اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ اس طویل مگر نفیس اور خوبصورت منقبت سے یہ بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اُردو کے نعت گو شعراء اپنے نبی، محبوب و محتشم ﷺ کی والدہ ماجدہؓ سے کتنی گہری عقیدت رکھتے ہیں اور وہ اُن کی نظر میں کس مرتبہ و مقام کی مالک ہیں۔ انورؔ صاحب نے سیّدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کی سیرت و شخصیت کا کوئی پہلو تشنہ نہیں رہنے دیا۔ اِس لحاظ سے یہ ایک ''جامع و کامل منقبت'' قرار دی جاسکتی ہے لیکن یہ حضرت آمنہؓ کی ''طویل ترین اُردو منقبت'' بھی ہے۔

اُمِّ شہِؐ کون و مکاں ہیں سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
معیارِ جملہ مادراں ہیں سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
ممدوحۂ کون و مکاں ، مخدومۂ پیغمبراںؑ
فخرِ زمین و آسماں ، نورِ یقین موموناں
مشکل کشائے اُمتاں، ہیں سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆

اُن کا وجود احسان اماں — اُن کا ہے در کعبے کی جاں
گھر ہے مطافِ قُدسیاں — مرقد عقیدت کا نشاں
بحرِ سخائے بیکراں ، ہیں سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

پاکیزہ و تسبیح خواں — ایقاں کی رُوح و رواں
ایمان کی تاب و تواں — تقدیس کی جائے اماں
عفت مآب و پاک جاں، ہیں سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عظمیٰؓ ، ذکیہؓ ، ذاکرہؓ — کرمیٰؓ ، کریمہؓ ، صابرہؓ
کبریٰؓ ، جلیلہؓ ، طاہرہؓ — رُشدیٰؓ ، رشیدہؓ ، شاکرہؓ
غم خوارؓ، تاباںؓ، قدرداںؓ، ہیں سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حسنیٰؓ ، ظہیرہؓ ، زاہدہؓ سلمیٰؓ ، سلیمہؓ ، عائذہؓ
علیاؓ ، عقیلہؓ ، حامدہؓ شرفیؓ ، رئیسہؓ ، راشدہؓ
داناؓ ، تواناؓ ، مہرباںؓ ، ہیں سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ایمان پرورؓ ، نکتہ داںؓ الحادکشؓ ، توحیدداںؓ
مسند نشینؓ ، گوہر فشاںؓ فریاد رسؓ ، راحت رساںؓ
تقدیر و دیں کی راز داں ، سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اُن کا خدا معمارِ کُل شوہ ہے ، مایہ دارِ کُل
لختِ جگر ، سردارِ کُل دائندۂ اسرارِ کُل
صدق و صفا کی ترجماں ، ہیں سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

دامن ہے اُن کا بالیقیں گہوارۂ ایمان و دیں
اُن کے حرم کے زائریں جنت مکیں سدرہ نشیں
زیب مکان و لامکاں ، ہیں سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

پاکیزہ تر اُنؓ کا نسب اور افضل و اشرف حسب
ان کا پسرؐ ، محبوبِؐ رب ہر نسبت اُن کی منتخب
نقد متاعِ دو جہاں ، ہیں سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اللہ اکبر ، مرحبا از لطف و فضلِ کبریا
جن کا ہے جسم باصفا فانوسِ نورِ مصطفیٰؐ
زیبؓ نسائے دو جہاں ، ہیں سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حدِّ نظر افزوں زحد بالا تر از وہم و حد
اُنؓ کا ادب، دیں کی سند اُنؓ پر تحیاتِ ابد
جن پر سلامِ جاوداں، ہیں سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

وہ دانشِ ہر کیف و کم وہ بارشِ لطف و کرم
وہ تابشِ لوح و قلم وہ نازشِ جاہ و حشم
گلزارِ دیں کی باغباں، ہیں سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اللہ کا اُنؓ پر کرم کرّو بیاں اُنؓ کے خدم
بالائے سرظلِ نعم سب رفعتیں زیرِ قدم
جن کے لیے ہر عزّ و شاں، ہیں سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

چھ سال کے تھے شاہؐ دیں ابواء میں جب راحت گزیں
سرکارؐ کی ماںؓ جی ہوئیں تب روئے خیرالمرسلینؐ
جن کا مکاں، جنّت نشاں، ہیں سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

تکریم اُنؓ کے رب نے کی وہ یوں کہ جو عمر اُنؓ کو دی
اُس عمر کی ہوں گی سبھی جملہ خواتین خلد کی
فردوس آراء، کامراں، ہیں سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

وہؓ پاک دامن، پاک ہیں گوشہ نشیں، خلوتِ گزیں
وہؓ انتخابِ بہتریں نورِ نبوّتؐ کی اَمیںؓ
پردہ نشیں، عرش آشیاں، ہیں سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ ارمغانِ شاعری انورؔ کی یہ مدحت گری
ہے نذرِ اُمِّ پاکؓ ہی پیش اُنؓ کے کیجیے یا نبیؐ
کونین جن کے مدح خواں، ہیں سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆

اُمِّ شہِؐ کون و مکاں ، ہیں سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
معیارِ جملہ مادراں ، ہیں سیّدہ بی آمنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆

(''والدہ ماجدہ سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ'' ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۲۲۶ تا ۲۴۰)

☆

قطعۂ تاریخِ وصال حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

''صدیقۂ زماں اُمِّ مصطفیٰ''

—۵۷۷ء—

شاہِ کونینؐ کی مادرِ پارسا

تھیں وہ پاکیزہ فطرت خجستہ لقا

سالِ ترحیل ہے اُن کا فیض الامینؔ

''حق مآب آمنہ سیّدہ مرحبا''

۵۷۷ء

☆☆☆

نتیجۂ فکر

حضرت پیر فیض الامین فاروقی سیالویؒ

مونیاں ٹھیکریاں

ضلع گجرات

فضائیں جھوم اُٹھیں

(احسان بی اے)

اُبھرتے ہوئے سورج کی نرم سنہری شعائیں لپک لپک کر اور بڑھ بڑھ کر مقدّس کعبے کے غلاف پر اپنے کنوارے بوسے نچھاور کر رہی تھیں، نیلے آسمان کی نیم قوس میں تنی ہوئی سنہری دھوپ سے بہت اونچے نیلے خلاؤں کے عین وسط میں کعبے کے مقدس کبوتر سفید نقطوں کی طرح گڑے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ لیکن مکہ ابھی نیم خوابی کے عالم میں اُونگھ رہا تھا۔ آج کسی قافلے کو نہیں آنا تھا۔ اِس لیے مکے کی آبادی نے اپنے گھروں سے نکلنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی، مکے کے امیر تاجر حریر و دیبا کے نرم گدوں پر رات بھر لنڈھائی ہوئی شراب کے کسل پر کروٹیں لے رہے تھے اور نادار طبقہ اپنی اپنی گندی کوٹھڑیوں کی سیلی ہوئی ٹھنڈکوں میں پڑا سوچ رہا تھا کہ آج کے کھانے کا انتظام کہاں سے اور کیوں کر کرے، اس لیے بازار خاموش تھا۔

☆

لیکن اِسی خاموشی۔۔۔ اِس پُر اسرار سکوت میں ایک عجیب ہنگامہ تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے مکہ کسی آنے والے کے انتظار میں ہے اور آنے والا جیسے آسمان کی بلندیوں پر سے اُترے گا۔ جیسے آسمان میں کھڑکیاں کھل گئی ہیں اور مکہ دم بخود اُس آنے والے کے

انتظار میں چشم براہ ہے۔ ابھی ان اثیری بلندیوں میں کھلی ہوئی کھڑکیوں میں کوئی ظاہر ہوگا اور اپنے راستے میں پھیلی ہوئی دُھوپ کی سنہری بانات پر باوقار قدموں سے چلتا ہوا مکے میں اُترے گا اور جب اُس کے قدم مکے کی ریت کو نوازیں گے تو سارا مکہ خوش آمدید کے نعروں سے گونج اُٹھے گا اور یہ عجیب خاموشی، یہ اسرارِ سکوت، یہ امید بھرا سناٹا ایک دم فلک گیر شورِ استقبال میں ڈوب جائے گا۔

☆

اور اس پُراسرار سناٹے سے ہٹ کر، حرمِ مقدس کی پاک سرزمین کے اندر جہاں جہاں تین سو پینسٹھ (۳۶۵) خدا اِدھر اُدھر بکھرے پڑے تھے، اُبھرتے ہوئے سورج کی کنواری شعاؤں میں نہاتے ہوئے ابراہیم (علیہ السّلام) کے گھر کے بالکل قریب پرجوش غصیلی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ فضا اِن آوازوں سے گونج رہی تھیں:

> ''کعبے کے خدا۔۔۔ تو نے میرے عبداللہؓ کو مجھ سے چھین لیا، میرے عبداللہؓ کو۔۔۔ میں تجھ سے اُس کی نشانی مانگ رہا ہوں۔ میرے عبداللہؓ کی نشانی مجھے دو۔''

☆

سردارِ قریش اسی طرح اپنے حق کا مطالبہ کرتے کعبے کے اردگرد طواف کرتے رہے۔ اُن کی آنکھیں شب بیداری کی وجہ سے سرخ ہوگئی تھیں۔ جسم کے رونگٹے صبح کی غیر مانوس سردی کی وجہ سے کھڑے ہوگئے تھے۔

''آقا سردار۔۔۔ آقاؓ سردار۔'' دُور سے کسی نے پکار دیا۔ اُنہوں نے پلٹ کر دیکھا، برکہ ہرن کی سی تیزی سے اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے بتوں میں سے بھاگتی ہوئی چلی آ رہی تھی۔

سردارؓ قریش لپک کر اُس کے پاس پہنچ گئے۔

''گھر چلئے۔۔۔ آقاؓ سردار۔۔۔ جلدی گھر چلئے۔''

''کیا ہوا۔۔۔'' بوڑھے عبدالمطلبؓ کے ہونٹوں پر پپڑیاں اُبھر آئی تھیں۔

''ننّھے حضورؐ تشریف لائے ہیں آقاؓ سردار۔'' برکہ کے جسم کا ایک ایک رُواں مسکرا رہا تھا۔

''ننّھے حضورؐ۔۔۔ سردار عبدالمطلبؓ نے حیرت سے پوچھا اور غیر شعوری طور پر جاننے والوں کی فہرست اُن کے ذہن میں اُبھر آئی۔ لیکن فوراً ہی بعد یکا یک جیسے سارے پردے ہٹا دیئے گئے ہوں اور سردار عبدالمطلبؓ کی ساری کائنات نُور سے جگمگا اُٹھی ہو۔ مسکراہٹیں اُن کی داڑھی میں چھپے ہوئے ہونٹوں پر معصوم بچوں کی طرح لوٹنے لگیں اور اُنہوں نے پوچھا۔

''لڑکا۔''

''آقاؓ سردار۔۔۔!'' برکہ کے جسم کی پور پور میں ناچتی ہوئی شوخیاں احساسِ ادب کے گریبان میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھیں اور حرمِ مقدس میں بکھرے ہوئے پتھر کے گھڑے دیوتاؤں پر جیسے کپکپی چھا گئی ہو۔ کعبے کی مقدس عمارت پر جوانی آ گئی، فضائیں جھوم اُٹھیں اور سورج کی کرنیں ناچنے لگیں۔

☆

سردار عبدالمطلبؓ کو اُس وقت کچھ ایسا ہی محسوس ہوتا تھا۔ لیکن اُن کے پاس اس احساس کو پوری طرح سے سمیٹ لینے اور اُس سے حظ اندوز ہونے کا وقت نہ تھا۔ وہ تیزی سے قدم اُٹھاتے ہوئے حرم سے باہر جا رہے تھے۔

اونچی نیچی فراز کو اُبھرتی ہوئی پتھریلی سڑک سردارِؓ قریش کے قدموں کے نیچے تیزی سے سمٹتی گئی جیسے خود سڑک کو اُنہیں جلدی سے گھر پہنچا دینے کا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ برکہ کافی پیچھے رہ گئی تھی۔ وہ ہانپ گئی تھی۔ اگر ایک بے پناہ آسمانی محبّت اُس کے خیال کے ہر پارے کو اپنے اندر نہ سمیٹ چکی ہوتی، تو وہ یقیناً بوڑھے سردار کی اس تیز روی پر حیران ہوتی اور یہ سوچے بغیر نہ رہ سکتی کہ ایک صدی کی طوالتیں ایک لمحے کے لیے سمٹ گئی ہیں اور سردار

ایک دفعہ پھر بھرپور جوانی کی قوتوں سے مالا مال ہیں۔

☆

راستے تقریباً خاموش تھے، لیکن کہیں کہیں ایک دونو جوان گھروں سے باہر نکل کر گول پتھروں سے جوا کھیل رہے تھے اور ہار جیت کے لیے ایک دوسرے سے اُلجھنے میں مصروف تھے۔ اُن میں سے چند نے سردار عبدالمطلبؓ کی سبک خرامی کو حیران نظروں سے دیکھا اور پھر اپنے مشغلے میں مصروف ہو گئے۔

☆

سردار عبدالمطلبؓ اپنے گھر کے دروازے پر تھے۔ لکڑی کا موٹا دروازہ جیسے اُن کے اشارے کا منتظر تھا۔۔۔ وہ آپ ہی آپ کھل گیا اور سردار دھندلائی سیڑھیوں پر چڑھنے لگے۔ سردارِؓ قریش کو یوں معلوم ہوا جیسے گھر کی فضا میں پروں کے پھڑ پھڑانے کی آوازیں سمو دی گئی ہیں۔ اُنھوں نے غیر شعوری طور پر اُن پروں کو دیکھنا چاہا لیکن کوئی چیز دکھائی نہیں دی۔ کوئی خاص تبدیلی نہ تھی۔ کوئی انوکھا پن کہیں سے دکھائی نہیں دیتا تھا، لیکن فضا میں نغمے تیر رہے تھے، جیسے خود ہوائیں گا رہی تھیں، جیسے مکان کا ایک ایک ذرّہ ہوا کی ایک ایک لہر خوشی کے ترانے گا رہی ہو۔۔۔ نہیں! عرش سے فرش تک پوری کائنات نغمہ و نُور کے بیکراں سمندر میں بدل گئی ہو۔۔۔

سردارِؓ قریش ان نغموں کو سننا چاہتے تھے۔ ان سرگوشیوں کو معنی پہنانا چاہتے تھے۔ یہ سمجھنا چاہتے تھے کہ یہ نغمے اُن کی اپنی رُوح سے پھوٹ رہے ہیں، یا اُن کا خارجی ماحول اُن کی روح کو اپنے نغمات میں لپیٹ لینا چاہتا ہے، لیکن اس سے پہلے کہ وہ کسی نتیجے پر پہنچ سکیں، برکہ آ گئی۔ اُس نے مسکراتے ہوئے ہونٹوں اور چمکتی ناچتی آنکھوں سے سردار کے چہرے پر بھرپور نظر ڈالی اور دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

☆

سردار نے مسکرا کر برکہ کی طرف دیکھا اور کہا۔۔۔

''اندر جاؤ برکہ۔۔۔ جاؤ اندر اور آمنہؓ سے کہو، ہم اپنے پوتےؐ کو۔۔۔'' اور وہ رُک گئے، مسکرائے اور پھر بولے، ''سلام کرنے کے لیے اندر آنا چاہتے ہیں۔''

برکہ جیسے ہوا پر تیرتی ہوئی اندر چلی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد اُس کی آواز آئی،

''سردارِؓ قریش تشریف لائیں۔''

سردار عبدالمطلبؓ کا ہاتھ جوش سے اُٹھا لیکن کانپ گیا۔ انہوں نے دروازہ کھولا۔ ان کے قدموں پر کسی اَن دیکھی طاقت نے نہ جانے کیوں کئی کئی من کے پتھر باندھ دیے تھے۔ وہ بوجھل قدموں سے چلتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔

☆

اُنہوں نے چند لمحوں کے لیے اپنے پوتےؐ کو دیکھا۔ اُن کے خون کی گردش نے جیسے لپک کر گنگنایا ہو۔۔۔ ''عبدالمطلب (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) تمہیں مبارک ہو۔''

اردگرد کی فضائیں گونج اُٹھیں، پوری کائنات مبارکباد کی صداؤں سے جیسے لبالب بھر گئی اور عبدالمطلبؓ ان ناچتی گاتی فضاؤں کے درمیان کھڑے اپنے پوتے کو دیکھتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُنہوں نے جھک کر ننھے حضور (ﷺ) کو اُٹھالیا۔ سردار عبدالمطلبؓ کے ہونٹ جھکے اور بلند پیشانی سے پیوست ہو گئے۔

اُف معبود۔۔۔!

یہ کیا سرور تھا۔ عبدالمطلبؓ کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اُنہوں نے آمنہؓ کے لال کے ماتھے پر نہیں، مقدس کعبہ کے ''سنگِ اَسوَد'' پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے ہیں اور اسی سُرور، رُوح کی گہرائیوں میں کروٹیں لیتے ہوئے اسی اطمینان کی لہروں پر سوار عبدالمطلبؓ نے ایک دفعہ پھر قریب سے اپنے پوتےؐ کو دیکھا، اُن کی آنکھیں سمٹ گئیں۔ اُن کا دل جیسے پگھل کر اُن کی نگاہوں میں سمٹ آیا ہو۔ اُنہوں نے تیزی سے ابنِ عبداللہؓ کو اپنے سینے سے لگالیا اور اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ ایک آواز خود بخود چیخ کر ان کے دل کی گہرائیوں سے

اُبھری اور ہونٹوں پر آ کر فضا میں بکھر گئی، اُنہوں نے کہا:

''عبداللہؓ۔۔۔آؤ۔۔۔دیکھو۔۔۔تمہارے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔''

اور اس آواز نے آمنہؓ بنت وہب کے سینے میں جیسے آنسوؤں کے سوتے کھول دیے۔ اُن کی رُوح چیخ بن کر اُن کے ہونٹوں پر سمٹ آئی اور انہوں نے کمبل دانتوں تلے داب کر منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

☆

سردار عبدالمطلبؓ کا مکان مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔۔۔! ابنِ عبداللہؓ کو تشریف لائے، آج ساتواں دن تھا اور قریش کی دیرینہ رسم کے مطابق آج عبدالمطلبؓ نے اپنی قوم کو دعوت دی تھی تا کہ قوم ابنِ عبداللہؓ کو دیکھ لے اور اس نام کو سن لے، جس کا اضافہ عبدالمطلبؓ کے خاندان میں ہوا تھا، لیکن قریش کے اس اجتماع میں بھی انتظار کی ایک عجیب کیفیت دکھائی دیتی تھی۔ ایک جگہ پر جمع ہونے کے باوجود قصیٰ کے نام لیوا چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں ایک دوسرے سے ہٹ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہلکی دھیمی آوازیں فضا میں بھنبھنا رہی تھیں اور کبھی کبھی ایک ٹکڑی دوسری ٹکڑی کی طرف تیکھی نظروں سے اس طرح دیکھ لیتی تھی، گویا وہ اس اتحاد کی سرے سے ہی مخالف ہے۔ لیکن اس کے باوجود سردار عبدالمطلبؓ کی شخصیت نے اُن کے مخالف گروہوں کو ایک چھت کے نیچے جمع کر دیا تھا اور یہ اپنی خواہش کے خلاف اس چھت کے نیچے جمع ہونے پر مجبور ہو گئے تھے۔

☆

حرث کی کنیزوں اور عبدالمطلبؓ کے غلاموں نے مہمانوں کے سامنے ثرید کے پیالے سلیقے سے چن دیئے تھے۔ بکری کے شوربے میں بھگوئی ہوئی شام کی گندم کی روٹیاں ہاشمی گھرانے کا خاص پکوان تھا۔ جس کی نقل عرب میں ہر جگہ ہوتی تھی، جس کے ذائقے کو ابھی تک کوئی نہیں پا سکا تھا، جس کو قحط کے زمانے میں مکہ کے نواح کے بادیہ نشینوں نے خوب خوب کھایا تھا اور ہاشم کی تعریف میں قصیدے کہے تھے اور جس سے جل کر امیّہ نے

قوم سے سخاوت اور بلند ہمتی کی سند حاصل کرنے کے لیے اپنے تہہ خانوں کے منہ کھول دیئے تھے لیکن اسراف کی حدیں گزر جانے کے باوجود ہاشم کی سخاوت کو چھونے میں ناکام رہا تھا۔ وہی ثرید آج پھر ہاشم کے بیٹے عبدالمطلبؓ کے دستر خوان پر قرینے سے چنا گیا اور اسی کو چکھنے کے لیے مکہ کی سرحدوں پر رہنے والے قریشی بھی عبداللہؓ کے یتیم (ﷺ) کو دیکھنے کے لیے آگئے تھے۔

☆

اسی ثرید کی خوشبوئیں اوپر کے کمرے میں الگنی پر ٹنکے ہوئے کمبلوں کی اوٹ میں سے اُبھر کر پورے کمرے کی فضا میں تیر رہی تھیں اور آمنہؓ بنت وہب اپنے پلنگ پر لیٹی اِن خوشبوؤں کو اپنے ذہن کی گہرائیوں سے چکھ رہی تھیں۔ مٹی کا پیالہ اُن کے سرہانے کے طاقچے میں رکھا تھا اور بھاپ کی ہلکی پتلی لکیریں بل کھاتی دھندلائی ہوئی ساکن فضا میں جیسے گرتی چلی جا رہی تھیں۔ برکہ نے بڑا زور مارا اور اپنی پوری ضد اور ہٹ صرف کر دی تھی کہ مالکن حضورؓ سات دن سے کھجوروں، ستوؤں اور روغن زیتون سے اُکتا گئی ہوں گی، ایک ہی طرح کا کھانا اور وہ بھی میٹھا اور مرغن، یقیناً کام و دہن کو پریشان کر دیتا ہے، اسی لیے اُنہیں ثرید کے مصالحوں سے منہ کا مزہ بدل لینا چاہیے اور تھوڑا بہت چکھ لینا چاہیے لیکن مالکنؓ جو اس عجیب ضدی کنیز کی اکثر ضدیں مان جایا کرتی تھی، راضی نہ ہوئیں۔ خوشامد۔۔۔ روٹھ جانے اور پھر من جانے کے انداز اور بچوں کی طرح بکھر بکھر جانے کا ہر وہ حربہ جس سے برکہ اکثر اپنی مالکن کا منا لیا کرتی تھی، آج ناکام ہو گیا تھا اور مالکن حضورؓ کے تعمیل حکم میں برکہ کو ثرید کا پیالہ سرہانے کے طاقچے پر رکھ دینا پڑا تھا۔

☆

برکہ کے جانے کے بعد مالکن حضورؓ دیوار کی طرف کروٹ کر کے لیٹ گئی تھیں۔ گویا اپنے آپ کو دیوار کی آغوش میں بکھرے ہوئے سایوں میں چھپا دینا چاہتی ہیں اور نہیں چاہتیں کہ وہ خیالات جو اس خوشی کے موقعہ پر اُن پر ہجوم کر لینا چاہتے تھے، اُنہیں یہاں

تنہائی میں پالیں اور ماضی کی اُن تاب ناک محرابوں میں لے جائیں جو آمنہؓ بنت وہب سے ہمیشہ کے لیے اوجھل ہو گئیں، لیکن جنہیں وہ کسی بھی قیمت پر اپنے سے جدا کرنا نہیں چاہتی تھیں۔ لیکن دیوار سے لپٹے ہوئے گہرے سائے اس ضمن میں کوئی مدد نہ کر سکے تھے۔ اِدھر برکہ نے کمرے سے قدم باہر رکھا تھا کہ سارے خیالات ایک سیلِ بے پناہ کی صورت میں اُمنڈ آئے اور عبداللہؓ کی معزز و مکرم بیوہؓ بے حال ہو کر اُن کی سطح پر تیرنے لگی۔ کیسے عجیب خیالات تھے یہ؟۔۔۔

☆

اس چھت کے عین نیچے قریش کے سارے سردار جمع تھے۔ وہ قریشی بھی آئے تھے جنہیں خانہ جنگیوں نے مکے سے نکال دیا تھا۔ وہ بھی تھے جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اور وہ بھی جن کی تلواریں مکہ اور قرب و جوار کے رہنے والوں کا تکیۂ کلام تھیں اور وہ بھی جو اپنی روزمرہ کی روٹی کے لیے دوسروں کے محتاج تھے۔ قصیٰ بن کلاب کا ہر نام لیوا اس چھت کے سائے میں بیٹھا تھا لیکن وہی نہیں تھا، جس کی آواز آمنہؓ بنت وہب کے دل کی محرابوں میں گونجتی۔ ابّاؓ حضور خوش تھے۔ سردار عبدالمطلبؓ کا پورا خاندان نہال ہو رہا تھا۔ لونڈی اور غلام بھی آزاد کیے جا رہے تھے۔ دعوتیں بھی دی جا رہی تھیں۔ سبھی کچھ اسی معمول پر چل رہا تھا، جس معمول پر کہ چلنا چاہیے اور ثرید کی تیرتی، بل کھاتی پلیٹیں اس کا سب سے بڑا ثبوت تھیں۔ لیکن جس کا نام لے کر یہ سب کچھ ہو رہا تھا، وہ کہاں ہے؟۔۔۔ اس بارات کا دولہا کہاں ہے؟۔۔۔ کیوں یہ سب مل کر نہیں جاتے اور یثرب کی خاک سے اس دُولہاؓ کو چھین کر نہیں لے آتے کہ آمنہؓ بنت وہب بھی اِن خوشیوں میں شامل ہو سکے۔

☆

لیکن شائد کوئی بھی نہیں جا سکے گا۔۔۔ شاید کیا یقیناً کوئی نہیں جا سکے گا! تو پھر یہ سب خوشیاں۔۔۔ یہ ہنگامے۔۔۔ یہ بارات۔۔۔ یہ دعوتیں۔۔۔ مہمانوں کی یہ آؤ بھگت۔۔۔ قریشیوں کا یہ تانتا۔۔۔ کس لیے۔۔۔ کیوں؟۔۔۔ کیا یہ سب عبداللہؓ کی موت؟

۔۔۔نہیں۔۔۔!

آمنہؓ بنت وہب نے بے چینی سے کروٹ لی، دیوار کی آغوش میں سمٹے ہوئے سایے، کمرے میں پھیلے ہوئے سُرمئی دھندلکوں سے زیادہ پریشان کن ثابت ہو رہے تھے۔ وہ ان دھندلکوں سے پلٹ آئیں، بھاگ آئیں۔۔۔! وہ ذہن پر سے اُن یادوں کو کھرچ دینا چاہتی تھیں۔ توڑ کر پھینک دینا چاہتی تھیں۔ اور اُن کی نگاہیں یکا یک پلنگ سے ذرا پرے ہٹ کر چھوٹی سی رنگین پیڑھی پر پڑی ہوئی ایک چھوٹی سی ننھّی جان (ﷺ) پر مرکوز ہو گئیں، جس پر باریک کتان کی اوڑھنی ڈال دی گئی تھی۔

☆

لیکن اس کے باوجود آمنہؓ بنت وہب کے تصور کی نگاہوں نے دیکھا کہ فضائیں معمور ہو گئی ہیں۔ کمرے کی دیواریں ایک ناقابلِ فہم انداز میں تحلیل ہو گئی ہیں۔۔۔ نہیں پورا مکہ تحلیل ہو کر ایک عجیب ملکوتی فضا میں تبدیل ہو گیا ہے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ زمان و مکان کی تمام حدیں جیسے یکا یک غائب ہو گئیں اور وہ لامکان اور لازمان کی غیر محدود وسعتوں میں تیرنے لگی ہیں۔ اُنہیں حیرت تھی کہ محسوس اور معلوم چیزوں کے اس فوری ضیاع پر اُنہیں کسی قسم کا ہراس محسوس نہیں ہوا بلکہ جیسے اُن کی روح سے سارے غم، ساری کلفتیں، سارے رنج یک قلم مٹ گئے جو ان حدود کے پیدا کردہ تھے اور وہ اُن تمام زمینی احتیاجوں سے بلند ہو گئیں، جو زمان و مکان کی قیود کا لازمی نتیجہ تھیں۔ اُن کی رُوح ہلکی محسوس ہوتی تھی۔ ایک عجیب انبساط آفریں انداز میں ایک ایسے طریقے سے جس کا ذہنی احتساب غیر ممکن تھا لیکن جس کو قلب و رُوح کی گہرائیاں محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں۔

☆

اور لامکان اور لازمان کے خلائے بسیط میں جس کی تشکیل غیر مادی نُور سے ہوئی تھی، آمنہؓ بنت وہب نے آوازیں سنیں جو اَن دیکھے ہونٹوں سے نورانی فوارّوں کی طرح اُچھلتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔ اُنہوں نے محسوس کیا کہ کائنات کا ہر ذرّہ اُنہیں مبارک

دے رہا ہے۔۔۔لامحدود کی عظیم اور نا قابلِ ادراک وسعتیں نغمات کے سانچے میں ڈھل کر اُن کی رُوح کی اَتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتی چلی جارہی ہیں۔ وہ نغمے کو سن رہی تھیں۔ ایک لامحدود سماعت کے ذریعے ایک نا قابل فہم صفائی کے ساتھ، ابہام کے کسی بھی خطرے کے بغیر یہ نغمہ گونج رہا تھا۔ ''اے وہ مبارک ماں! جسؓ نے اس ذاتِ قدسیؐ کو جنم دیا، جسؓ کی تعریف نہیں ہوسکتی۔۔۔! اے احمدﷺ کی ماں! احمدﷺ۔۔۔ احمدﷺ۔۔۔ احمدﷺ۔۔۔ یہ نغمہ گونجتا رہا۔۔۔ لامحدود کی عظیم اور نا قابلِ ادراک وسعتیں نغمہ و نور میں ڈھل کر آمنہؓ بنت وہب کی رُوح کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتی رہیں اور آہستہ آہستہ اسی طرح جس طرح یہ کائنات، بوقبیس کی پتھریلی راہگزاریں چاروں طرف کھچی ہوئی دیواریں پگھل کر سیلِ نور میں بدل گئی تھیں۔ اسی طرح آہستہ آہستہ یہ سیلِ نور پھر متشکل ہونے لگا اور لامکان کی عظیم و بسیط پہنائیاں پھر زمان و مکان کی قیود میں سمٹنے لگیں۔ آمنہؓ بنت وہب ایک دفعہ اپنے آپ کو اپنے پلنگ پر محسوس کرنے لگیں۔

☆

لیکن تب اور اب میں بڑا فرق تھا۔ اب بنتِؓ وہب اُجالے سے اندھیارے اور اندھیارے سے اُجالے میں پناہ لینے کے لیے مضطرب نہ تھیں۔ ان کے ہونٹ خود بخود ہل رہے تھے اور اُنھوں نے یکا یک چونک کر محسوس کیا کہ وہ اپنے آپ کو احمدﷺ کی ماں کہہ رہی ہیں۔۔۔ احمدﷺ ابنِ عبداللہؓ کا نام احمدﷺ۔۔۔ اُن کے لختِ جگر کا نام احمدﷺ ہوگا۔

☆

لیکن ابھی تک تو کوئی نام تجویز نہیں ہوا تھا۔ سردارِ قریش سے بچے کے چچاؤں نے جب بھی پوچھا، سردار نے یہی جواب دیا کہ ابھی تک کوئی نام اُن کے ذہن میں نہیں آیا۔ بعض نے کعبے میں رکھے ہوئے دیوتاؤں کے ناموں پر کسی ایک کی تجویز بھی پیش کی تھی جو بڑی سختی سے مسترد کر دی گئی۔ سردارِ قریش نے بلند آواز سے ایک طرح کی ڈانٹ پلا دی تھی کہ خبردار کسی قسم کا کوئی نام نہ رکھا جائے۔ وہ کیا سوچ رہے تھے؟ اپنے پوتے کو کس نام

سے پکارنا چاہتے تھے۔اس کا کسی کو علم نہیں۔۔۔

☆

تو پھر یہ عجیب وغریب نام؟۔۔۔احمد ﷺ۔۔۔اُن کی روح نے نام کہاں سے سنا ہے؟۔۔۔ان کی سماعت نے یہ لفظ کس نغمے سے اخذ کیا ہے؟ نور و نغمے کا وہ کون سا ہنگامہ تھا جو لمحہ بھر ایک چھوٹے سے حصے کے لیے بپا ہوا اور اُن کی رُوح، اُن کی ساری کائنات اس نام سے تر بتر ہوگئی؟۔۔۔آمنہؓ بنتِ وہب نہ سمجھ سکنے کے باوجود یہ جانتی تھیں کہ اُن کے لختِ جگر کا نام احمد ﷺ ہے اور کمبل ذرا سا ہٹایا گیا، برکہ نے جھانک کر اندر دیکھا۔مالکن اور کنیز کی نگاہیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں، برکہ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلتی گئی اور آمنہؓ بنت وہب بھی مسکرا دیں۔ایک تازگی، ایک خلوص، ایک عجیب طرح کا انبساط تھا اُس مسکراہٹ میں۔برکہ نے ان ساری چیزوں کو اپنے جسم کی ہر پور سے گویا چھو کر دیکھ لیا اور مچل کر کمبل ہٹا کر اندر آ گئی۔اُس نے پیڑھی کی طرف ایک نظر ڈالی اور مالک ﷺ حضور کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا! ''قوم اپنے سردار ﷺ کو دیکھنا چاہتی ہے۔''

اور آمنہؓ بنت وہب نے نہیں بلکہ اُن کے دل میں بیٹھی ہوئی کسی دوسری طاقت نے فوراً جواب دیا، ''لیکن سردار ﷺ آرام فرما رہے ہیں۔'' اور آمنہؓ بنت وہب اپنے ان الفاظ پر فوراً چونک گئیں۔برکہ نے مالکن کو اس انداز میں دیکھ کر ہاتھ پیر نکالے۔

''مگر قوم کو اس وقت سردار ﷺ کی ضرورت ہے اور ضرورت کے وقت آرام تج دیا جاتا ہے۔''

وہ لپک کر آگے بڑھی اور کتان کا ہلکا پردہ اُٹھا دیا گیا۔آمنہؓ بنت وہب نے کھلی آنکھوں سے دیکھا۔اوڑھنی کے ہٹتے ہی کمرہ بقعہ نور بن گیا ہے، وہ چونکیں۔اُنہوں نے پھر دیکھا لیکن شاید یہ اُن کا خیال تھا۔کمرہ ویسے ہی سُرمئی سایوں میں لپٹا ہوا تھا اور ابنِ عبداللہؓ گہری میٹھی نیند سو رہے تھے۔

☆

بات کیا ہے؟۔۔۔ اُنہوں نے برکہ سے پوچھا۔ ''قریشی اس نئے سردار کو دیکھنا چاہتے ہیں۔'' برکہ پیڑھی کے ساتھ بیٹھ گئی۔ ''آقا سردار (حضرت عبدالمطلبؓ) کا ارشاد ہے کہ میں چھوٹے حضورؐ کو نیچے لے آؤں۔'' شاید نام کا اعلان ہوگا۔ ''شاید۔۔۔ مگر۔۔۔ برکہ نے مالکن کی طرف دیکھا اور پوری توجہ سے ننّھے حضورؐ کو پیڑھی سے ہٹاتے ہوئے بولی:

''مگر مالکنؓ حضور۔۔۔ نام تو شاید ابھی کوئی تجویز ہی نہیں ہوا۔''

''نام تجویز ہو گیا پگلی۔'' اُنہوں نے شہد سے زیادہ میٹھے اور دودھ سے زیادہ ملائم انداز میں فرمایا۔ گویا گزشتہ تلخی کے نشان دھو رہی ہوں۔

''تجویز ہو گیا مالکن۔'' برکہ نے حیرت سے پوچھا۔ وہ حیران تھی کہ اُسے اس راز میں کیوں شامل نہیں کیا گیا۔ ''کیا نام تجویز ہوا میرے ننّھے منّھے آقاؐ کا۔'' حضورؐ کی خاموشی پر برکہ کو کتنا پیار آ رہا تھا۔ آمنہؓ بنت وہب بتا دینا چاہتی تھیں لیکن رُک گئیں۔ ''سن لینا۔۔۔ آقا سردارؓ بتا دیں گے۔'' اور وہ مسکرا دیں۔

☆

اُنہیں یقین تھا کہ جس طاقت نے احمدﷺ کا لفظ اُن کی رُوح میں گھول دیا تھا، وہی طاقت آقا سردارؓ کو مطلع کر چکی ہوگی۔ آخر سردارِ قریشؓ اس سے محروم کیوں رکھے گئے ہوں گے۔

''آپ نہیں بتائیں گی۔۔۔'' ''اُونہوں۔۔۔'' ''اچھا ہم بھی دیکھتے ہیں۔۔۔''

عجیب کنیز تھی یہ برکہ۔۔۔! اسے اتنا بھی احساس نہیں کہ اسے دام دے کر خریدا گیا تھا۔ اُس کی اس بے حسی پر مالکنؓ کو پیار آ گیا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

''برکہ۔۔۔!'' سردارِ قریشؓ کی آواز سیڑھیوں کی محرابوں سے ٹکرائی۔ ''اری جا پگلی۔۔۔'' مالکن نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''سردار آقاؓ ناراض ہوں گے۔۔۔'' اور برکہ جلدی سے چل دی۔

بھاری کمبل پھر اپنی جگہ پر آ کر ساکت ہو گیا۔ برکہ کے ننگے پیروں کی ہلکی آواز دور ہٹتی گئی۔ آمنہؓ بن وہب نے جسمانی آنکھوں سے نہیں، دل کی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ اس ساری کائنات کو اپنی چھوٹی چھوٹی بانہوں میں سمیٹے کمرے سے گزر گئی ہے، دروازے میں سے نکلتی چلی گئی ہے اور سیڑھیوں پر سے اُترنے لگی ہے اور پھر وہ خود یکا یک نہ جانے کیوں پلنگ پر سے اُٹھ گئیں۔ اُن کے کانوں کے پردوں پر خون سنسنایا، انہوں نے تھوڑی دیر بیٹھ کر اپنے آپ کو سمیٹا، پھر ہاتھوں پر زور دے کر اُٹھیں۔ آج آٹھ دن کے بعد فرش کی ٹھنڈکوں نے اُن کے مقدس پیروں کو چوما تھا۔

☆

وہ آہستہ آہستہ چلیں۔۔۔قدم بقدم۔۔۔اردگرد پڑی ہوئی چیزوں کا سہارا لیتی ہوئی۔۔۔اور دروازے کے قریب آ کر رُک گئیں۔ نیچے سے آوازوں کا ہجوم جیسے تیزی سے سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا اور آمنہؓ بنت وہب کی سماعت سے لپٹا جا رہا تھا۔ اُدھر چھوٹے حضورؐ کی آمد نے مہانوں میں تحرک سا پیدا کر دیا تھا۔ گویا بادِ بہاراں کا جھونکا آیا، جس سے پورا گلشن جھوم اُٹھا۔ سارے مہمان برکہ کے گرد جمع ہو گئے۔ دشمن دشمنوں کے شانے سے شانہ بھڑائے کھڑے تھے اور نظریں اپنی ساری کدورتیں بھول کر ایک دوسرے سے گلے مل رہی تھیں۔ ابنِ عبداللہؓ کی چمکدار سیاہ آنکھیں، ستواں ناک، خوبصورت دہانہ اور حسین مخروطی ٹھوڑی اُن ساری نظروں کو گلے ملا رہی تھیں۔

☆

سب نے تعریف کی۔ قریشیوں کے مخصوص حسن کی داد بڑی فراخدلی سے دی گئی۔ چمکدار آنکھوں اور ناک سے اوپر ملتی ہوئی بھنوؤں کی محراب کو خوب خوب سراہا گیا۔ لیکن اس ہجومِ نظر اور ہجومِ الفاظ کے باوجود ابنِ عبداللہؓ اسی طرح برکہ کی آغوش میں پڑے آہستہ آہستہ آنکھیں جھپکتے رہے۔ اس شور، نظروں کے اس اجتماع اور کئی انگلیوں کے اس لمس کے باوجود اس حسین ننھّے چہرے پر کوئی تبدیلی نمایاں نہیں ہوئی۔

بالآخر سردارِ قریشؓ کے مبارک ہاتھ بڑھے۔ اُنھوں نے اپنی دولت کو برکہ کے ہاتھوں پر سے اُٹھایا اور اپنے چوڑے سینے سے لگا لیا۔ ایک عجیب سکون، ایک عجیب فرحت بوڑھی رگوں میں تیرنے لگی اور پھر وہ نہ جانے کیوں کھڑکی کی طرف گھوم گئے۔ وہ خود نہیں جانتے تھے کہ وہ کھڑکی کے باہر کیا دیکھ رہے ہیں۔ دُور بوقبیس کی بلندیوں پر سڑکیں مل کر جدا ہو رہی تھیں۔ اس کے نیچے مکے کا چوک تھا، اُسی چوک پر ایک صبح عبداللہؓ نے اپنی کھجوروں سے لدے ہوئے اونٹوں کی مہار تھامی اور مٹیالی سڑک پر جا کر اُس کی بلندیوں کے اُس طرف نیچے اُتر گئے تھے۔ ہر روز قافلے اُن سڑکوں پر چڑھتے اور پھر دوسری طرف اُتر جاتے تھے۔ لیکن اکثر یہ ہوتا ہے کہ یہ قافلے کچھ دن بعد اسی بلندی پر پھر نظر آتے اور اُتر کر چوک میں آ جاتے ہیں۔

☆

شاید سردارِ قریش اسی کو دیکھنے کے لیے گھومے تھے۔ شاید اُنہیں اُمید تھی کہ کوئی قافلہ ابھی بوقبیس کی بلندیوں پر دکھائی دے گا۔ ڈھلوان سڑک پر چل کر نیچے اُترے گا اور پھر مسافر بھاگتا ہوا آئے گا، دروازہ کھل جائے گا، سیڑھیاں قطع ہو جائیں گی اور نومولود بچہ کسی کے سینے سے لگ کر باپ کی شفقت کے ٹھنڈے میٹھے سایوں میں سمٹ کر سو جائے گا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ سردارِ قریشؓ کے سامنے پہاڑیاں پگھلنے لگیں۔ آغازِ دوپہر کی چمکیلی دُھوپ کے پگھلے ہوئے کچے سونے میں نہائی ہوئی پہاڑیوں پر جیسے جھرجھری آ گئی کیونکہ خود سردارِ قریشؓ کی آنکھوں میں آنسو کانپ اُٹھے تھے۔

☆

''ہم اپنے بھتیجے کو کس نام سے پکاریں، سردارِ قریشؓ!'' کافی انتظار کے بعد ایک نے کہا۔ ''ہوں۔۔۔'' سردار نے جیسے خواب سے بیدار ہو کر پوچھا، ''نام'' اور افسردہ خیالات مکڑی کے جالوں کی طرح کٹ کٹ کر ذہن کی محرابوں میں سمٹنے لگے۔ آنکھوں کا پانی پلکوں کی جڑوں میں جذب ہونے لگا، اور انھوں نے دُھوپ میں نہائی ہوئی اونچی نیچی پہاڑیوں

کی طرف ایک دفعہ پھر دیکھا۔ آمنہؓ بنت وہب، سردارِ قریشؓ کا جواب سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہو گئیں۔

☆

کھڑکی کے سامنے پھیلی ہوئی پہاڑیاں نئی نہ تھیں۔ سردارِ قریشؓ نے اُنہیں صرف دیکھا ہی نہیں، اپنے پیروں سے چھوا اور اُن کے اکثر سنگریزوں کو کچلا اور ٹھکرایا تھا۔ لیکن آج اُن کی بلندی اور پستی، اُن کا ناہموار پھیلاؤ عجیب معلوم ہوتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کہیں سے نیچی اور کہیں سے اُونچی پہاڑیاں محض بے جان، بے رُوح مٹی اور پتھر کے ڈھیر نہیں ہیں۔ ایک زندہ، جاندار لفظ میں جنہیں قدرت نے روزِ ازل سے مکے کے سینے پر لکھ دیا تھا۔ اس سے پہلے سردارِ قریش نے اس لفظ کی طرف دھیان نہیں دیا۔ اُنہوں نے کبھی اسے پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ لیکن آج اس سوال نے کہ ''ہم اپنے بھتیجے کو کس نام سے پکاریں۔'' سردارِ قریش کو اس لفظ کے پڑھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ انہوں نے اس لفظ کو صاف پڑھا اور صاف الفاظ میں سنا دیا۔

''محمد ﷺ۔'' اُنہوں نے کہا، ''تم اپنے بھتیجے کو
''محمد ﷺ'' کے نام سے پکارو گے۔''

☆

اور آمنہؓ کا دل بلیوں اُچھلنے لگا۔ ''محمد ﷺ'' اور ''احمد ﷺ'' ایک لفظ کے دو پہلو۔ تو سردارِ قریشؓ نے بھی وہ ملکوتی نغمہ سن لیا اور اُس سے یہ نام اخذ کر لیا ہے۔ آمنہؓ بنت وہب کو اب یقین ہو گیا تھا کہ انہوں نے غلط نہیں سنا۔

☆

محمد ﷺ؟ ۔۔۔ حرب بن امیہ نے حیران ہو کر پوچھا، ''کیا عبداللہؓ کے یتیم کو محمد ﷺ کے نام سے پکارا جائے گا؟ ۔۔۔'' آمنہؓ نے اِن باتوں کو سننے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور پلٹ گئیں۔ حرب کے جواب میں حضرت عبدالمطلبؓ نے ایک اندازِ تفاخر سے کہا،

''ہاں۔۔۔میرے پوتے اور میرے نو بیٹوں کے بھتیجے کا نام محمد ﷺ ہے حرب بن اُمیہ۔۔۔!
تم حیران کیوں ہو رہے ہو؟'' حرب اپنے لفظوں کے صحیح معنوں کو اب سمجھ سکا تھا۔ اُس نے
پردہ ڈالا اور کہا کہ ''نام تو بہت اچھا ہے، میں صرف حیران اس لیے ہو رہا تھا کہ قریش میں یہ
نام کبھی سننے میں نہیں آیا۔''

☆

''قریش ہی میں نہیں حرب۔۔۔ پورے عرب میں کہو۔۔۔ مکے کے سینے میں یہ
نام صدیوں اور قرنوں سے امانت کے طور پر محفوظ تھا۔ آج مکہ اپنی امانت سے سبکدوش ہو رہا ہے۔''

☆

سردارؓ قریش کے الفاظ کھو کھلے معلوم نہیں ہوتے تھے۔ اُن میں بو قبیس کی عظمت
اور چڑھتی دھوپ کا جلال تھا۔ حرب بن اُمیہ اور دوسرے قریشی اس سے مرعوب ہو کر رہ گئے۔
لیکن حرب نے پانی ڈوبتی نبضوں کو ہنسی کا سہارا دیا۔ ''سردارؓ کی اس محبّت پر قریش کو فخر
ہے۔۔۔'' اُس نے کہا اور بات ختم کر دی۔

☆

اُوپر کمرے میں آمنہؓ بنت وہب کو شیر گرم ثرید میں بڑا لطف آ رہا تھا، وہ اپنے خاوند
عبداللہؓ کی خوشی میں پوری طرح شریک ہو رہی تھیں، اور اُنہیں نہ جانے کیسے یہ پورا یقین ہو
چکا تھا کہ یثرب (مدینہ منورہ) کی مٹی زیادہ دیر تک اپنی امانت کی حفاظت نہیں کر سکی اور عبداللہؓ
موت کے پردے کو چیر کر اس عظیم خوشی میں شریک ہونے کے لیے آ گئے ہیں۔ وہ پوری شدت،
پورے خلوص اور پوری سچائی سے محسوس کر رہی تھیں کہ ثرید کے پیالے میں تنہا اُن کی انگلیاں
ڈوب ڈوب کر نہیں اُبھرتیں بلکہ اُن کے سرتاج (حضرت عبداللہؓ) اُن کے ساتھ ہیں اور کیوں
نہ ہوتے، اُن کے اکلوتے بیٹے ﷺ کا جشن تھا۔ وہ یثرب کیسے رُک سکتے تھے۔

☆

(''جب حضور ﷺ آئے'' محمد متین خالد، لاہور، جنوری ۲۰۱۴ء، ص ۲۵ تا ۴۰)

قطعہ سالِ اشاعت

''عدیم المثل تالیفِ صادق''

—۱۴۴۱ھ—

صادق قصوری کو ہوا ہے ذاتِ حق سے جو عطا ہے لائقِ تحسین عمدہ ذوق وہ صد مرحبا

ہیں آپ قرطاس وقلم کی آبرو کے پاسباں تالیف ہے ہر ایک اِن کی دلپذیر و دلکشا

ہے ''والدینِ مصطفیٰ'' پر یہ نئی اِن کی کتاب حاصل کرے گا روشنی اِس سے ہر اک شیخ وفتا

نادر یہ تحفہ ہے مرقّع مستند احوال کا ایمان ودیں پر آئے گی اِس سے بہارِ جاں فزا

کرتا نہیں اِن ہستیوں کا جو شقی دل سے ادب ہو گا یقیناً خستہ و زار و زبوں روزِ جزا

مقبولِ خاص عام ہو گا تذکرہ یہ بالضرور تعویذِ جاں اِس کو بنا کر رکھیں گے اہلِ ولا

سالِ رسا فیض الامیںؔ پر اِس کا یوں اِلقا ہوا

''داد آفریں ہے تذکرۂ والدینِ مصطفیٰ ﷺ''

—۲۰۲۰ء—

حضرت صاحبزادہ پیر

فیض الامین فاروقی سیالویؒ

آستانہ عالیہ

مونیاں ٹھیکریاں ضلع گجرات

زیرِ نظر کتابِ مستطاب میں دلائل و براہین اور مستند حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کریمین اپنی زندگی میں پاک طینت، پاکباز اور بلند کردار تھے۔ اُن سے کوئی برائی اور شرک ثابت نہیں ہے۔ تحقیق کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جب تک کسی سے کوئی بُرائی ثابت نہ ہو اُس کے بارے میں کوئی سوئے ظن اور بدگمانی قائم کرنا ازخود گناہِ کبیرہ ہے۔ والدینِ مصطفیٰ ﷺ کا تعلّق زمانۂ فترت سے ہے، اُن کا حق سے انکار کسی طور پر بھی ثابت نہیں ہے۔ اپنے والدین سے آپ ﷺ کا قلبی لگاؤ اور پیار ایک عملی ثبوت ہے کہ والدینِ مصطفیٰ ﷺ دینِ ابراہیمیؑ پر قائم تھے۔ اپنی جوانی کے اوائل ہی میں واصلِ حق ہو جانا اس بات کا اِشارہ ہے کہ وہ پاکیزہ، مطہّر اور معصوم تھے نیز دینِ توحید پر کاربند تھے۔

فاضل مؤلف نے جس تحقیق، محنت اور عقیدت سے اس کتاب کو تالیف کیا ہے وہ اُنہی کا خاصہ ہے۔ یہ کتاب اُن کے لیے ان شاء اللہ توشۂ آخرت ثابت ہوگی۔ اُمیدِ واثق ہے کہ محبان و عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے یہ کتاب قلب و رُوح کی تسکین کا باعث بنے گی۔

(پروفیسر) غازی علم الدین

سابق پرنسپل

گورنمنٹ کالج افضل پور، میرپور، آزاد کشمیر

مجاہدِ ملت فاؤنڈیشن، پاکستان

بُرج کلاں ضلع قصور (پاکستان)